طُرّۂ امیر

یعنی

منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی کا منتخب کلام اور اُنکی شاعری پر تبصرہ

مع

مختصر سوانح عمری

مؤلفہ

جناب مولوی امیر احمد صاحب علوی بی اے

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و جج نیمچ چھاؤنی

باہتمام احقر العباد محمد حسن

در انوار المطابع لکھنؤ مطبوع گردید

بار اول ۱۰۰۰ قیمت عہ

۱۹۲۸ء

ضروری گزارش

کارپردازان مطبع کی غفلت سے اس کتاب مین بہت غلطیان رہ گئی ہین سرسری مطالعہ سے جسقدر اغلاط دریافت ہوسکے ذیل مین درج کیے جاتے ہین مطالعہ سے قبل تصحیح فرما لیجئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
سرورق	۳	منتجب	منتخب	۳۶	۹	غاغنہ	قلقلہ
۶	۹	علیہا	علیہم	۳۷	۶	خزنکادر	جفاکار
۷	۱۱	کردیتا	کردیتا تھا	۳۸	۱	جبین سہے	جبین سے
۱۲	۵	نہیں ہین	ہین	//	۸	خاقان	خاقانی
//	//	صحبتون	انھین صحبتون	//	۱۴	زبان	دیوان
۱۵	۷	بنجاتے	بنجائے	۴۲	۱	چھپا ...	شائع ہوا گو سرِ انتخاب آج چھپا پہلا ایڈیشن کی تاریخ طبع ہے
۱۶	۸	شاعر					
//	//	ہوکسی	ہوا اور کسی				
۲۲	۱۰	صدامکان	صدرمکان	۴۳	۳	منشی صاحب	منشی صاحب نے
۲۳	۸	ہنرود	ہنرپرور	//	۸	لٹے ہوے	مٹے ہوے
۲۴	۱۳	آنکھون	آنکھ	//	۱۱	وہ صاف	وصاف
۲۵	۱۴	حضرت	[illegible]	۴۴	۱۸	اُٹھانا	اٹھانا
//	۱۷	۲ع	۲۳ع	۴۷	۹	سیاہ	سیہ
۲۸	۱۴	نہ جبتک	جبتک	۴۸	۱۲	خرابی	خرامی
۳۰	۱	ہم عصر	ہمسر	۵۰	۶	لطف کیفیت	لطف و کیفیت
[illegible]	۱۴	پڑھ جاتے	پڑھ جاتے تھے	۵۱	۴	[illegible]	[illegible]
۳۱	۱۲	تاریخ	تاریخی	۵۲	۷	دیونہ	دیوانہ
۳۵	۱۱	شکایات	شکایت	//	۸	تقنیص	تنقیص

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳	۵	جبن کو	جن کو	۸۷	۸	واہ وا	واہ واہ
۵۵	۵	جنبش ودیوا	جنبش دیوار	۸۸	۲	گر	گر جیب
۵۹	۸ اور ۱۹	ہون اور ادر	ہون اور	۱۰۱	۹	ہو	ہون
۶۰	۳	سخن کے لیے	سخن کی تسخیر کے لیے	۱۱۱	۱۲	دیکھ لو	دیکھیو ان
۶۱	۱۵	زمین	زمین مین	۱۱۴	۲	بیٹھے تھا	بیٹھے تھے
۶۴	۶	واحد علی	واحد علی	۱۱۵	۱۵	صورت دکھیو	صورت تو دکھیو
〃	۱۱	نہ ہونے دیا جب	نہ ہونے دیا	۱۱۷	۱۲	جو قابل ہو	نہ قابل ہو
〃	۱۴	سنہ ۱۳۴۰ھ	سنہ ۱۳۰۴ھ	〃	۴	در دز	دور روز
〃	۱۹	تمار	مدار	۱۲۰	۱۳	کیک ٹھوکرین	کباب ٹھوکرین
۶۷	۱۲	مرنے کا ہی	مرنے ہی کا	۱۲۱	۲	قاضی کو مفتی	قاضی و مفتی
۶۹	۱۳	خبر کل	خبر تھی	۱۲۴	۵	یہ گھر	سفر
۷۰	۱۰	استادون کی	استادون کا	۱۲۶	۴	جب سے	جیسے
۷۳	۱۱	سرو وش	سرو دوش	۱۳۳	۲	[illegible] حسن یار ہے اچھا	ہے تیرا حسن یہ اچھا
〃	۱۴	اٹھا شرخ	اٹھا رخ	۱۳۶	۵	فردسے	مرسے
۷۷	۱۰	پیار غصہ پر	پیار پہ غصہ	۱۵۷	۹	سہے جان	سہے جفا جان [illegible]
〃	۱۱	ادنٹ	ہونٹ	۱۵۸	۵	یہ چپین گے	یہ چھپین گے
۷۹	۱۲	سمجھے [illegible] داسی	سمجھے اور اسی	۱۶۲	۱۰	دکھ دیتے	سکھ دیتے
۸۰	۳	دکھن	دکن	۱۶۳	۱۳	غفلت نہ	غفلت مین نہ
۸۱	۵	چھلکنے لگا	چھلکنے لگا	۱۶۸	۱۱	ان کے لیے	جن کے لیے
۸۱	۱۴	اتنا نہ	اتنا تو نہ	۱۶۹	۲	عالم اسکا	عالم ہی اس کا
۸۲	۴	تم	ہم	۱۷۲	۱	تھی	تھا
۸۶	۳	عاشق و عشرت کی [illegible]	ہم کہاں [illegible]	۱۷۸	۱۲	ملائے گی	ملائے گی
〃	۱۳	نفلی	نقلی	۱۷۹	۱	جوانی	جوانون
				۸۳	۱۳		

یعنی

منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی کا منتخب کلام اور انکی شاعری پر تبصرہ

مع

مختصر سوانح عمری

باہتمام

احقر العباد محمد حسن

در انوار المطابع لکھنو طبع شد

قیمت فیجلد عہ

بار اوّل ۱۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

شاعری میں امیر کی خاطر میر اپنی زبان چھوڑ گئے

امیر تخلص۔ امیر احمد نام مولوی کرم محمد لکھنوی کے صاحبزادے تھے اور سلسلۂ نسب چند واسطوں سے مخدوم شاہ مینا کے برادر زادہ اور جانشین[۱]

[۱] منشی امیر احمد بن کرم محمد بن محمد مظفر بن عظیم بن خواجہ احمد بن صالح محمد بن شیخ خواجہ بن شیخ مبارک بن حسین بن شیخ گدائی بن شیخ نظام بن شیخ الہداد بن شیخ ابراہیم بن شیخ قطب الدین بن شیخ قطبا

شاہ مینا کے والد شیخ قطبا اپنے عزیز "حاجی الحرمین شیخ قیام الدین عباسی" کے اصرار سے نویں صدی ہجری میں لکھنؤ آئے شاہ مینا یہیں پیدا ہوئے اور تمام عمر مجرد رہے۔ انکے چھوٹے بھائی نے شیوخ لکھنؤ کے قبیلہ میں شادی کی اور صاحب اولاد ہوئے بڑے بیٹے شیخ قطب الدین کو شاہ مینا کی جانشینی کا شرف نصیب ہوا۔ دہلی کی سرکار سے مدد معاش کے لیے جاگیر عنایت ہوئی جو نواب سعادت خاں برہان الملک (المتوفی سنہ ۱۱۵۱ھ) کے عہد تک بحال رہی اور نواب صفدر جنگ (المتوفی سنہ ۱۱۶۷ھ) کے عہد میں ضبط ہو گئی جس جگہ آج میڈیکل کالج کی خوشنما عمارات ہیں یہیں شاہ مینا کے مکانات اور خانقاہیں تھیں۔

شیخ قطب الدین تک پہونچتا تھا،

بادشاہ نصیر الدین حیدر کے عہد سلطنت مین ۱۶ شعبان ۱۲۴۴ھ کو دوشنبہ کے دن شعر و سخن کا آفتاب طلوع ہوا اور میناؑیون کے محلہ[1] مین اُس بلند اختر کی ولادت باسعادت ہوئی جس نے اپنے اعزہ و اقارب کی شہرت و عزت مین چار چاند لگا دیے،

اُسوقت لکھنؤ مشرقی دُنیا کے فضل و کمال کا مرکز تھا۔ دولت کی افراط اسباب معیشت کی فراوانی اور امن و عافیت کی برکات نے ہر علم و ہنر کا اُستاد اس شہر مین اکٹھا کر دیا تھا۔ ایک طرف فقہ، حدیث اور کلام کے مدارس تھے تو دوسری سمت موسیقی اور شاعری کی درسگاہین۔ کہین عیش و عشرت و شادمانی کی محفلین تھین تو کہین حال و قال یا عزاداری کی مجلسین۔ ایک جانب حکومت و جاہ و ثروت کے ہنگامے تھے تو مقابل مین زہد، تقوی و توکل کے ریاضت خانے باکمالون کی فیض صحبت سے عوام الناس بھی منتخب روزگار تھے، علما اور مجتہدین کی بابرکت ہمنشینی جاہلون کو باتون ہی باتون مین منطقی اور فلسفی بنانے کو کافی تھی تو بازارون مین خرید و فروخت اور میلون ٹھیلون کی سیر فنون لطیفہ مین سند فضیلت عطا کرنے کے لیے کیمیا کی خاصیت رکھتی تھی ؎

لکھنؤ اہل ہنر کے لیے ٹکسال ہے آج   رنگ کھل جاتا ہے یاں گھونگھٹ کے کا پردہ

---

[1] کہا جاتا ہے کہ غدر کے زمانہ مین مینا محلہ سے ملا ہوا مسجد کی پشت کی طرف زینت بیگم کا مکان تھا جو خاندان شاہی کی ایک معتبر بیگم تھین اور اُن کے محل مین باغی پناہ گزین تھے۔ باغیون کی سرکوبی کیلیے آصف الدولہ کے امام باڑہ سے گولہ باری کی گئی، سارا محلہ مسمار ہوگیا۔ سوائے درگاہ حضرت مخدوم شاہ مینا کے کچھ باقی نہ رہا ؎

اللہ رے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے   تربت فقط عمارت شاہی مین رہ گئی

میناییون کا خاندان "ذرّہ آفتاب تابانیم" کا مصداق ہونیکی وجہ سے شہر مین معزز و محترم تھا۔ عمائدین ریاست سے براہ راست تعلقات تھے۔ علما و مجتہدین توقیر و تکریم کرتے تھے۔ امیر مینائی کے والد ماجد مولوی کرم محمد شرافت نسب کے ساتھ جوہر ذاتی بھی رکھتے تھے وہ ایک زبردست فاضل اور صوفی پاک باطن تھے۔ تمام عمر درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ علوم ظاہر پڑھاتے اور علم باطن کی تلقین کرتے تھے۔ شرفائے زمانہ اُن کی آستانہ بوسی کو فخر و سعادت سمجھتے تھے اور ذی مرتبت خواتین جبہ سائی کرنے اور مرادین مانگنے کو حاضر ہوتی تھین۔ مستورات مذہبی عقائد و فقہی مسائل سے بخوبی آگاہ تھین، خالص بیگماتی اُردو اُن کی زبان تھی،

اِس قدرتی تعلیم گاہ مین نشو و نما پایا تاہم علم سیکھانے کو کافی تھا باقاعدہ درس کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن منشی صاحب نے طالبعلمانہ تحصیل اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل سے کی۔ درس نظامیہ کے ساتھ ساتھ طب، نجوم، جفر وغیرہ علوم غریبہ بھی حاصل کیے اور تھوڑے عرصہ مین فارغ التحصیل ہوگئے۔

طبیعت میں اول سے تھا ذوق علم ۔۔۔ رہا ابتدا سے مجھے شوق علم
کتب تھے جو درسی پڑھے وہ تمام ۔۔۔ پڑھا یا کیا صبح سے تا بہ شام
مگر شاعرون سے جو صحبت ہوئی ۔۔۔ سوے نظم مائل طبیعت ہوئی

شعر و سخن کی طرف سے طبیعت بچپن سے مائل تھی خداداد ذہانت اور موزونی طبعی طالب علمی کے زمانہ سے اپنا رنگ دکھاتی تھی۔

سو شعر ایک جلسے مین کہتے تھے ہم امیر ۔۔۔ جب تک نہ شعر کہنے کا ہم کو شعور تھا

اُن کے نامور شاگرد اور جامع مکتوبات[۲] مولوی احسن اللہ خان ثاقب روایت کرتے ہین کہ "حضرت کو بچپن ہی سے شاعری کا چسکا تھا۔ یہ خبر جب ان کے والد ماجد

---

[۱] دیباچہ محامد خاتم النبیین۔ دیوان نعت [۲] مکاتیب امیر مینائی انوار المطابع لکھنؤ مین موجود ہے قیمت عہ

کو پہونچی تو اُنھون نے پوچھا میان ہمنے سُنا ہے تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سُنین
یہ سُن کر امیر مرحوم پہلے انکار کرتے رہے مگر شفیق باپ کے اصرار سے مجبور ہو کر عرض
کی "گھر مین سب لوگ کہا کرتے ہین کہ برسات گذری جاتی ہی اور بارش نہین ہوتی
اسی مضمون کو کہا ہی ؎

اس غم سے ہے یارو مرے اشکونکی روانی ابر آتا ہے ہر بار برستا نہین پانی

باپ نے تعریف سے دل بڑھایا کہ بھئی شعر تو بہت صاف ہی اور مضمون
بھی سچا ہی لیکن تمھارا سن ابھی اس مشغلہ کے لیے موزون نہین پہلے اچھی طرح
پڑھ لکھ لو اس کے بعد شعر کہنا"

خطاے بزرگان گرفتن خطاست۔ بد بزرگوار کو خیال نہین رہا کہ اُس وقت
لکھنؤ کی فضا ربیط "شاعر گر" تھی اور صاحبزادہ کے گرد چار زبردست قوتین کام
کر رہی تھین جن کے کہربائی اثر سے ہر موزون طبع کا شاعر ہونا لازمی تھا۔ اول
امجد علی شاہ[1] کا دور سلطنت تھا دار الحکومت مین مذہب اثنا عشری کی ترقی معراج
کمال تک پہونچ گئی تھی۔ بادشاہ وقت دیندار متقی اور عاشق اہلبیت تھا۔
سلطنت کے دبدبہ سے تمام اراکین ریاست اور شرفا مجالس عزا مین شرکت فرض
عین سمجھتے تھے حتی کہ امراے ہنود بھی محرم مین مجلسین کرتے اور حضرت تشنہ کام
کربلا کے غم مین آنسو بہانا فخر و سعادت تصور کرتے تھے گلی کوچے مین مجلسین منعقد
ہوتی تھین اور سال مین شاید دو ہی چار دن ایسے گذرتے ہون گے جب کسی نہ کسی
شیداے عترت اطہار کے یہان مجلس نہو۔

ان مجالس مین میر ضمیر۔ میر خلیق۔ میان دلگیر۔ اُن کے شاگردون اور ہمعصرون کے
سوز پڑھے جاتے تھے اور خاص خاص مقامات پر حضرت انیس و دبیر حاضرین کو

---

[1] جلوس سنہ ۱۲۵۸ھ وفات سنہ ۱۲۶۳ھ،

داخل حسنات فرماتے تھے ان متبرک محفلون مین شرکت جاہلون کو بھی سخن فہم بنا دیتی تھی مرثیون اور سلامون کے سیکڑون دردناک شعر بچے بچے کو حفظ ہوتے تھے شہر کا ہر ایک شریف زادہ آنکھ کھولتے ہی شاعری کی قدرتی درس گاہ مین سبق لیتا تھا۔ منشی امیر احمد شیعہ نہ تھے اور نہ اُن کے اعزا و قریب مین کوئی اس مذہب کا پابند تھا لیکن مجالس مین حاضری سب چھوٹے بڑے دیتے تھے اور حقیقتہً سارا لکھنؤ اس وقت نصف شیعہ تھا۔ طرہ یہ کہ منشی صاحب کو قسام ازل نے دل درد آشنا عنایت فرمایا تھا۔ مصائب اہلبیت پر اشک مسلسل بہاتے اور سعادت ابدی کے موتی فراہم کرتے تھے۔ دارالایمان کی خاک پاک کا ثمرہ تھا یا تصوف کی چاشنی کا اثر کہ جناب امیر اور حضرت سید الشہدا علیہما السلام کی خدمت مین نہایت عقیدت وخلوص رکھتے تھے انتہائی عروج کے وقت یہ نیازمندی زبان قلم سے بے ساختہ ظاہر ہوتی رہی ہے

کیا عجب ہے کہ شہیدون مین ہون محشور امیر — اُنس رکھتا ہون بہت حضرت شبیر کے ساتھ

(٠)

کیا اثر نام علیؑ مین ہے کہ لیتے ہی امیر — کام بگڑے ہوئے جتنے ہین سنور جاتے ہین

(٠)

اُلفت امیر آل محمدؐ کی فرض ہے — مشکل ہے بے سفینہ ارادہ عبور کا

(٠)

جو کربلا مین شاہ شہیدان سے پھر گئے — کعبہ سے منحرف ہوئے قرآن سے پھر گئے
نصرانیون نے حضرت عیسیٰ سے کی دغا — گویا یہود موسیٰ عمران سے پھر گئے
کافر ہوئے کہ کعبہ دین کو کیا خراب — مرتد ہوئے کہ قبلہ ایمان سے پھر گئے

(٠)

ہو سکے کس سے بیان پنجتن پاک کا وصف | ہین یہی لوگ حقیقت مین پیمبر والے
بہر اعزاز و شرف چرخ سے اُتری جو عبا | یہی دو چار شریک اُسمین ہوے قسمت والے

(۲)

آئی جسم و جان آفت مین ہر یا حیدر صفدر | کرو امداد اسکی وقت ہے مشکلکشائی کا

(۳)

امیر اپنا دل پُر داغ سوے کربلا لیچل | یہ گلدستہ ہے نذر روضۂ شبیر کے قابل

دوسرے مینائیون کا خاندان صوفیون کا ملجا و ماوا تھا - بزرگان طریقت کے عُرس دھوم دھام سے منائے جاتے تھے اور خورد و کلان - برنا و پیر فیوض برکات حاصل کرنے کے لیے مجالس حال وقال مین شریک ہوتے - دور دور سے قوال و مطرب آ آکر آستانۂ شاہ مینا پر اپنے کمالات سے حاضرین درگاہ کو والہ و بیخود بناتے - قدیم صوفیون کے فارسی غزلون کے علاوہ میر درد - مرزا مظہر جانجانان اور نصیب ظفر دہلوی کے عارفانہ اشعار اُن پاک صحبتون مین گاے جاتے تھے شائقین کا سوز و گداز مطرب کے ساز سے ہم آہنگ ہوکر قیامت برپا کردیتا - بزم کے حاشیہ نشین صوفی بھی ہوتے اور متصوف بھی اہل دل بھی ہوتے اور دنیادار بھی - سعید ازلی بھی ہوتے اور دغاشعار بھی - لیکن استادون کا گرم کلام

سلہ صنمخانۂ عشق مطبوعہ لاہور اسوقت میرے سامنے ہو اسکے مصحح صاحب معلوم ہوتا ہو کہ استعانت لغیر اللہ کو کفر و شرک سمجھتے ہین انھون نے اس شعر پر حسب ذیل حاشیہ چڑھایا ہو - یہ فقرہ محض عناد کے لیے ہو اور بس!! "شعر مرا بمدرسہ کہ برد"!! اس سے زیادہ ستم یہ ہو کہ دیوان کے صفحہ ۱۹۷ پر جہان منشی صاحب کا مندرجہ ذیل بےنظیر شعر لکھا ہو :-

جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی | ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

حاشیہ پر تحریر فرماتے ہین کہ "معاذ اللہ" - "پیش زاہد از رندی دم مزن کہ نتوان گفت ، با طبیب نامحرم حال درد پنہانی"۱۲

اور مطربون کا نغمہ سب ہی کو تھوڑی دیر کے لیے مسخر کر لیتا تھا۔ ان مین سے جسکا نصیبا جاگا اسکو ایوان حقیقت کا راستہ ملا اور جو طلسم مجاز مین گرفتار رہا وہ بھی خوان نعما سے اس قدر بہرہ اندوز ہوا کہ وحدت الوجود کے مسائل۔ فنا و بقا کے خیالات سے آشنائی ہو گئی۔ معرفت کے سیکڑون شعر یاد ہو گئے اور ان مضامین بلند پر قافیہ پیمائی کا ولولہ پیدا ہوا۔

منشی صاحب کو ازل کی سرکار سے درویشانہ خصایل و اخلاق عنایت ہوے تھے صوفیون کے گھرانے مین آنکھ کھولی طفلی سے خدا پرست صاف باطن خاشع متقی اور منکسر المزاج تھے۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ایک عارف حضرت امیر شاہ کے دست حق پرست پر بیعت نصیب ہوئی۔ حضرت ابن العربی اور شاہ عبد الرحمن لکھنوی کے ملفوظات سے فیض اندوز ہوے۔ اذکار و اشغال پر مداومت رکھی۔

رانون کو کی امیر نے کر خفی کی مشق دل بن گیا زبان تو سینہ دہن ہوا

انجام کار صوفیانہ رنگ ایسا چھایا کہ خرقہ خلافت سے سرفراز ہوے اور معرفت کا ذوق و شوق جو تمام ایشیائی شاعری کی روح روان ہے رگ رگ و پے مین سرایت کر گیا۔

کیسی ارنی کہان سکے موسیٰ خود دید کی اپنی آرزو کی
تھا پردۂ ظاہری جو منظور آواز بدل کے گفتگو کی

——— (۲) ———

کیسے موسیٰ لن ترانی کی صدا کیسی امیر حسن کے نیرنگ تھے جلوے ترے طور مین

——— (۳) ———

ہماری بیخودی تمہید ہے تیری نمایش کی مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین

دل کی ہوتی ہے درستی جتنی ہوتی ہے شکست　　کرتی ہے بربادی آبادی اسی تعمیر کو

(٭٭٭)

کونین مین ہے جلوۂ حسنِ جمال دوست　　ہے ایک روشنی کہ اِدھر بھی اُدھر بھی ہے

(٭٭٭)

فنا کیسی بقا کیسی جب اُسکے آشنا ٹھہرے　　کبھی اس گھر مین آنکلے کبھی اس گھر مین جا ٹھہرے
حقیقت کھولدی آئینۂ وحدت نے دونون کی　　نہ تم ہم سے جدا ٹھہرے نہ ہم تمسے جدا ٹھہرے

(٭٭٭)

دیر و حرم مین سجدہ درِ یار پر کیا　　سمجھے آستان یار پر حاضر جہان رہے

(٭)

جب تلک ہست تھے دشوار تھا پانا تیرا　　مٹ گئے ہم تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا

(٭)

امیر اُسکی تجلی گاہ ہے دنیا جو آنکھین ہون　　وہی گل ہے گلستان مین وہی ہے شمع محفل مین

(٭)

غافل نزول ہی تو کمال عروج ہے　　خاکِ فنا ہی منزل آب بقا ہوئی
نقطہ کی سیر دایرۂ معرفت مین دیکھ　　تھی ابتدا جہان سے وہین انتہا ہوئی

(٭)

مین آئینہ ہون تیرا تو آئینہ ہے میرا　　تجھ مین ظہور میرا مجھ مین ظہور تیرا

(٭)

وہی چراغ وہی گل وہی قمر وہی برق　　نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا

(٭)

دشت مین لالہ ہے گلزار مین گل بزم مین شمع　　ہر جگہ رنگ نیا ہے مرے ہرجائی کا

ہے جلوہ گاہِ یار چمن ہو کہ بزم ہو　　ہر پھول میں وہ بو ہے ضیا ہے چراغ میں

(۰)

حجاب نور ایسا درمیان ہے　　عیان ہو کر وہ آنکھوں سے نہان ہے

(۰)

یہ سب ظہور شان حقیقت بشر میں ہے　　جو کچھ نہان تھا تخم میں پیدا شجر میں ہے

(۰)

خودی سے بیخودی میں آ جو تو حق پرستی ہے　　جسے تو نیستی سمجھا ہے اے غافل وہ ہستی ہے

تیسرے۔ شہر میں سامان تعیش کی ارزانی تھی۔ ہر گلی کوچہ عشرت کدہ اور ہر گھر خانۂ شادی تھا۔ ولادت عقیقہ۔ ختنہ۔ بسم اللہ۔ بیاہ شادی۔ کوئی تقریب نہ تھی جسمیں رقص و سرود کی بزم منعقد کرنا اخلاقی فرض نہ سمجھا جاتا ہو۔ بڑے بڑے فاضل اور متشرع مولوی اُن محفلوں میں بے تکلف شریک ہوتے اور اپنے ملامت کرنے والے دل کو تسلی دینے کے لیے فرماتے تھے کہ لہو و لعب میں شرکت اگرچہ امر قبیح ہے لیکن اعزہ و احباب کی خاطر شکنی سخت تر گناہ ہے۔ ع

دل بدست آور کہ حج اکبر ست

ان اندوہ ربا محافل میں شرکت ہی زندہ دلی کے لیے کافی نہ تھی بلکہ اہل طرب کی ہمنشینی علم مجلس سیکھنے گفتگو میں شیرینی پیدا کرنے اور دوست دشمن کی شناخت کرنے کے لیے واجب تھی۔ شریف زادے اپنے عزیزوں بلکہ بعض اوقات بزرگوں کے ساتھ رنڈیوں کے گردن پر جاتے اور اُن سے فیوض برکات حاصل کرتے تھے!!

اس پاکباز طبقہ میں میر حسن کی مثنوی معاذ اللہ صحیفۂ آسمانی تھی۔ نواب مرزا شوق کا ستارہ ابھی بلند نہیں ہوا تھا لیکن جرأت اور رنگین کی پرستش ہوتی تھی اور انشا و رنگین کی ریختیاں نوک زبان تھیں عاشقانہ شاعری کیلیے

جو اس وقت افسانۂ ہوسناکی کی مرادف ہوچکی تھی (حتیٰ کہ معشوق کے لفظ سے صرف خانگی یا کسبی ہی مراد ہوتی تھی) ان خداوندان سخن کے کلام سے آشنائی سمندِ ناز پہ تازیانہ تھی۔

منشی امیر احمد مولویوں اور صوفیوں کی مجلس کے حاشیہ نشین تھے لیکن شہر کی فضا ربسیط میں جو جراثیم پھیلے ہوئے تھے اُن سے کیونکر محفوظ رہ سکتے تھے۔ سہ

وہ کون تھا جو خرابات میں خراب نہ تھا　　ہم آج پیر ہوئے کیا کبھی شباب نہ تھا

اس بدگمانی کی جرح و تعدیل اُن کے سوانح نگار کا فرض ہو ہمارے مقصود کے لیے شاعر کا یہ اقبالِ جُرم کافی ہو سہ

آگے میخانہ میں تھے پیر خرابات امیر　　اب چلے مسجد جامع کی امامت کرنے

چہ تھے۔ شاعران نامی کا شہر میں مجمع تھا اور مشاعرہ کی صحبتیں معاشرت کا جزو بن گئیں تھیں۔ قدیم صنائع و بدائع کی زبان میں یوں کہو کہ معاشرت اور مشاعرہ ایک ذات تھے صرف دو حرفوں کا اُلٹ پھیر تھا! شیخ ناسخ دنیا سے رخصت ہوچکے تھے۔ لیکن آتش۔ اسیر۔ وزیر۔ صبا۔ برق۔ رشک۔ بحر۔ اور انکے سیکڑوں شاگردوں نے لکھنؤ کو رشکِ شیراز و صفاہان بنا رکھا تھا۔ باکمال اساتذہ کے فیض تربیت سے شعرائے لکھنؤ بلبل ہزار داستان کی طرح چہکتے اور مشاعرے واہ واہ سبحان اللہ کے زمزموں سے گونجتے تھے۔ دو گھڑی کے لیے ان مجلسوں میں شریک ہونے والا شاعری کا ولولہ اور شعر فہمی کا ذوق دل میں لیکر آتا، اگر اصل جوہر میں قابلیت ہوئی تو اس فن شریف میں نام روشن کیا ورنہ چراغ ٹمٹما کر رہ گیا،

منشی امیر احمد مینا بازار میں رہتے اور فرنگی محل میں تعلیم پاتے تھے ان کے[1]

---

[1] حاشیہ صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ ہو۔

اردگرد جوہریان سخن کی ٹکسال تھی، جہان دن رات زبان محاورات، خیالات اور معاملات کا کھوٹا کھرا پرکھا جاتا تھا۔ استاد و شاگرد ہم سبق و ہم مکتب ہمعصر وہم صحبت سب ہی شہریاران زبان و بیان کے حلقہ بگوش تھے،

مینے نے ہوش سنبھالا آنکھین کھولین تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زباندان سرزمین سخن کے قرابتدار انہین ہین صحبتون مین اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اسی زمانہ مین یہ آرزو پیدا ہوئی اور بڑھکر بیچین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوے موتیون کی ایک خوشنما لڑی بناؤن،،

غرض چارون طرف کی تند و پرشور ہوائین دلسوز باپ کی نصیحت خس و خاشاک کی طرح اڑا لیگئین۔ شاعری کی آگ بھڑکتی ہی گئی اور اگر حضرت ثاقب کی روداد کے مطابق متذکرۂ بالا فہمایش پندرہ سال کی عمر مین کی گئی تھی تو یقیناً بے سود ثابت ہوئی کیونکہ چار پانچ سال کے بعد منشی امیر احمد مینائی خاصے شاعر ہوچکے تھے اور تدبیر الدولہ مدبر الملک بہادر جنگ میر مظفر علی خان صاحب اسیر کے ارشد تلامذہ مین شمار کیے جاتے تھے،

منشی صاحب نے ترک صبا۔ وزیر کو چھوڑکر اسیر کی شاگردی کیون اختیار کی؟ یہ ایک معما ہے جس کا کوئی تسکین بخش حل اس وقت دریافت نہین ہوسکتا

---

[1] میرانیس کا قدیم مکان جو محلہ بھپتی یا شیدیون کے احاطہ مین بتایا جاتا ہی یہان سے قریب تھا بلکہ بیشتر اراکین ریاست اور شرفا کے مکانات شہر کے اسی حصہ مین تھے۔ شاہ مینا کی درگاہ سے آصف الدولہ کے امام باڑہ اور گومتی کے کنارہ تک سب محل ہی محل تھے آج میڈیکل کالج ہی اور وکٹوریہ پارک یکل ممکن ہی کہ یہ بھی نہو،

[illegible] صفحہ (۱۱۱)

[2] دیباچہ امیر اللغات۔ جلد اوّل،

اسیر امیٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور امیر کے بعض قصبات لکھنؤ سے خاندانی تعلقات تھے۔ شاید مراسم آبائی کی بنیاد پر اسیر کی شاگردی سہل الحصول معلوم ہوئی ہو۔ اسیر علم عروض و قافیہ میں یکتائے روزگار اور غزل گوئی میں ایک طرز خاص کے مالک تھے۔ ناسخ کے بنائے ہوئے قالب میں مصحفی کی تاثیر ڈالنا چاہتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

خدا جانے یہ کس کی جلوہ گاہ ناز ہے دنیا
بہت آگے گئے رونق وہی باقی ہے محفل کی

ممکن ہے کہ اسی اعتبار سے اسیر کا مرتبہ تمام ہمعصر اساتذہ سے بلند تر نظر آیا ہو اور وہ غور و تامل کے بعد اسیر کے شاگرد ہوئے ہوں۔ بہر حال یہ مسلم ہے کہ کسی غیر کے تعارف و سفارش کی حاجت نہیں ہوئی۔ منشی صاحب نے خود ہی اپنا کلام اصلاح کے لیے استاد کے روبرو پیش کیا۔ انھوں نے استاد سے بہت زیادہ شہرت پائی لیکن سعادت مندی سے اس گستاخی کی کبھی جرأت نہیں کی کہ

"ز ادب ضائب خموشم ورنہ در بہر دادئے رتبہ شاگردی من نیست استاد مرا"

بلکہ استادزادوں کی بھی تعظیم و تکریم کرتے رہے۔ فرماتے ہیں ؎

کیا ہے نام کیا استاد کا روشن خدا رکھے
امیر استادزادوں پر ہم اپنے فخر کرتے ہیں

اسیر نے بھی اپنے راسخ العقیدہ شاگرد کی تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور شروع ہی سے ان کی غزلوں پر خاص توجہ سے اصلاح دیتے تھے مثلاً امیر کے ابتدائی کلام میں ایک شعر[1] تھا ؎

غضب داغ تو نے دیے اے فلک کلیجا گل نیلوفر ہو گیا

---

[1] از مشاطۂ سخن مولفہ صفدر مرزاپوری۔ صفحہ ۳۷

کلیجہ کے گل نیلوفر ہونے کا کافی ثبوت نہ تھا۔ استاد نے یوں اصلاح دی

غضب چٹکیاں ہیں تری اے فلک
کلیجا گل نیلوفر ہو گیا

افسوس ہے امیر الشعرا کی زندگی میں اس قسم کے اصلاحات جمع کرنیکی کوشش نہیں کی گئی یہ جواہر ریزے تلف ہو گئے ورنہ یہ قیمتی سرمایہ آج ادب کی سرکار میں لعلِ شب چراغ سے زیادہ گران بہا ہوتا،

حضرت تدبیر الدولہ نے ہونہار شاگرد کی تربیت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کی فارغ البالی اور ازدیاد مراتب کے لیے بھی تدبیر کرتے تھے، واجد علی شاہ کے دور میں اُن کو عروج ہوا اور وہ خطاب سے سرفراز ہوئے تو شاگرد کو بھی اس دربار کی حاضری نصیب ہوئی جسکی شان میں مشرقی طرزِ حکومت کا ایک شیدائی کہتا ہے،

راجہ اندر کا اکھاڑا صحبت اقدس ہے برق　　نام رکھا ہے پرستان بزمِ عشرت گاہ کا

اودھ کی دولت "مستعجل" کے خاتم "ابو المنصور ناصر الدین سکندر جاہ سلطان عالم واجد علی شاہ" المتخلص بہ اختر پچیس سال کی عمر میں ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ کو تخت نشین ہوئے۔ ہنرمند اور ہنر پرور فنون لطیفہ میں کامل اور ارباب کمال کے جوہر شناس تھے شعر و سخن سے ذوق اور موسیقی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ تقریباً آٹھ سال تک ایسا جشن منایا کہ محمد شاہ رنگیلے کی عیش و عشرت داستان پارینہ بنا دی "سلطان عالم کی جگہ "رنگیلے پیا جان عالم" کے لقب سے حیات جاوید پائی۔ اپنے تخلص کی رعایت سے لکھنؤ کو اختر نگر کا دل پسند نام مرحمت فرمایا۔ دن عید اور رات شبرات تھی، ع

روغن کے بدلے عطر جلایا چراغ میں

سیکڑوں طرحدار نازک اندام ماہوش محشر خرام رقّاص فراہم کیے، اُن کے قیام گاہ کے لیے قیصر باغ کی مینو سواد عمارت بنوائی جسکا کچھ حصّہ ابھی تک اپنے بانی "بالم" کی اولوالعزمی پر فاتحہ خوانی کر رہا ہے۔ یہاں "عزالہ ماہرو کرشن لیلا اور اندر سبھا کے تماشے ہوتے تھے۔ جانِ عالم راجہ اندر بنکر پرستان کے تخت پر جلوس فرماتے ؎

مزا راگ کا ناچ کا شوق ہے   فقیروں سے مجھ کو بہت ذوق ہے

پریوں کے ہوائی تخت آتے اور رقص و سرود کا وہ سماں بندھتا کہ زہرۂ فلک بھی انگشت حیرت دردہان کی تصویر بنجاتے۔

ہر سال اس تفریح گاہ میں ایک میلہ ہوتا جسمیں اہل شہر کو گیروے کپڑے پہنکر شریک ہونے کی اجازت تھی جو خوش نصیب ایک ساعت کے لیے اس جنت ارضی کی زیارت سے بہرہ مند ہوتا وہ باطنی فدائیوں کی طرح سال بھر یہاں کے زاہد فریب جلوے یاد رکھتا اور ایام مہجوری ہنس سر دھنتا تھا۔ عاشق مزاجوں کی ٹولی میں مہینوں سے اس میلہ کے وعدے ہوا کرتے اور جب مبارک دن آتا تو عشق و محبت کی روحیں فقیرانہ صورتیں بنائے بارگاہ حسن و جمال کے آستانہ پر نہایت ادب و احترام سے مجرے اور سلام کو حاضر ہوتیں میلہ کی بہترین نمائیش یہ تھی کہ بادشاہ جابجا باغ کے کسی گوشہ میں پوشیدہ ہو جاتے پریاں جوگنوں کے بھیس میں بن بن جاتی ہوئی اُن کی تلاش کو نکلتیں وہ کپڑے بھی رنگے جوگن بھی بنی در در میں پھرتی سیاں کے لیے، جن پاکباز دوں نے یہ تو بہ شکن ہنگامے چشم ظاہر سے دیکھے اور ہوش و خرد سے بیگانہ نہیں ہوے اُن کے ظرف تحمل پر صدہا ہزار آفرین سیہ کار کاتب کا قلم تو اس نظارہ کے تصور ہی سے بد مست ہوتا اور دم تحریر لغزش کرتا ہے ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں!!

سلہ مثنوی دریائے تعشق واجد علی شاہ کی تصنیف ہو اور اسی میں عزالہ ماہرو کا قصہ نظم کیا گیا ہو۔

کسکے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ مین | چاندنی ہے سایۂ دیوار قیصر باغ مین
فی الحقیقت یہ بھی کم گلزار جنت سے نہین | حورین پھرتی ہین سر بازار قیصر باغ مین
موجۂ مے کی نسیم صبح مین تاثیر ہے | بے صبوحی مست ہین ہشیار قیصر باغ مین
یاد اُن کا یان ذکر کیا صاف ہے ایسی زمین | دل پھسلتے ہین دم رفتار قیصر باغ مین
تشنگان شوق ہین شیرین لبون کے میہمان | بٹ رہا ہے شربت دیدار قیصر باغ مین
اے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہو | لائیگا نخل تمنا بار قیصر باغ مین
دور ہونگی کلفتین مٹ جائینگی سب کاہشین | لالہ ہے بیداغ۔ گل بیخار قیصر باغ مین

سایۂ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہے اے امیر
بیٹھ زیر سایۂ دیوار قیصر باغ مین

اس محبت بیز عشق ریز سرکار تک منشی امیر احمد کی رسائی ۱۲۶۹ھ مین ہوئی دو کتابین ارشاد السلطان اور ہدایت السلطان تصنیف کرکے حضور اقدس مین گذرانین اور خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوئے۔ ان کتابون مین کیا مضمون تھا؟ آج اسکا بتلانیوالا کوئی نہین! السلطنت کے ساتھ کتب خانہ شاہی بھی بھولا ہوا خواب ہوگیا نہ شاعر ہے نہ شاہ۔ کتابون کا نام صفحۂ قرطاس پر باقی ہے۔ مندرجۂ ذیل غزل اسی عہد کی یادگار ہے گم شدہ تصنیفات کا بھی غالباً یہی رنگ ہوگا۔

کیون نہ موسی کو خطر ہو شوق برق طور مین | مشکلین پڑتی ہین سالک کو حجاب نور مین
ہم ہون یا موسی ہون کوئی دیکھ سکتا ہے اسے | پردے حیرت کے پڑے ہین جلوہ گاہ طور مین
حوصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ معراج ہے | دار بھی ہے شاخ سدرہ دیدۂ منصور مین
منزل مقصود کی مستون کو دکھلاتی ہے راہ | خضر بن بیٹھی ہے سبزی دانۂ انگور مین

ہے اگر گردون مخالف غم نہین مجھکو امیر
ہون مین ظل دامن شاہ ابوالمنصور مین

اس دورِ عشرت میں شہر کی معاشرت کا فوٹو دیکھنا ہو تو منشی صاحب کے واسوخت[^۵] ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں کے رسوم و آداب۔ اندازِ مجلس۔ سامانِ آرایش عیش و نشاط۔ طرزِ گفتگو کی بولتی چالتی تصویریں نظر آئیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ "واسوخت اُردو" اخترنگر کے شباب کا ایک سچا فسانہ ہے، معشوق کے دل سے غبارِ ملال دور ہوا اور اپنے چاہنے والے کے گھر واپس آیا تو سہ

رتجگے کے لیے سامان منگائے کیا کیا | کونڈے شیرینی کے بازار سے آئے کیا کیا
صدقِ نیت سے فقیر اُس نے کھلائے کیا کیا | گل شہیدوں کے مزاروں پہ چڑھائے کیا کیا

روشنی اُس نے بڑی حنانہ اللہ میں کی
حاضری حضرتِ عباس کی درگاہ میں کی

"شکایت رنجش" کی بابت بچپن میں بزرگوں سے سنی ہوئی روایت ہنوز کانوں میں گونجتی ہے کہ یہ کسی کی آپ بیتی کہانی ہے

شاعر کے کشورِ دل میں خسروِ عشق جہاندار ہو | کسی پریوش کی تصویر دیکھ کر سینہ داغدار ہو
اک درویشِ حق آگاہ کو ان کے حالِ زار پر رحم آیا۔
لکھ کے تعویذ بھی اک باندھ دیا بازو پر | ہنس کے فرمایا کہ جا تیری شبِ غم ہے سحر

اسی شب کو ایک ہوائی تخت نازل ہوا اور صاحبِ تصویر بے امداد غیرے شاعر کے محل میں داخل ہو گیا۔ معشوق پردہ نشین تھا ایک دن اُس کو اُداس پا کے عرض کی کہ

زلیست ہنس بول کے کاٹو گل و بلبل کی طرح

[^۵]: عاشقوں سے پوچھیے۔ بچھڑوں کا ملا دینا الا صرف حق آگاہ "ہی نہیں بلکہ جن کا ہاتھ الٹ فقیر کی ہو، معشوق کی گھر واپسی سے ایسی سیری و صبارفتاری میں ہوائی تخت کو کیا نسبت!

سرِ رہِ راستہ یار می گوید | سرو چہ نسبت تا نراشیدہ

ہ یہ واسوخت تیار ہے اور عمر بین انوار المطابع سے مل سکتا ہے

دوستانہ جو یہ ترکیب اُسے سمجھائی	شغل پیدا ہوا ورنہ تھی طبیعت آئی
سیتی عمر سے ہوئی نہ نظر زیبائی	گو جہ ظرافت میں شانے نے رسائی پائی

شوق نغموں کا ہوا شغل طبیعت کے لیے
عورتیں چند ملازم ہوئیں خدمت کے لیے

روز تجویز ہوئی رقص و غنا کی محفل	نام اس بزم کا رکھا گیا عشرت منزل
آگیا گانے بجانے کی طرف ایسا دل	کہ ملازم ہوئے اس علم کے اکثر کامل

حاضر بزم ہوئے شہر کے گانے والے
اچھے اچھے ہوئے موجود بجانے والے

ناچنے والیوں نے دھوم مچائی آ کر	کہ ہوا چار طرف بزم میں شور محشر
تیوریاں ایسی چڑھیں اُن سے رخ شمس و قمر	نیچی آنکھیں ہوئیں شرمندہ ہوا شاہد تر

اُٹھ گیا ہاتھ جدھر اک نئی آفت آئی
پاؤں کی ٹھوکروں سے گر دیا مستانی

ایسے نقال کہ دیکھے نہ سنے آج تلک	تالیوں کی وہ صدا افلاک پہ پہنچی دستک
گہ کمر میں تھی لچک گاہ تھی اعضا میں پھڑک	گہ جوان گاہ بنے پیر کبھی دم کودک

کبھی زاہد کبھی میخوار بنے تیزی سے
زعفران زار ہوئی بزم طرب خیزی سے

دوپہر رات گئے تک تو یہ جلسے اکثر	بعد ازاں مشغلہ بادہ و دور ساغر
ہمنشیں پہنے ہوئے گوہر مرصع زیور	جو سب نشہ میں جامے سے سراپا باہر

شان جام مے گلگوں میں گل خنداں کی
قلقل شیشہ صدا بلبل خوش الحاں کی

رندانہ ایسے جو ہوئے آکے شریک صحبت	بدلی اُنکی بھی طبیعت نہ رہی وہ نیت

بندھ گئے اور ہی سامان کہاں کی غیرت　　دل نے چاہا کہ کوئی اور بھی نکلے صورت

وہ بھی پینے لگے جلسوں میں پیالے کیا کیا

رنگ میں رنگ ملا رنگ نکالے کیا کیا

ہمنشینوں سے یہ کہنا کہ کہو رنگ جہاں　　کون اس باغ میں گل کس کا ہے [illegible]

شہر میں کتنے حسین عشق کا چرچا ہے کہاں　　کون کس پر ہے فدا کون ہے کس پر قربان

ہمنشینوں کا یہ کہنا کہ کہے کیا کوئی

آپ ہی آپ ہیں بس آپ ہیں ایسا کوئی

ہنس کے کہنا کہ نہیں جھوٹ بناتے ہو ہمیں　　فقرے دیتے ہو یہ فقرے ہم کو سناتے ہو ہمیں

باندھتی ہے جو ہوا تم کو اڑاتے ہو ہمیں　　ذرّے ہیں مہر جہاں تاب بناتے ہو ہمیں

تجھ سے سیمیں بدن ماہ جبیں ہونگے بہت

کارخانہ ہے خدا کا حسین ہونگے بہت

ہمنشینوں کا یہ کہنا انھیں قرآن کی قسم　　جھوٹ کہتے ہوں اگر آنکھوں سے معذور ہوں ہم

ہیں تو دو چار حسین اور بھی پر آپ سے کم　　سامنے آئیں تو گردن ہو ابھی شرم سے خم

روبرو چاند کے تاروں میں صباحت توبہ

مہر کے سامنے ذرّوں کی حقیقت - توبہ!

اُن کا کہنا کہ اگر راست تمہارا ہے کلام　　سبب اس کا تو بتاؤ ہے تعجب کا مقام

حسن میں انکے ہیں شہرے صفت ماہ تمام　　جانتا بھی نہیں اپنا تو کوئی شہر میں نام

ایسے ہوتے ہم اگر نامہ و پیغام آتے

سیکڑوں دیکھنے کو عاشق بدنام آتے

ہمنشینوں کی یہ تقریر کہ ہو عفو قصور　　کس نے دیکھا ہے کبھی گھر سے نکلتے ہیں حضور

گھر میں روزن ہو تو باہر سے عیاں شمع کا نور　　آجتک پردہ نشین آپ ہیں چشم بد دور

ہون مسیحا سے جو آگاہ تو بیمار آئین
آئے بازار مین یوسف تو خریدار آئین

چاند نکلے تو اُسے دیکھ کے ٹکڑے ہو کتان — رُخِ خورشید ہو بے پردہ تو ذرّے ہون عیان
شمع روشن ہو تو پروانے ہون اسیر [illegible] — بلبلین خندۂ گل دیکھین تو ہون گرمِ فغان
عشق قمری کو ہو بے سروِ گلستان کیونکر
ابر پیدا نہین طاؤس ہو رقصان کیونکر

(مصاحبون کا یہ نسخہ کارگر ہوا۔ معشوق کو اظہارِ حسن و جمال کا شوق پیدا ہوا
پھر کیا دیر تھی۔

کسی عاشق کا خطِ شوق سرِ شام آیا — صبح پیدا جو ہوئی اور کا پیغام آیا

اب شاعر صاحب بہت پریشان ہوئے۔ احباب نے آ کر معشوق کے
ہرجائی پن کی داستانین سُنانا شروع کین ایک صاحب بولے مین نے ایک
مجلس مین سب پاس دیکھا ہے۔ شاعر کو یقین نہین آیا)

مین نے اُن سے یہ کہا تم جو یہ کہتے ہو بیان — دیدہ ہے یا یہ شنیدہ ہے یقین ہے کہ گمان
اپنے نزدیک تو ایسا نہین وہ راحتِ جان — نہین آتا ہے کسی طرح یقین لیکن ہان
شمعِ محفل مین نظر آئے ابھی تو جانین
ہم کو آنکھون سے دکھا دو جو کبھی تو جانین

مین [illegible] ہوا [illegible] صحبت [illegible] تمام — ایک دن آ گئے میرے گھر پہ وہ ملکہ سرِ شام
وہی [illegible] آئے [illegible] ہے تجلّت کا اہتمام — دیکھیے سیر کہ ہین تنگ دستہ گل اندام
خوبرو جشن مین نزدیک سے اور دور کے ہین
نور کی بزم ہے سب جلوہ نشین نور کے ہین

الغرض پہونچے جو دان نور کا سامان دیکھا　　جسکو ایوان فلک کہیئے وہ ایوان دیکھا
گل نظر آئے تماشائے گلستان دیکھا　　آنکھ حورون پہ پڑی روضۂ رضوان دیکھا

فرش تا در زری و اطلس و کمخواب کا تھا
ہر جگہ نور عیان چادر مہتاب کا تھا

چاندنی پھیلی ہوئی بیٹھے ہوئے ماہ جبین
جھاڑ فانوس یہان تک کہ شمار انکا نہین
مشک عنبر سے مہکتی ہوئی محفل کی زمین
ایک شاہزادۂ آفاق وہان صدر نشین

شاہزادے کئی مسند کے کنارے دیکھے
پاس مہتاب کے دو چار ستارے دیکھے

چلمنین نور کی چھوٹی تھین درون مین تا باب
انمین تھے ایسے حسین جنپہ تصدق تھا شباب
صاف چلمن سے عیان زیور و ملبوس کی تاب
بزم مہکی ہوئی خوشبو سے کہ چہرے تھے گلاب

نکہت زلف رسا مشک فشان ہوتی تھی
مشک کی بو کہین پردہ نشین نہان ہوتی تھی

چلمنون تک تو کسی کی تھی رسائی معلوم
رفتہ رفتہ یہ بندھا رنگ کہ چمکے مقسوم
سامنے ہونے لگی رقص و غنا کی جب دھوم
چار جانب سے ہوا اہل تماشا کا ہجوم

الغرض ہم بھی بڑی دیر مین اس جا پہونچے
مجمع عام مین چلمن کے قرین جا پہونچے

سب کی نظرون سے نہان یا غمین جسطرح کہ بو
فاش پردہ نہ کہین ہو یہ بچا یا پہلو
آنکھ چلمن کی طرف سے نہ ہٹی پر سر مو
خوب دیکھا تو ہوئی نخل تمنا کی نمو

دور سے اس رخ روشن کی جھلک سی دیکھی
ہنسنے مین گوہر دندان کی چمک سی دیکھی

ایک نقال نے اُس وقت جو کی نقل عجیب　　قہقہہ مار کے چلمن مین ہنسا تب وہ حبیب

پہونچی اُس شوخ کی آواز جو کانون کے قریب   ہو گیا دل کو یقین ہو یہی ہی اے نصیب

کان سنتے مین جو آواز کو پہچان گئے
وہی خورشید ہو اس ابر مین ہم جان گئے

شاعر صاحب بزار خرابی اپنے مکان تک واپس پہونچے۔ صبح کے وقت وہ پری جمال بھی آیا۔ ان کو اُداس دیکھ کر حال پوچھنے لگا۔ شاعر نے جواب دیا سے

ابر غم خاطر ناشاد پہ جو چھایا ہے   ایک احوال گذشتہ ہمین یاد آیا ہے،

معشوق کے اصرار پر حال بیان کیا کہ کسی زمانہ مین ایک حسین سے ملاقات تھی ہم اسکو بہت باوفا سمجھتے تھے۔

ہم جو سمجھے تھے حقیقت ہو غلط تھا وہ گمان   ایک محفل مین جو اک روز گئے ہم مہمان

کئی شاہزادے تھے ان زیب صدا مکان   چلمنین کچھ کہ مکین اسمین حسینان جہان

جا کے جب غور سے چلمن کے برابر دیکھا
اُسی بے پردہ کو اُس پردہ کے اندر دیکھا

یہ حکایت جو کہی ہمنے تو وہ غیرت ماہ   ایک ہشیار تھا سمجھا کہ یہ کچھ اور ہی راہ

زرک سا پہلے تو پھر ہنسکے کہا اُس نے کہ واہ   کیا تمہیں آپکی باتون پہ ہنسی ماشاء اللہ

بدگمانی ہوئی کچھ قدر نہ جانی میری
خوب سمجھا مین کہی تمنے کہانی میری

تمنے اس وقت سنایا جو فسانہ سچ ہے   میہمان آپ کا اس بزم مین جانا سچ ہے

پیچھے چلمن کے وہان مجھکو بھی پایا سچ ہے   جھوٹ پھر جھوٹ ہی سچ مین نے بھی مانا سچ ہے

چشم انصاف مین یہ خس خاشاک نہین
پاکدامن ہو جو انسان تو کچھ باک نہین

لو سنو صاف نشانہ ہمین اسکو کوئی پتہ کا مقام   جھوٹی باتون کا بنانا کسی جھوٹے کا ہے کام

وہ مرا گھر ہے جہاں آپ گئے تھے سر شام   میر کے بھائی تھے وہ شہزادے سے پُر راست کلام

دخل بیگانوں کا اُس گھر میں کسی طور نہ تھا
سب یگانے ہی یگانے تھے کوئی اور نہ تھا

یک بیک آگئی قسمت جو ہوئی تھی یاور   دفعتہً تخت وہ اُترا تھا لب بام آکر
اس سبب سے تمہیں معلوم نہ تھا میرا گھر   بھائیوں سے میرے واقف تھے نہ بہنوں سے خبر

میری بہنوں سے سوا دور پری خانہ نہ تھا
بھائیوں سے مرے آباد وہ کاشانہ نہ تھا

قصہ مختصر جان عالم کی سی ہنرور اور شاعر گر سرکار اسیر کا سا مشاق رہبر شباب کی امنگ۔ جوانی کا جوش اور قیصر باغ کے جلسے!! چند ہی روز میں دیوان تیار ہو گیا جس کا نام کہا جاتا ہے کہ "غیرت بہارستان" تھا اس میں شاعروں کی طرحی غزلیں شاہ اودھ کی شان میں قصائد اور مختلف تضمین تخمیس ۔ اور اس کو خوشنویس سے لکھوا کر مطلا اور مذہب کرایا تھا۔ غدر ۱۸۵۷ء میں تلف ہو گیا۔ مگر محض اپنی یاد سے کام لیا اور کچھ پھر موزوں کیا کہ مرات الغیب کی صورت بندھ گئی گو اس انتخاب میں بہت سے اشعار وہ ہیں جو وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد رہ گئے تاہم ہزارہا شعر ضائع ہو گئے۔ چنانچہ وہ اکثر فرماتے ہیں ؎

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا امیر
یاد رہنے کے نہ قابل ہو تو کیا یاد رہے

مجموعہ مکتوبات مرتبہ حضرت ثاقب کے پہلے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعہ سنی عمر کی شوخی طبع کا نتیجہ

مجھ کو حقہ دیکھے تا لا غیر کو بوسہ دیا   دیکھتا تھا اور سے وہ بانداز نئے طور کو
حقہ کس کا دیا اسکو ذرا انصاف کر   دو دے جانا تنگ جانا اسے لیے وہ اور کو

سلہ مکتوب مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۹۸ء بنام سید محمد نوح کے نام۔ مجموعہ خطوط مرتبہ ثاقب
سلہ مکتوب مورخہ ۲۲ جون ۱۸۹۳ء منشی ... کے نام مجموعہ خطوط مرتبہ ثاقب

پروانوں کو شمع کی صحبت ایک ہی ساعت کے لیے میسر آتی ہے، شبنم کو گلوں
میں رہنا رات ہی بھر نصیب ہوتا ہے، چاندنی چار ہی دن کی مہمان ہے۔ ہر نشہ کے
بعد خمار، ہر بہار کے بعد خزاں اور ہر کمال کے بعد زوال ہے۔ دنیا کے مستمرہ قاعدہ کے
مطابق قیصر باغ کا کھیل بگڑا۔ اور جلد بگڑا "رفت گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد"
اختر نگر کا سہاگ اجڑا۔ جان عالم ۱۲۷۲ھ میں سلطنت سے معزول ہو کر کلکتہ پہونچے

ہوں شاہ اودھ نام واجد علی ۔۔۔ مگر ایک تعبیر ہے خواب کی

صحبت عیش پراگندہ ہو گئی۔ اہل کمال کا شیرازہ بکھر گیا اور لکھنؤ جو کبھی حسن آباد عشق منزل اختر نگر
تھا ایک ویران اور سنسان ماتم کدہ بن گیا ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ۔۔۔ اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

جو شاعر پہلے نغمہ سنج تھا کہ ؎

کہاں ہونگی امیر ایسی ادائیں حور و غلمان میں ۔۔۔ رہیگا خلد میں بھی یاد ہم کو لکھنؤ برسوں

اب بصد درد و حسرت کہتا ہے ؎

ہے لکھنؤ کی جان تو کلکتہ میں امیر ۔۔۔ خاک آئے میری آنکھوں کو اب لکھنؤ پسند

منشی امیر احمد کو کچھ عرصے کے بعد دوبارہ راحت و آسایش میسر ہوئی اور انکے
گلستان عیش میں از سر نو بہار آئی، لیکن قیصر باغ کے جلسے تمام عمر فراموش نہ ہو سکے
جب کبھی لکھنؤ کا ذکر آتا تو ٹھنڈی سانسیں بھرتے اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا
آتے تھے ؎

امیر افسردہ ہو کر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے
وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہیں

---

(۱) کہاں وہ اہل وطن کی صحبت دلوں کو جن سے ہوئی ہو تقویت ۔۔۔ کسی کسی کی ہے یاد صورت خیال کچھ کچھ کہیں کہیں کا

اک عمر ہوگئی کہ اقامت سفر مین ہے — نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر مین ہے

سلطنت کی تباہی اور جہان پناہ کی جدائی کا غم و اندوہ ابھی تازہ ہی تھا کہ غدر کا فساد برپا ہوا جس نے لکھنؤ کے سر سے رنڈاپے کی چادر بھی اتار لی شہر ویران اہل شہر اندر بیابان!! مکانات کھد گئے اور اینٹ سے اینٹ بج گئی،

گھر کھدنے کی تو پوچھو نہ مصیبت ہم سے — روتی ہر اینٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہو کر — یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

غدر[۲] مین دولت تلف ہوئی جانین بھی سیکڑون ضایع ہوئین۔ یہ تو آفاقی کیفیت تھی مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ غارتگرون نے ہمتین بھی لوٹ لین۔ صفات قدیمہ بھی خیر باد کہکر بدحواس ہوگئے۔ محبت کا نشان باقی نہ رہا۔ ہمدردی ڈھونڈھے سے بھی نہین ملتی۔ قوتین سلب ہوگئین۔ حافظے کام کے نہین رہے" [۳]

یون فارغ کئی زمانے سے — کبھی گویا جہان مین تھی ہی نہین

سب اہل کمال یکے بعد دیگرے شہر سے رخصت ہوئے اور منشی صاحب نے بھی کلیجہ پر پتھر رکھ کر وطن چھوڑا آبائی تعلقات کی بنا پر عارضی طور سے کاکوری مین سکونت اختیار کی۔ یہان ہندوستان کے مشہور مداح رسول حضرت محسن کاکوروی کا ساتھ ہوا

---

[۱] مرآت الغیب۔ رباعیات

[۲] مکتوب مورخہ ۸ جنوری ۱۸۸۵ء طاہر فرخ آبادی کے نام مجموعہ خطوط مرتبہ حضرت ثاقب

[۳] واجب آمد چونکہ آمد نام او — شرح کردن رمزے از انعام او

محسن بن حسن بن حسین بن محمد علوی کاکوروی۔ ولادت ۱۲۴۲ھ وفات ۸ صفر ۱۳۲۳ھ شاگرد مولوی ہادی علی اشک لکھنوی۔ طفلی سے نعت گوئی کا ذوق تھا۔ کلیات نعت کئی بار شایع ہوکر قبولیت عام کی سند حاصل کرچکا ہے۔ تبرکاً ایک شعر نقل کیا جاتا ہے

عناصر کی یارب یہ توقیر ہو — کہ اس جوگھٹے اپنا یہ لفظ ہو

اور نعت گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت حسان ابن ثابت نے اُسی زمانہ میں ایک بلیغ قصیدہ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ کی شان میں "ابیاتِ نعت" کے نام سے تصنیف کیا تھا۔ منشی صاحب نے اس کی تضمین کی اور حقیقت یہ ہے کہ جیسا بلند رتبہ قصیدہ تھا ویسی ہی معرکہ کی تخمیس بھی ہوا۔ ابتدائی تین مصرعے آخری دو مصرعوں سے اس طرح پیوستہ ہوئے ہیں کہ امتیاز ہی نہیں ہوتا کہ یہ دو مختلف شعرا کے زورِ طبع کا نتیجہ ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تین مصرعے شاعر نے پہلے کہے اور اسکے بعد آخری دو مصرعے خود ضم کیے اور یہی تضمین کا کمال ہے۔ نمونہ کے لیے چند بند حاضر ہیں ؎

(تشبیب)

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پہ تاج ہے مد کا الف آوارگی کا صاف نقشہ ہے مرے قد کا
تجرد تختۂ اوّل ہے میری مشق بیحد کا مٹانا لوحِ دل سے نقش ناموس اب و جد کا
دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

(نعت)

مدینہ کی طرف جائیں کہ ہم کعبہ کا لیں رستہ نظر آتا ہے ان دونوں گھروں میں ایک ہی جلوہ
کہاں اب جبہ سائی کیجیے کچھ بن نہیں پڑتا ادھر کو کیجیے یا اس طرف بیت الحرم کو سجدہ
عجب مشکل ہے مضموں میرے مفہوم مردد کا

نبی ذی مرتبہ سب ہیں آپ لیکن سب سے ہیں برتر یہ برہان اپنے دعوے پر ہے کافی ای خرد پرور
صفی اللہ سے روح اللہ تک جتنے ہیں پیغمبر بلا اذن نبوت سب کو تھی مہر عمر کھونے پر
یہاں گھٹ جانے میں اسکے اعداد ہوتا ہے احمد کا

گھٹے اعداد میم[1] احمدی جب عمر حضرت سے نبی تو آپ سا تھے ہی بڑھ گیا پایہ نبوت کا

---

[1] میم کے عدد دیتا ہے ابجد چالیس ہیں۔ نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی تھی

ہوئے ہمنام باری بخت چمکا نور وحدت سے　　ہوا رتبے مین افزون قاف قلت کا ف کثرت سے
معما پا گئی چشم تامل صاد سے صد کا

بہت پر زور تھا ہر چند خامہ دست قدرت کا　　نہ تھا آسان لیکن کھینچنا محبوب کا نقشا
پس صد محو و اثبات ایک مدت مین کھینچا خاکا　　مٹا ڈالین بنا کر صورتین آدم سے تا عیسےٰ
تب آیا راست نقشہ کاک قدرت سے تری قد کا

(دعا)

قصیدہ ختم ہوتا ہے صلہ اس کا عنایت ہو　　اٹھاتا ہون دعا کو ہاتھ وا باب اجابت ہو
بغل مین یہ قصیدہ سر پہ اکلیل سعادت ہو　　ترے دربار مین ہر وقت رہنے کی اجازت ہو
مجھے سرکار سے خلعت ملے عیش مخلد کا

کرے ہنسا بیان ہیرے لیے ہر موج کوثر مین　　جگہ مجھکو ملے رشتہ کی صورت قصر گوہر مین
رقم ہو نام میرا دفتر خاصان داور مین　　فرشتے دیکھ کر مجھ کو کہین دیوان محشر مین
جگہ خالی کرو مداح آتا ہے محمد کا

یہ زمانہ منشی صاحب کیلیے سخت مصیبت کا تھا۔ بزرگون کی میراث لٹ گئی گھر کھد گیا۔ دیوان ضایع ہو گیا۔ خود تو ہنوز مجرد تھے لیکن برادر "مہربان تر از پدر" اور اُن کی خاتون کی آسایش و عافیت کی فکر دامنگیر تھی۔ شعر و سخن کا کوئی

ا۔ کرامت علی خان شہیدی شاگرد مصحفی نے بھی اسی زمین مین طبع آزمائی کی تھی حضرت محسن رح کا قصیدہ غالباً اسی کے جواب مین لکھا گیا تھا۔ اس قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہون ؎

طلوع روشنی جیسے نشان ہو شہ کی آمد کا　　ظہور حق کی حجت ہے جہان مین نور احمد کا
چمن پیرائے کن فرآش اُسکی بزم رنگین مین　　بہار آفرینش ایک بوٹا اس کی مسند کا
ادہر اللہ سے واصل اُدہر مخلوق مین شامل　　خواص اس برزخ کبریٰ مین ہے حرف مشدد کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ پر دیکھیے)

قدردان نہ تھا۔ کسب معاش کی ضرورت تھی اور کوئی جایز صورت قوت لایموت حاصل کرنیکی نظر نہین آتی تھی۔ غدر کے فرو ہونے اور اشتہار امن جاری

(بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۷)

پھر دسا ہر کسی کو اک حصارِ عافیت کا ہے — تجھے نام مبارک کا ہے ذوالقرنین کو سد کا
ہوئی ہی ہمت عالی مری معراج کی طالب — میسّر ہو طواف اے کاش مجھ کو تیرے مرقد کا
مدینہ کی زمین سکے گر نہ قابل ہو مرا لاشہ — کسی صحرا مین دان کے طعمہ ہون مین دام اور دد کا
تمنا ہے درختون پر ترے روضہ کے جا بیٹھے — نفس جسوقت ٹوٹے طائر روح مقیّد کا

کہا جاتا ہے کہ ان کی دعا قبول ہوئی ۱۲۵۵ھ مین جب فریضۂ حج ادا کرکے مدینہ منوّرہ جارہے تھے راستہ مین بیمار پڑگئے اور جسوقت اس مقام پر پہونچے جہان سے کعبۂ عشّاق نظر آتا ہے طائر روح مقیّد قفس عنصری سے آزاد ہوگیا۔ ایک مدت کے بعد حضرت امیر مینائی نے بھی اس مقبول قصیدہ کا جواب لکھا جسمین دعوی کیا ہے

کمی اُس سے نہین کی مینے بھی توصیف مشتاقین — شہیدی گو کہ موجد ہے اس آئین مجدد کا

اس قصیدے کے بھی چند شعر سنیئے:۔

ظہور آخر ہے اول انبیا سے نور احمد کا — بجا ہے گر لقب ہو اوّل و آخر محمد کا
نگینہ نامور کیا خاک ہو چرخ زبرجد کا — بنے نہ جبتک نہ اسمین ہیل بوٹا اسکی مسند کا
بلاؤن سے امان خلقت نے نور پاک سے پائی — ہے اب رہنا نہ رہنا ایک ذوالقرنین کی سد کا
وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظلّ خدا حضرت — جدا کرنا بہت دشوار تھا حرف مشدد کا
حوادث سے ہون امن کیون نہ جو ساکن ہین روضے کے — کہ بسم اللہ کا گنبد ہے گنبد اُن کے مرقد کا
نہ دولت کی تمنا ہے نہ حشمت کی ہوس مجھ کو — الٰہی عشق احمد کا الٰہی عشق احمد کا

شہیدی کا قصیدہ درد و تاثیر مین لاثانی ہے اور محسن کا بلاغت مین اوّل منشی امیر احمد کی طرف سے یہ معذرت ہے کہ:۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم — گہے بر پشت پاے خود نہ بینم

ہونے کے بعد تلاش روزگار کیلیے سفر کیا۔ ہمیر پور، مین پوری وغیرہ شہرون کی خاک چھانی
اسی زمانہ مین وہ واقعہ بھی پیش آیا جسکو حضرت ثاقب نے دیباچہ مکتوبات مین اپنے استاد
کے تورع، صلاح و تقوی کے ثبوت مین پیش کیا ہی یعنی منشی صاحب کے بعض مخلص
احباب نے اصرار کیا وہ انگریزی گورنمنٹ کی ملازمت قبول کرلین اور چونکہ اُسوقت
تک علما کے لیے صدر امین یا صدر الصدور ہونا ممکن تھا جج صاحب ضلع کو رضامند
کرلیا کہ وہ اُن کے لیے صدر امینی کی سفارش کرین اور جناب امیر کے درپے ہوے
کہ آپ کچہری چلکر جج صاحب سے مل لیجیے۔ اُستاد کو انکار شدید تھا مگر دوستون نے
نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ مین اس شرط پر چلتا ہون کہ عدالت مین پہونچکر جو آواز
سب سے پہلے میرے کان مین آئے گی اُس سے در باب اختیار و انکار ملازمت
تفاول کرون گا' احباب نے اسکو قبول کرلیا اور حضرت جی کو تشریف لے گئے
کچہری کے احاطہ مین داخل ہوے کہ سنا ایک چپراسی آواز دے رہا ہی کہ گیا دین حاضر ہے"
یہ سنکر اُستاد اُلٹے پاؤن واپس ہوے اور دوستان ہمراہی سے فرمایا کہ جس نوکری
مین دین گیا وہ ملازمت میرے بس کی نہین ہی"

دیر آید درست آید۔ شہنشاہ کونین کی مداحی کا صلہ کیونکر نہ ملتا؟ اختر بخت
عروج پر آیا، اور ترقی جاہ و مرتبت کے ظاہری اسباب پیدا ہوے کہ منشی مظفر علی
خان اسیر رامپور پہونچے اور وہان کے فرمان روا نواب یوسف علی خان ناظم
جو پہلے مومن و غالب سے اصلاح لیتے تھے اپنا کلام اسیر کو دکھانے لگے۔ رامپور
کی ریاست پہلے تو شاہان اودہ کی بخشی ہوئی ایک جاگیر تھی مگر غدر مین سرکار انگریزی
نے خیر خواہی کا صلہ عنایت فرما کر اُسکے اعزاز و مراتب مین توسیع کردی اور
ایک زرخیز جدید علاقہ مرحمت فرمایا۔ اب یہ جاگیر ادہر کے ایک ضلع کے برابر ہوگئی اور
نواب نے اپنے حسن انتظام و کفایت شعاری سے اُسکو بندیلکھنڈ اور مالوہ کی بعض

ریاستون کا ہمسر بنا دیا۔ نواب ناظم۔ زمانہ شناس۔ قدر شناس۔ جوہر شناس
صاحب دواوین اور شعر و سخن کے دلدادہ تھے دور دور سے صاحبان علم و
فضل و کمال کو طلب فرما کر جاہ و منصب سے سرفراز کرتے اور اپنی ریاست کی عزت
بڑھاتے تھے۔

ناظم منیر آئے یہاں ہم ہین قدر دان ۔۔۔ شرمندہ کیون ہو اپنے کمالون کے سامنے

منشی امیر احمد کے فضل و ہنر کی شہرت سمع مبارک تک پہونچی ۱۲۷۵ھ مین بڑے
اصرار سے رامپور طلب فرمایا عدالت العالیہ کا منصب افتا سپرد کیا اور قابلیت
کے جوہر دیکھکر مشورہ سخن بھی انھین سے کرنے لگے۔ عزت[1] کا خلعت اور اطمینان کا
سرمایہ نصیب ہوا لیکن قضایا سے دیوانی کے فیصلے کم فرصتی کی زنجیر مین جکڑے رکھتے تھے
اور اسپر طرہ ناظم کے سے کہنہ مشق کے کلام پر اصلاح !! اسی زمانہ مین تجرد کی پاتوتی
گم ہو گئی اور تاہل کی بیڑیاں پانون مین پڑین، شیخ وحید الزمان لکھنوی کی لڑکی سے
نکاح ہوا نسبت قبل از غدر لکھنؤ مین ہو چکی تھی اور تھوڑے ہی عرصہ مین صاحب اولاد
ہو گئے۔ فرائض منصبی کے علاوہ افکار خانہ داری کا ہجوم ہوا سخن گوئی کے لیے وقت
کم ملتا تھا تاہم "مرآت الغیب" مین کچھ کلام اس عہد کا شامل ہے مندرجہ ذیل غزل
جیسا کہ مقطع سے ثابت ہوتا ہے یقیناً اسی زمانہ کی یادگار ہے!

ذوق بادہ نوشی بڑھاتی ہے گھٹا برسات کی ۔۔۔ اور لے اڑتی ہے مستون کو ہوا برسات کی
اے پری اس فصل مین سرگرم آرایش نہو ۔۔۔ آگ تلوون مین لگا دے گی حنا برسات کی
ابر ہے دریا ہے سبزہ ساقی یار مطرب دختِ رز ۔۔۔ ہو سیہ سامان تو پھر دیکھیں فضا برسات کی
شیرۂ انگور کو کرتی ہے آب آتشین ۔۔۔ آگ پانی مین لگاتی ہے ہوا برسات کی
رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین نوعروسان چمن ۔۔۔ پتے پتے سے ٹپکتی ہے ادا برسات کی

---

[1] دیباچہ امیر اللغات جلد اول ۱۲

میکدے میں بلبلوں کے منھ سے اڑا جاتے ہیں سہاگ ۔ ہوش مستوں کے اڑاتی ہے ہوا برسات کی
ہو رہا ہے کوئلیں کوکیں پپیہے بول اٹھے ۔ وصل کے دن آ گئے فصل آئی کیا برسات کی
جب ڈوپٹا سادہ اوڑھا تم نے دھانی ہو گیا ۔ واہ کیا تاثیر رکھتی ہے ہوا برسات کی
ڈال کر جھولا چمن میں تم نے جب گایا ملار ۔ پینگ بڑھانے کے لیے آئی ہوا برسات کی
شوخیاں ہیں دختر رز کی کہ بجلی کی چمک ۔ بوتلیں ہیں مے کی یا کالی گھٹا برسات کی
زاہدوں کی توبہ ٹوٹی لڑکھڑایا پائے شیخ ۔ کچھ عجب مستانہ رنگ ہے ساقیا برسات کی
نونہالان چمن میں تھا کہاں یہ حسن اے امیر ۔ حضرت یوسف سے ہے ساری فضا برسات کی

واجد علی شاہی دور کی شاعری سے اتنا بلکہ کسی قدر رفیق ہو گیا ہے تصوف کا نشہ اتنا تیز نہیں ۔ لکھنؤ کا رنگ تخیل بدستور ہے لیکن اظہار جذبات کی طرف توجہ زیادہ ہو گئی ہے ۔

سنہ ۱۲۸۱ھ میں نواب کلب علی خاں مسند نشین ہوئے تو منشی امیر احمد کا ستارۂ اقبال معراج کمال کو پہونچا ، والی ریاست باضابطہ شاگرد اور بمنصب ملک الشعرائی سے سرفراز ۔ نواب بڑے علم دوست اور ہنر پرور تھے ۔ ہندوستان کے قریب قریب تمام سربرآوردہ شعرا ۔ علما ۔ اطبا ۔ حفاظ ۔ مشائخ ۔ خطاط ۔ داستان گو دارالریاست اقبال مان میں جمع تھے اور جس طرح آصف الدولہ اور اُن کے جانشینوں کے عہد میں دلی اُجڑ کر لکھنؤ آباد ہوا تھا ویسے ہی فردوس آشیان اور خلد آشیان کے دور میں لکھنؤ ویران ہو کر رام پور بسا ۔

نواب کلب علی خاں کو شعر و سخن میں انہماک اپنے والد عالی قدر سے کچھی زیادہ تھا ۔ کہا جاتا ہے کم و بیش چار سو شعرا نے نواب کے خوان کرم سے ذلہ ربائی کی جن میں سے بعض کی نمکخواری کا تیر شکوہ آبادی نے اپنے دلپسند انداز سے اشتہار دیا کہ مدتوں فراموش نہ ہوگا :-

مجمع شاعران نامی ہے — شاعری کی ہے گرم بازاری
بحر و منشی اسیر اور امیر — ہمسر انوری و مختاری
طبع پاک عروج و داغ سے ہے — منفعل ابر کی گہرباری
ہے جلال و حیا و شاغل سے — محفل نظم جادہ گرساری
مثنوی میں حیا و خواجہ بشیر — رونق شاعری و نثاری
بدر شادان و تمکین غنی ہر دم — رہتے ہیں مدح خوان سرکاری
فارسی گو نثار شیرازی — تر زبانی میں ابر آزاری
فن تاریخ میں رسا منصور — جان صاحب کی ریختی پیاری
سب سے بڑھکر منیر کو حاصل — بے کمالی و ہرزہ گفتاری

ان شعرا کے حالات و کلام سے آشنائی منظور ہو تو منشی امیر احمد کے تذکرۃ الشعرا کی ورق گردانی کیجیے جو اسی زمانہ میں مرتب کیا گیا اور چھپکر سرکار میں داخل ہوا۔" انتخاب یادگار اس کا تاریخی نام ہے۔ سنہ ۱۲۹۰ھ میں شایع ہوا۔ منشی صاحب کی انشاپردازی کا یہی پہلا ثمرہ ہے جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا۔ فسانۂ عجائب کی طرح مقفے اور مسجع عبارت ہے۔ مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی! مولوی صاحب خود اپنے شاگرد احسن اللہ خان ثاقب کو مکتوب مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۸ع میں لکھتے ہیں "حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں مجھ کو ایسی مداخلت ہے جیسی قلم کو دست کاتب میں" اور کچھ عرصے کے بعد یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۹ھ کو تحریر فرماتے ہیں کہ "بندہ پرور اس تذکرہ میں اگر کچھ محاسن ہوں تو ان کو آپ سے بہتر جانتے ہیں اور جو اس میں مجبوری قباحتیں ہیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہے مگر کیا کروں معذور تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہے آپ غور سے دیکھیں گے تو سمجھ جائیگا کہ مولف مجبور تھا" تاہم اس حیثیت سے کہ پچپن برس پہلے کی شعرا

کا نمونہ ہو کتاب پڑھنے کے قابل ہو اور اُسکی بدولت میر و مصحفی کی سنت ادا ہو گئی کہ اساتذہ سلف اپنے کلیات کے سوا ایک تذکرۃ الشعرا بھی یادگار چھوڑتے تھے،

قصہ مختصر کلب علی خان کا دور حکومت منشی صاحب کی فارغ البالی کا عہد زرین تھا خود[1] فرماتے ہین کہ آقا اور محسن شفیق اور عزیز۔ دوست اور قدر افزا۔ شاگرد و ہنر شناس کا میرے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ سوا میرے اور اُن کے کسی کو معلوم نہ تھا۔ ما[illegible] ماہوار تو تنخواہ وہ مجھکو دیا کرتے تھے اور ہر سال ختم سال پر چار پانچ ہزار روپیہ دیتے تھے اور اسطرح دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے اور مین اور خدا۔ بس اور کسی کو خبر نہوتی۔ یون پانچ چھ سو روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے جسمین بسر کرتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے کچھ مقروض ہو جاتا تو میری ناواقفی مین داین کو ادا کرکے دستاویز پھیر لیتے تھے پھر مجھے علم ہوتا تھا۔ جلوت کی ملاقات مین معلوم ہوتا تھا کہ ہم نوکر اور یہ آقا ہین مگر خلوت مین وہ برتاؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سچے احباب مین ہوتا ہے"

مین[2] اُس در پہ پہونچا جو ہے باب فیض — کھلے ہین اسی در پہ ابواب فیض
وہ کلب علی خان بہادر کا در — جو سارے رئیسون مین ہے نامور
یہ اُس در سے حاصل سعادت ہوئی — سوے نعت مائل طبیعت ہوئی
ہوئین نظم غزلین مخمس کہے — رباعی قصیدے مسدس کہے
ہوا ہو کوئی شعر شاید قبول — کہ اُس سے ہو عقبیٰ کی دولت حصول
الٰہی حقیقت مری کچھ نہین — مگر بندہ خاتم المرسلین
اس امید پر کی ہے نعت رسول — کہ شاید یہ طاعت کرے تو قبول

---

[1] مکتوب مورخہ ۱۹ رجولائی ۱۸۸۸ء مولوی مہدی حسن خان شاداب کے نام مجموعہ مکتوبات مرتبہ ثاقب ۱۲

[2] دیباچہ محامد خاتم النبیین ۱۲

منشی صاحب کی مثنویاں "نورِ تجلی" اور "ابرِ کرم" جنمیں اخلاق و معرفت کی حکایات
و روایات ہیں اسی زمانہ میں شائع ہوئیں۔ اُنکے لوح مزار پر صرف یہی لکھنا کافی
ہے کہ "محض[1] ثوابی ہیں" شاعری ایسی نہیں ہے کہ کسی کو پسند آسکے"

مسدسات "صبح ازل" "شام ابد" "لیلۃ القدر" "ذکر شاہِ انبیا" بھی
اسی عہد کی تصنیفات ہیں ان میں شاعر کا جوش و خروش اور اسکی مضمون آفرینی
دونوں قابل داد ہیں لیکن افسوس ہے بعض موضوع روایات ان میں شامل ہیں۔
نعتیہ غزلوں کا دیوان جو ۱۲۸۹ھ میں شائع ہوا اور جسکا تاریخی نام مجاہد خاتم النبیین
ہے اس لحاظ سے قابل تعریف ہے کہ نعت کا وہ مذموم طریقہ جسمیں شاعرانہ مبالغے کے ساتھ
دیگر انبیاء کرام کے جناب میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہوا اسکو چھوڑ کر نئی راہ نکالی ہے۔ سارا
دیوان صحت زبان و پختگی کلام کے جوہر سے مالامال ہے اگرچہ نہ غلام امام شہید کا سا
درد ہے نہ محسن کی سی بلاغت لیکن معترضین کا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ دیوان میں
تاثیر یا سوز و گداز کا کہیں پتہ نہیں ہے"

۱۸۸۵ء میں نواب کلب علی خان عازم زیارت حرمین شریفین ہوئے
اور اپنے بیشتر ملازمین و متوسلین کو ہمراہ لے گئے۔ منشی صاحب اسوقت صاحب
فراش عارضۂ خناق میں گرفتار تھے۔ اسوجہ سے سعادت حج و زیارت سے
محروم رہے۔ اس بدنصیبی کو یاد کیے اور یہ اشعار پڑھے،

جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں — حسرت آتی ہے یہ پہونچا میں رہا جاتا ہوں
المدد المدد اے شافع روزِ محشر — بوجھ بھاری ہے گناہوں کا دبا جاتا ہوں
ہے زیارت پہ فقط عشق سے افاقہ ہو فوت — آپ آتے ہیں تو میں آپ میں آجاتا ہوں
دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے مجھ میں طاقت — شوق کھینچے لیے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

---

[1] مکتوب مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۸۵ء حضرت ثاقب کے نام مجموعہ مکتوبات مرتبہ ثاقب ۱۲

قافلے والے چلے جاتے ہیں آگے آگے — مددائے شوق کہ پیچھے میں رہا جاتا ہوں
فیض مولا سے ابھی صبر کی طاقت ہے امیر — جو کڑی سامنے آتی ہے اٹھا جاتا ہوں

(۰)

لیچل لے شوق سوئے روضۂ مولا مجھکو — مدتوں سے ہے زیارت کی تمنا مجھکو
سر ہو اور سنگ در شاہ ہو تا آخر عمر — جب سے پیدا میں ہوا ہے یہی سودا مجھکو
جان قالب میں نہیں درد جدائی کے سبب — زندہ ہو جاؤں جو مل جائے مسیحا مجھکو
شومیٔ بخت ہے قریب نہ چلوں اب جو امیر — سارے اسباب سفر کے ہیں مہیا مجھکو

(۰)

یا نبی ہند میں ہم ٹھوکریں کھائیں کب تک — دیکھیئے آپ مدینہ میں بلائیں کب تک
اشک غم رک نہیں سکتے ہیں کہاں تک روکیں — درد دل چھپ نہیں سکتا ہے چھپائیں کب تک
کیجیئے وعدہ بلانے کا کہ اب تاب نہیں — کہیئے بدلیں گی مخالف یہ ہوائیں کب تک

(۰)

بلاؤ جلد مدینے میں ہے امیر کو خوف — کہیں نہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے

(۰)

منشی صاحب کے چھ واسوخت "شکایات رنجش" "غبار طبع" "حسد اغیار" "صفیر آتش باز" "بانگ اضطرار" "واسوخت اردو" مطبع نولکشور لکھنو نے سنہ ۱۲۸۷ھ میں شایع کیے اور اسی مجموعہ نے پہلی بار امیر کی شہرت کا ہندوستان کے ہر گوشہ میں ڈنکا بجایا۔ یہ واسوخت واجد علی شاہی عہد کی شاعری کا بہترین نمونہ ہیں اور ان کا اقتباس اوراق ماسبق میں دیا جا چکا ہے۔ صرف دو بند اور "صفیر آتشباز" کی تمہید کے سنیئے اور مضمون آفرینی جوش بیان اور زور کلام کی داد دیجیئے :-

الحذر جوش جنون سلسلہ جنبان پھر ہے — الاماں خاطر ناشاد پریشان پھر ہے

دامن وادیِ وحشت مرا دامان پھر ہے　　جادۂ دشت مرا چاک گریبان پھر ہے

موج اشکون کی نظر آتی ہے زنجیر مجھے
پیچ تقدیر کا ہے طوق گلوگیر مجھے

تنگ ہون شہر سے الفت ہے بیابان سے مجھے　　خفقان ہوتا ہے گلگشت گلستان سے مجھے
اپنے کپڑے نہین کم خانۂ زندان سے مجھے　　طوق وحشت نے پنھایا ہے گریبان سے مجھے

حلقے آنکھون کے نہین ضعف کی تصویرین ہین
جسم لاغر مین رگین جتنی ہین زنجیرین ہین

اس مجموعہ کی صداے بازگشت ہنوز ختم نہین ہوئی تھی کہ سنہ ۱۲۹ھ مین منشی جی کا
دیوان مرآۃ الغیب شایع ہوا تحسین و آفرین کے غلغلہ سے دنیاے اردو گونج اٹھی
اس دیوان کا بیشتر حصہ لکھنو کی بزم سخن کے پھولون سے بنا ہے خود فرماتے ہین کہ
دیوان اول غدر مین تلف ہوگیا تھا مگر کچھ یاد سے کام لیا اور کچھ پھر موزون کیا کہ
مرآۃ الغیب کی صورت بندھی، شروع مین چند قصیدے نواب کلب علی خان کی شان مین
ہین نئے نئے طرز کی تشبیہین ہین کسی مین "دانش و وہم" کا مناظرہ ہے کسی مین "شانہ
و آئینے" کا مباحثہ، ایک قصیدہ مصحفی و انشا کی مشہور "پنگھٹ" اور "ریٹ" والی
زمین مین ہے،

دو قصیدے جو سنے مصحفی و انشا کے　　واقعی سکہ رائج ہین ولیکن سیلٹ
ذائقہ ہے تو فقط گرمی و بیباکی کا　　پر فصاحت سے یہ کہتے ہین کہ چل دور ہو ہٹ
تو سنو گوش توجہ سے ذرا نظم فصیح　　وہ مرے صاف نہین نام کو جسمین تلچھٹ

اور اسمین بعض دشوار قافیے نہایت خوبی سے موزون کیے ہین مثلاً

دیکھکر ابروے پیوستہ یہ ہوتا تھا گمان　　پہلوان دو ہین کہ کشتی مین ہوے ہین غٹ پٹ
طرفہ محفل کہ پے رقص یہان آتے ہین　　سر پہ طاؤس چمن رکھ کے کنھیا کا مکٹ

آگے ہمت کے ہی یہ دولتِ دنیا کیا مال — لعل و گوہر کو سمجھتا ہے وہ کوڑا کرکٹ

حق تو یہ ہی کہ ترے قبضۂ قدرت کے سوا — مال جو غیر کے قبضہ مین ہی وہ ہی تلپٹ

کیون نہ مشتاق زمانہ ہو کہ ہی حسن شباب — کیا مزہ دیتا ہی میوہ مین جبکہ ہو گدراہٹ

ہے یہان تذکرۂ معنی و تفسیر و حدیث — اہل منطق سے کہو اٹھالے کہان کا جھنجھٹ

تا رہی اُسپہ تری رائے منور کا چراغ — بنالے چوبِ شجرِ طور سے آئی دیوٹ

شعلہ رخسار جفا کار قیامت آفت، — شوخ عیار غضب قہر چھلاوا نٹ کھٹ

ایک قصیدۂ لامیہ ہی یہ فرسودہ زمین اساتذۂ سلف کی جولانگاہ رہی ہی۔ دعا حصہ کی روانی ملاحظہ ہو۔

سُرخ رو رنگ سعادت سے ہی جبتک زہرہ — روسیہ رنگ نحوست سے ہے جبتک کہ زحل

حسن کو ناز رہے عشق کو جبتک کہ نیاز — رہے معشوق کا جبتک دل عاشق مین محل

جب تلک مہر سے پُر نور رہے سارا عالم — جب تلک ماہ کی روشن ہو فلک پہ مشعل

پرتو مہ سے کتان کا ہی جگر جبتک چاک — گرمی مہر سے تا موم کا دل جائے پگھل

جب تلک شہد کے حصّہ مین رہے شیرینی — تلخ کامی رہے جبتک کہ نصیب حنظل

نیش اور نوش کے باقی رہین جبتک آثار — لے مزے بیٹھ کے ہر پھول پہ زنبور عسل

سرو کے گرد کرے فاختہ جبتک کو کو — گل کے آگے پڑھے تا بلبل شوریدہ غزل

مست جبتک ہین فدا ساقی و دریا دل پر — شور طاؤس کرے دیکھ کے جبتک بادل

جتنی امیدین ہین برآئین مرے آقا کی — خلد کی طرح سے شاداب رہے باغ امل

ملک و اقبال کو یارب ہو ترقی گھٹرین — یہ کٹھیر[1] تو ہے کیا ہند مین ہو جائے عمل

مومن خان کی روح کو خوش کرنے کے لیے بعض اشعار مین لغات کا بادل بھی گرجتا ہی، مثلاً :-

---

[1] روہیلکھنڈ کا قدیم نام کٹھیر ہی،

نور اقبال رہے اُسکی جبین ہر ساطع ظلمت بخت سیہ حصۂ اعداے دژم

لیکن النادر کالمعدوم عام طور پر غیر مانوس الفاظ سے پرہیز کیا ہے۔

قصیدون کی قدر و قیمت کا وقت جاتا رہا۔ نہ شاہ باقی رہے نہ جوہری۔ ان گران بہا لعل و جواہر کی خریداری کون کرے۔ مضمون آفرینی۔ شکوہ الفاظ۔ نادر تشبیہات۔ صنائع و بدائع کی افراط۔ تعلی و مبالغہ کی قیاس و گمان و وہم سے زیادہ بلندی جنھین کل تک قصیدہ کی خصوصیت اور عروس سخن کا زیور سمجھا جاتا تھا آج معائب شعر مین داخل ہین۔ لہذا منشی صاحب کے قصائد کی بابت صرف اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ خاقان ہند حضرت ذوق دہلوی کے قصیدون کے بعد انھین کا درجہ ہے۔ غزلیات مین تصوف کی چاشنی تیز ہے۔ صفائی بندش کی حلاوت سے کوئی شعر خالی نہین نازک تشبیہات اور لطیف استعارات سے دیوان لبریز ہے زلف و کاکل۔ خط و خال کی طرف اپنے ہمعصرون کی طرح کافی توجہ ہے لیکن جذبات اور واردات سے بیگانگی نہین۔ متانت و تہذیب کے ساتھ معاملہ بندی ہے، رندی و سیہ مستی کے افسانے ہین لیکن حد اعتدال سے تجاوز نہین صحت زبان سارے زبان کا طرۂ امتیاز ہے سنگلاخ زمینون مین اشہب قلم کو جولان کیا ہے اور قادر الکلامی کا معجزہ دکھایا ہے۔

سستی طبع سے استاد کا ہے قول امیر ہو زمین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

مثلاً

خنجر قاتل نہ کر اتنا روانی پر گھمنڈ سخت کمظرفی ہے اک دو بوند پانی پر گھمنڈ

(۰)

شمع کافوری مبارک منعمون کی بزم کو ہین ہمارے خانۂ تاریک مین جگنو چراغ

(۰)

حسرت ہو دید گنبد مولا کی اے امیر   آنکھوں کی پتلیاں ہوں تصدق کلس کے گرد

(٠)

پوچھو نہ کچھ جوانی و پیری کی سرگذشت   یہ ماجرا ہے شام ہے وہ ماجرا ہے صبح

(٠)

قاصد سمجھ گیا ہین یہ ایما ہے سنبل کا   شبنم ترن سے لکھا مجھے اُس نے جواب تلخ

(٠)

آمد ہی یہ گلزار مین کسکی کہ صبا نے   صدقے کیلیے زر سے بھرے ہین طبق گل

(٠)

مشہور ہین جہان مین جو اکسیر کے خواص   وہ سب ہین خاک روضۂ شبیر کے خواص

(٠)

حسین کوئی کہان ہی ایسا کہ ہون مناسب تمام اعضا
اُسی کا گیسو جواب گیسو اُسی کا عارض جواب عارض

(٠)

سب چاہتے ہین اُس سے جو وعدہ وصال کا   کہتا ہی اک زبان ہی کیسے دو دن کہ نہ دون

(٠)

ہون وہ بلبل گل تلک پہونچون تو گلشن خشک ہو   مثل خار آشیان شاخ نشیمن خشک ہو

(٠)

آشیانہ دور ہے صیاد آ پہونچا ہی پاس   کیا کرون پرواز کی طاقت نہین پر گر پڑے

(٠)

ضعف سے گو ٹھوکرین کہاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے   پر ترے در تک پہونچ جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

(٠)

افسوس ہی جس دیوان مین یہ بےنظیر مطلع ہو۔

وعدہ نہین ہی حشر کے دن کس سے دید کا　　قصہ ابھی سے بانٹ رہے ہین وہ عید کا

اسی مین یہ شعر بھی ہو،

مشاعرے سے حسینان کیون نہ چھین لیجاتے　　رباعیان مری جو گوشہ کُلاہ ہین تھین

جس بارستان مین یہ پھول ہون۔

مرے ہی سامنے دامن اُٹھا کر ناز سے چلنا　　مجھی سے پھر گیا یہ اُلٹا مرے چاک گریبان کا

اسی مین یہ کانٹا بھی ہو،

کیا گرم ہین کہ کہتے ہین خوبان لکھنو　　لندن کو جائین وہ جو فرنگن کے یار ہین

جس آئینہ خانہ مین یہ تصویر ہو،

نظر مین تیری آنکھین سر مین سودا تیری زلفون کا　　گلی پریون کے سایہ مین ترا دیوانہ آتا ہے

اسی مین یہ غبار بھی ہو،

یک یک کے روز کھاتے ہین مُلا غط مراد لانغ　　سمجھے ہین شاید اسکو بھی توشہ فرید کا

مگر رطب و یابس سے کسی شاعر کا دیوان خالی نہین ہی۔ اساتذہ اپنی اولاد معنوی کو ضایع کر کے "باۓ ذنب قُتِلت" کی جواب دہی گوارا نہین کرتے تھے غالب مرحوم کے سوا زبان اُردو کے کسی مشہور شاعر نے اپنے کلام کا انتخاب شایع کرنے پر قناعت نہین کی "الہامی" شاعر نے یہ طعنہ سنا:-

ڈیڑھ جز بھی تو ہی مطلع و مقطع غایب　　غالب آسان نہین صاحب دیوان ہونا

لیکن ان کی "مقدس کتاب" بھی خس و خاشاک سے پاک نہ رہ سکی مثلاً

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤن پھول گئے　　کہا جو اُسنے ذرا میرا پاؤن داب تو دے

(۰)

دی سادگی سے جان پڑون کوہکن کے پاؤن　　ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤن

منشی صاحب نے انتخاب کلام کی طرف بالکل توجہ نہین کی اور ان کا ہمیشہ یہ قول رہا ہے

رہنے دو تم ابھی دیوان کو ڈھونڈھو نہ امیر آپ چھٹ جائینگے جو شعر ہین چھٹنے والے

لہذا ان کے دیوان مین بھرتی کے اشعار بہت تلاش کیے جا سکتے ہین۔ زمانۂ حال کے بعض انشا پرداز لکھنؤ کی شاعری پر بے ضرورت اعتراض کرنا خوش مذاقی کی دلیل سمجھتے اور شعرائے دہلی کی مدح سرائی سخن فہمی کی محکم سند تصور فرماتے ہین وہ نہایت راست بازی سے منشی صاحب کے چست و بلند کلام کو نظرانداز کرکے یہی بھرتی کے اشعار بطور نمونہ اور مثال کے پیش کرتے اور عوام الناس کو تعلیم و تلقین فرماتے ہین کہ "متاخرین اساتذۂ لکھنؤ یعنی امیر مینائی اور جلال وغیرہ کے ابتدائی دور مین لکھنؤ کی شاعری اسقدر مبتذل ہو گئی کہ اس موقع پر اس کا کوئی شعر بطور نمونہ و مثال کے بھی بمشکل نقل کیا جا سکتا ہے" اور منشی امیر احمد صاحب نے اپنی قدیم روش کو چھوڑ کر علانیہ داغ کا رنگ اختیار کرنا چاہا اور گوہر انتخاب اور جوہر انتخاب مین میر و درد کے رنگ مین کہنے کی کوشش کی یہی وجہ ہے کہ مرآۃ الغیب اور صنمخانۂ عشق کا رنگ بالکل مختلف ہے"

اگر ان تبصرہ نگارون کو تسلیم ہے کہ گوہر انتخاب مین میر اور درد کا رنگ ہے تو اُن کو ماننا پڑیگا کہ میر و درد کی شاعری بھی عیاذاً باللہ مبتذل تھی کیونکہ ہمارے پاس دستاویزی شہادت موجود ہے کہ گوہر انتخاب مین بیشتر اشعار اُس دیوان قدیم کے ہین جو منشی صاحب کے عہد شباب مین مرتب ہوا۔ اور غدر مین تلف ہو گیا تھا منشی صاحب اپنے ایک خط مورخہ ۲۴ رجون ۱۸۹۲ء مین خود تحریر فرماتے ہین کہ "گوہر انتخاب مین بہت سے اشعار وہی ہین جو وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد آتے گئے" گوہر انتخاب تاریخی نام ہے ۱۲۸۵ھ مین مرآۃ الغیب سے چار پانچ برس

پہلے مرتب ہوا اور پہلی بار سنہ ۱۳۱۱ھ میں چھپا۔ اس سلک جواہر کا دوسرا اڈیشن ضمیمہ "عشق" کے ساتھ شائع کیا گیا اور نادان معترضوں کی غلط فہمی کا سبب بنا۔ علاوہ اسکے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ محقق تبصرہ نگار داغ اور میر کے رنگ میں کیا مناسبت تصور فرماتے ہیں۔ سادگی بیان اور صفائی زبان سے قطع نظر کر کے داغ اور میر کے مضامین میں بعد المشرقین ہی۔ داغ معاملہ بندی کی راز و نیاز کے ترجمان ہیں اور میر و درد زار نالی کے بادشاہ۔ اگر امیر نے داغ کی تقلید میں شگفتہ مضامین کی طرف توجہ کی تو میر و درد کا رنگ کہاں رہا؟ اور اگر میر و درد کے رنگ میں کہنے کی کوشش کی تو داغ کی تقلید کیونکر ہوئی؟ غرض جس رنگ کو منشی صاحب نے رام پور میں فروغ دیا وہ اُن کے لیے انوکھا نہ تھا وہ زمانہ قیام لکھنؤ میں بھی اس قسم کے اشعار کہتے تھے اور گوہر انتخاب کے علاوہ مرآۃ الغیب میں بھی سیکڑوں اشعار اسی طرز کے موجود ہیں،

سادہ سمجھو نہ انھیں رہتے ہو دیوان میں امیر
یہی اشعار زبانوں پہ ہیں رہنے والے

راقم الحروف کی بیاض میں ایک غیر مکمل انتخاب مرآۃ الغیب کا موجود تھا اور وہی آئندہ اوراق میں نظر سے گزریگا اسمیں بیشتر اشعار اسی رنگ کے ہیں جسکی بابت کہا جاتا ہی کہ منشی صاحب نے رام پور آ کر سیکھا تھا!! انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مرآۃ الغیب میں جو اشعار فردوس آشیان کے عہد کے شامل ہیں یا جو طرحی غزلیں نواب کلب علی خان کے دور کی ہیں وہ بحیثیت مجموعی نظم قدیم سے بہتر ہیں اور ایسا ہونا چاہیے تھا کیونکہ حسن کلام بتدریج ترقی کرتا ہی اور سخنگو جب بوڑھا ہوتا ہی اسکی شاعری جوان ہوتی ہی۔ اگر کسی شاعر کے دواوین میں اس کا عکس پایا جائے یعنی جوانی کا کلام شباب سے اور بڑھاپے کا جوانی و شباب دونوں سے

کم رتبہ ہو تو نکتہ چینوں کو اس شک کا حق حاصل ہوگا کہ جو دیوان عہد شباب کی
گرمیوں کا نتیجہ بتایا جاتا ہے وہ شاید اس سخنور کی تصنیف نہیں بلکہ کسی دوسرے
مشاق کی زور طبع کا ثمرہ ہے لیکن اس تدریجی ترقی سے یہ نتیجہ نکالنا کہ منشی صاحب
غالبانہ و ناسخ کا رنگ اختیار کرنا چاہا" یا ان کا ابتدائی کلام بالکل مہمل اور مبتذل تھا"
ادب اردو کی تاریخ سے جہالت کا ثبوت اور صریح ظلم ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حقیقت یہ ہے کہ منشی صاحب کے عنفوان شباب کے وقت لکھنؤ اور دہلی دونوں
مضمون آفرینی اور شوکت الفاظ پر مٹے ہوئے تھے۔ جب تک فارسی ترکیبیں۔
پیچدار اضافتیں۔ بعید از قیاس تشبیہیں نہ ہوں شعر ٹکسال باہر سمجھا جاتا تھا اور
"دندان تو جملہ در دہانند ۔ چشمان تو زیر ابروانند" کی پھبتی اڑائی جاتی تھی سادہ
وہ صاف عبارت بازاری زبان سمجھی جاتی تھی اہل علم اس قسم کی تحریر سے پرہیز کرتے
اور اپنے کمال کے اظہار کیلئے کلام ادق کو ترجیح دیتے تھے۔ اسکو بدمذاقی سمجھو یا
فضل و کمال کا نشہ، اسوقت شعرا اور نثار اردو کو عالمانہ زبان بنانے کی ویسی
ہی کوشش کر رہے تھے جیسی کہ زمانہ حال میں سر اقبال۔ جوش ملیح آبادی ہمارے
مخدوم فانی بدایونی حضرت نیاز فتحپوری اور ان کے علاوہ بیشمار بزعم خود مقلدین
غالب کر رہے ہیں۔ یعنی دائرہ کی سیر پوری دکھانے کے لیے اردو کی نظم و نثر کو پھر
اسی نقطے کی طرف واپس لیے جاتے ہیں۔ جہاں سے سرسید۔ حالی۔ مولوی نذیر احمد
داغ و امیر نے بصد ریاضت عروج کیا تھا۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

عالمانہ زبان کے لیے ایک جامع و بسیط لغت کی بھی احتیاج تھی لہذا بعض
شعرائے لکھنؤ نے غزل گوئی کا مقصد صرف یہی سمجھ لیا تھا کہ الفاظ و محاورات کا طرز استعمال

بتانے کے لیے اشعار کا سرمایہ فراہم کردیا جائے اور اسی سعی لاحاصل نے آج لکھنؤ کی کل شاعری کو "مبتذل" کا خطاب دلایا ورنہ اساتذۂ متاخرین دہلی یعنی ذوقؔ، مومنؔ اور غالبؔ کے دواوین میں بھی بے تاثیر بے کیف۔ بے مزہ اور مغلق اشعار کا انبار موجود ہے رعایت لفظی کا طومار بھی ہے اور زلف و رخسار کا آزار بھی!! اگرچہ غالبؔ کے الہامی کلام کو اُن کی زندگی ہی میں سرٹیفکٹ ملگیا تھا کہ:۔

کلام میرؔ سمجھے اور زبان میرزا سمجھے
مگر اُن کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اور مومنؔ ذوقؔ کے استاد شاہ نصیرؔ مسلّمہ طور پر دلی کے شیخ ناسخؔ یا زمانۂ حال کے تبصرہ نگاروں کی زبان میں "مبتذل گو" یوں تھے بادشاہ تھے ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مگر ناواقفوں کی زبان بندی کے لیے اُن اصحاب ثلثہ کے دس پانچ شعر بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کیے جاتے ہیں۔

مومن خان

قرانِ انجم سیّارہ ہے برج آبی میں ۔۔۔ ڈبوئیگی مری چشم ستارہ بار مجھے

(۰)

غیر کے لکھنے کو تم نے کیا تراشی ہے قلم ۔۔۔ ورنہ میری استخوان کیوں ہوگئی قطگیر سے
رشکِ دامان جواہر اور لکھی ہے غزل ۔۔۔ جسکو مفلس کبھی نہ بدلے نسخۂ اکسیر سے

(۰)

کیوں نہ ٹپکے آپ جب ٹپکے لہو ۔۔۔ برق کٹتی ہے تری شمشیر سے

(۰)

آہ میری کب دعائے نوح تھی ۔۔۔ چشم تر طوفان اٹھانا چھوڑ دے

گو دار پر کھنچین ہین دلدار تصدا رسلے ‏ ‏ پر آرزوئے زلف چلیپا نہ کرینگے
کیا نامہ مین لکھون دل وابستہ کا احوال ‏ ‏ معلوم ہی پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرینگے
غیرون سے شکر لب سخن تلخ بھی تیرا ‏ ‏ ہر چند ہلاہل ہو گوارا نہ کرینگے

(۰)

یہ پردہ نہو نیش زنبور کا ‏ ‏ مشبک میرا سینہ چالون سے ہے
مرا خون کیا بار گردن ہوا ‏ ‏ کہ بیتاب وہ درد گردن سے ہے
کھلاے نہ کیون سرمہ گوسالہ کو ‏ ‏ مخجل سامری چشم پرفن سے ہے

(۰)

زہر نوش غم شیرین نے کہا خسرو سے ‏ ‏ تلخی مرگ مین شکر کا مزا ہوتا ہے

(۰)

ثوابت ہین سیارہ مثل شرر ‏ ‏ مری آہ کرسی نشین ہو چکی

(۰)

جان دے ہی بسمل ابرو نہ جب تلک ‏ ‏ خنجر کا تیرے شاخ غزالان و دستہ ہو

(۰)

سمندر کر دیا آتش رخون نے ‏ ‏ کہ گر پڑتا ہون آتے ہی نظر آگ

(۰)

ضد یہ ہی خط سے مرے تاؤ ہزارون کھائے ‏ ‏ دست اغیار مین بھی گر کبھی دیکھا کاغذ
رنگ اڑ جانے کا احوال اسے لکھنا ہی ‏ ‏ زردی رخ سے زرافشان مین کرون گا کاغذ

(۰)

سرمہ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہون ‏ ‏ آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا
چشمۂ حیوان بہا اسکی لبون کی شرم سے ‏ ‏ پانی پانی لب اعجاز مسیحا ہو گیا

(۰)

چھڑکے ہیں لون زخم پہ وہ کیون نہون غمین　　الماس کی تھی آب جبھی تک الم نہ تھا

(۰)

ستم اے شوخ تجنی میری تھی کیون بہا گیا　　سگ لیلی ادا کو گر نہ ظالم بد مزہ لگتی

(۰)

ارباب ہوس ہار کے بھی جان پہ کھیلے　　کم طالعی عاشق جانباز تو دیکھو
اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک　　شعلہ سا چمک جائے ہے آواز تو دیکھو

(۰)

تشنہ کام آب تیغ یار ہون گرمی تو دیکھ　　بہر تسکین تیرتا ہون تا بہ گردن آب مین

(۰)

تشبیہ دی تھی مین نے کہین انگبین سے　　تلخابہ خیز ہے لب شیرین دہان ہنوز

(۰)

اس ستمگر سے مگر آنکھ لڑی ہے کہ حباب　　کیسے کچے گھڑے پانی لب جو بھرتے ہین

خاقانی ہند ذوق

کسی کے رخ پہ ہے جوگی جو چشم ہندوزاد　　تو اسکو گھیرے ہین مژگان بالکے کیسا

(۰)

سرد مہرون سے فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ　　نخل سرما زدہ کی طرح سے جل جاؤن گا

(۰)

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے　　پر تھا مرے نصیب مین توڑا بجھا ہوا
جل کر اگر بجھا بھی دل سوختہ مرا　　یون جل اٹھے گا جیسے کہ گولا بجھا ہوا

(۰)

دیکھنا بات ہے دین دونون ہین برباد کہ آج　　باد کے گھوڑے پہ وہ دشمن ایمان چڑھا

بوالہوس جاتے ہین گر دام مین آہو کی طرح — چلہ ابرو کی کمان پر ترے قربان چڑھا

(٠)

نام میرا سُن کے مجنون کو جمائی آ گئی — بید مجنون دیکھ کر انگڑائیان لینے لگا

(٠)

اُتارا تو نے سر تن سے گر اس شامت کے مارے کا
تو بھولون گا نہ مین احسان ترے تنکا اُتارے کا
سفیدہ دل ہون چاندنی کے پھول کیا مجھکو
دکھا دو خندۂ دندان نما اس ماہ پارے کا

(٠)

کہے ہے مرغ دل اے کاش مین زاغ کمان ہوتا
کہ تا شاخ کمان پر اس کی میرا آشیان ہوتا

(٠)

کھینچے دل انسان کو نہ وہ زلف سیاہ فام — سانپ اسکو اگر آ کے نگلجاے تو اچھا

(٠)

ہمیشہ مین ہون ایسی داؤ گھات مین اے ذوق — کہ رام ہو وہ غزال پلنگ خو میرا

(٠)

نہ جھاڑا غیر کو تو نے کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا — مجھی پر گالیون کا جھاڑ تو نے بد زبان باندھا

(٠)

ہو نہ گل ہماری کی گلبن رشک گل کھلون ہین تو
آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیر پا

(٠)

وہ تو خود شعلہ تھا جب مین نے کہا شعلہ خو — اس لطیفہ سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

زلف کہتی ہے در گوش سے دکھلاے کوئی — گر سر بینیہ سے ناگن کو ہو ٹلتے دیکھا

بتونکی سرد مہری نے کملادی زعفران لیکن — کرے کیا گرمجوشی ہو گیا کشمیر دل میرا

ہجر مین کیا کیا مرض ہے سنگدل پیدا ہوا — ہول دل پیدا ہوا آزار سل پیدا ہوا

تل بے گریہ گل زمین ہو کر قدم گڑنے لگا — اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

ہو گیا نامہ شوق اُن کو سب ازبر میرا — کھا گئے ذبح جو وہ کرکے کبوتر میرا

مارے گر سیلی وہ زلف پر عرق — جھڑ پڑین دندان دہان مار سے

دریا کے عشق مین دم تحریر حال دل — کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا

جاتی رہے زلفونکی لٹک دل سے ہمارے — افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا
دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اسکے — آجاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا

غالب

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی — دل جوش گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی اسامی

اہل بینش نے بہ حیرت کدۂ شوخیٔ ناز جوہرِ آئینہ کو طوطیٔ بسمل باندھا

(٠)

کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

(٠)

محفلین برہم کرے ہی گنجفہ بازِ خیال ہین ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

(٠)

غرض ناز شوخیٔ دندان برائے خندہ ہے دعویٔ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہے

(٠)

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

(٠)

دریا نشاط دعوت سیلاب ہی اسد ساغر بہ بارگاہ دماغِ رسیدہ کھینچ

(٠)

مرے قدح مین ہی صہبائے آتش پنہان بروئے سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

(٠)

مرنے کے بعد بھی نہ گئی بانکپن کی شان تختہ پہ بہر غسل لٹایا اکڑ گئے

(٠)

غارت گر ناموس نہو گر ہوس زر کیون شاہد گل باغ سے بازار مین آوے

(٠)

کیون بوتے ہین باغبان تونبیے گر باغ گدائے مے نہین ہے
شادی سے گذر کہ غم نہووے اُردی جو نہو تو دے نہین ہے

(٠)

وغیرہ وغیرہ وغیرہ

اور سنیئے۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی "جنکا رنگ علانیہ امیر نے اختیار کرنا چاہا" اور جن کے دیوان اول موسوم بہ گلزار داغ کی بابت کہا جاتا ہے کہ صنم خانۂ عشق کی جادہ آرائی گلزار کی شادابی کو نہیں پہنچی۔ سیکڑوں شعر ایسے کہتے تھے جنکی بابت گمان ہوتا ہے کہ وہ محض الفاظ کا طرز استعمال بتانے اور "فصیح اللغات" کے لیے اسناد مہیا کرنے کی غرض سے معرض وجود میں آئے ورنہ اُن میں نہ کوئی مزہ ہے نہ لطف کیفیت نہ حسن۔ جناب داغ اس قسم کے اشعار کا مخزن ہیں لیکن ہم چند ابیات اُن کے بہترین دیوان گلزار داغ سے نقل کرتے ہیں:-

کرے کیا سلک گوہر روکشی اس سلک دنداں کی (۱) کہ ہر دنداں روشن ہے ہر عالم قطب تارے کا

دل کا جویا ہے یہاں تک تو وہ دلبر میرا (۲) مول تصویر نہ لی جسمیں کہ ہمسا تو ہوا

میرے نالے نے سنائی ہے کھری کس کس کو (۳) منہہ فرشتوں پہ یہ گستاخ یہ آزاد آیا

تم کہتے ہو معشوق اطاعت نہیں کرتے (۴) عاشق بھی تو معشوق کا نوکر نہیں ہوتا

مجھکو دم بھر کی بھی فرصت نہ ملی نالوں سے (۵) ورنہ گھڑیال ٹھہرتا ہے گھڑی بھر پورا

بوسہ نہ دو اٹھاؤ تو عارض سے اپنے زلف (۶) کیا چاندنی کا لطف ہے جب چاند گہنا گیا

دیکھا اُسے تو دور سے اُڑ کر مرا غبار (۷) اُس شوخ شہسوار کے چوگان پھر گیا

کیوں ہو چوٹ مرے دلکی چوٹ پر قاتل (۸) لگائے جب کہ ترا پنجۂ حنائی چوٹ

ناصح قمارگاہ محبت میں جی نہ ہار (۹) دل کو لگا کے نفع اٹھا خوب مال کھینچ

اے داغ جانب عشق کی دیکھینگے اب کشش (۱۰) کی اس کشیدہ رونے تو ہم سے کمال کھینچ

ہم نے مضمون گرانباری غم لکھا تھا (۱۱) دست قاصد میں ہوا سیکڑوں من کا کاغذ

ہوئی بے اثر سرد مہری بتوں کی (۱۲) نہ ٹھنڈے ہوئے حضرت داغ جل کر

غیر کے سر میں وہ کرتے ہیں جو کنگھی اپنی (۱۳) رشک دل چیرتا ہے داغ کا آرا ہو کر

ہوا یہ شرم معاصی سے آب آب ہیں (۱۴) تمام خلق عناصر ہیں آب میں داخل

کوئی خوشی تو ہوئی ہے کہ ہنستے آئے ہو (۱۵) گئے تھے کیا کسی مردے پہ آشنا کے تم

رکھنا قدم تصور جانان سنبھال کر (۱۶) کائی ہے جا بجا مری چشم پر آب مین

وصل کی گرمی بھی ہے بار اپنی نازک طبع پہ (۱۷) شمع سحر کافور ہو جاتا ہون وہ پروانہ ہون

درہم داغ نہو داغ کو کس طرح عزیز (۱۸) چارہ گر مفت کیا دام بُرے ہوتے ہین

شاباش داغ تجھکو کیا تیغ عشق کھائی (۱۹) ہمی کرتے ہین یہی جو مردانے آدمی ہین

تمھاری تیغ و خنجر جاک کام کرتے ہین (۲۰) گلے پڑے ہی کے سوتے مدام کرتے ہین

ہر جگر مین داغ یا ہی گنج قارون مین درم (۲۱) غم ہر دل مین یا ہی قیدی قلعہ فولاد مین

ہوا ہی غیر کے طالع مین کیا ثابت یہ سیارہ (۲۲) نشان مشتری ملتا نہین میرے ستارون مین

تم نے دی کوہکن و قیس سے مجھکو نسبت (۲۳) کوئی دیوانہ نہین مین کوئی مزدور نہین

آنسو بہا رہا ہون خط یار رکھ کے مین (۲۴) یون ڈالتا ہون دانہ کبوتر کے روبرو

سیدھی سیدھی ہمنو باتین انکو لکھ بھیجینگے داغ (۲۵) وان الٹے پیچ ہون کی گر تقریر الٹی ہو تو ہو

سینہ کو اپنے ساتھ اڑا کر یہ لے گئے (۲۶) گویا تمھارے تیر تھے میرے جگر کے پانو

کیا صلح کرین دل کی ترے تیر نظر سے (۲۷) چھنتی ہے صفائی مین بہم اور زیادہ

تلخی موت کو فرہاد کی وہ کیا جانے (۲۸) منہ سے شیرین کے ابھی دودھ کی بو آتی ہے

باغ مین جاتے ہین وہ تو گل کھلانے کے لیے (۲۹) سیدھیان سرو و صنوبر کو سنانے کے لیے

کہان اس مین تیری سی محشر خرامی (۳۰) لتاڑا ہوا تیرا کبک دری ہے

کوئے سفاک مین بیخوف چلا ہے دیکھو (۳۱) گھر سے یہ داغ بھی کمبخت مگر بڑھتی ہے

گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج (۳۲) اے دعا ملجا کسی اچھی ہوئی تقدیر سے

کہان جاتا ہے قاصد اسکے در تک (۳۳) خدا جانے وہ مر جاتا کہان سے

کاش بک بک کر ہی چھٹین قید سے ہر روز اسیر (۳۴) تجھکو صیاد ستمگار پڑین زر کے مزے

درد دلدار تک نہین جاتا (۳۵) نامہ بر انتقال کرتا ہے

تنگیٔ گوشۂ زندان کے جو ہم خوگر تھے (۳۶) گور میں بھی نہ کبھی پانؤ پسارے ہم نے
کھولتا کوئی تو جوڑے سے ترے دل کی گرہ (۳۷) ہم نے دیکھے ہی نہیں گانٹھ کترنے والے
کیا برف ہوگیا ہے نرم سرد سے بدن (۳۸) دیکھی جو نبض ہاتھ طبیبوں کے گل گئے

اللہ اللہ رے تری شوخ بیانی اے **داغ**
سست اک شعر نہ دیکھا ترے دیوان میں بھی

کاتب روسیاہ غالب و ذوق کی شمع ہدایت کا پروانہ اور مومن و داغ کی شوخی کا عاشق دیوانہ ہے۔ مندرجۂ بالا اشعار سے حاشا و کلا ان شہنشاہان سخن کی اہانت و تنقیص مقصود نہیں۔ صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ رعایت لفظی عدم تاثیر اور ابتذال کا جو الزام لکھنؤ کی کل شاعری پر لگایا جاتا ہے اس سے دہلی کے ہمعصروں کا دامن بھی پاک نہیں ہے

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

واجد علی شاہی زنگ محل اور لال قلعہ کی در و دیوار پر علم و فضل کا نشہ چھایا تھا۔ جو سخنور صاف و سلیس عبارت میں اظہار خیالات کرتا کم علمی کا طعنہ سنتا جس طرح آج کل گفتگو میں دو چار الفاظ انگریزی کے نہ شامل ہوں تو یقین کر لیا جاتا ہے کہ مقرر مغربی تعلیم کی فیوض و برکات سے محروم ہے اسی طرح غدر سے پہلے استعارات و تلمیحات سے بے اعتنائی شاعر کی جہالت کی دلیل سمجھی جاتی تھی ابنائے زمانہ کی عام پسند وضع کے خلاف راستہ نکالنا سخت مجاہدہ ہے۔ ذوق زندگی کے آخری لمحہ تک اور غالب دامہرایک طویل مدت تک اس انگشت نمائی کو برداشت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ذوق و غالب کے بعض شاگردوں نے اس الزام کو انگیز کیا اور سادہ بیانی کی مشق کی اُدھر یکایک زمانہ کی ہوا پلٹی۔ سہ نثر ظہوری۔ رسایل طغرا۔ اور قصائد بدر چاچ پر

حواشی چڑھانے والے شیخ امام بخش صہبائی کے ساتھ شہید ہو گئے "سخنوران درگور و سخنوری درکتاب" ملک میں انگریزی تعلیم کی وبا پھیلی۔ عوام کا وہ مبلغ علم ہی نہ رہا کہ دقیق تلمیحات اور نازک استعارات کو سمجھ سکیں عام جہالت کی بدولت مشرقی صنائع و بدائع نظروں سے گر گئے اور مشاعروں میں واہ واہ سبحان اللہ کا شور ایسے اشعار پر بلند ہونے لگا جس کو سن کر شیخ مصحفی اور شاہ نصیر کی بھویں تن جاتیں مثلاً

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک — مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

سودا مدفون۔ جانجاناں مقتول ہوئے۔ جرأت کا ستارہ چمکا اور نواب مرزا شوق کا طوطی بولنے لگا۔ منشی امیر احمد زمانہ شناس تھے مشاعروں کا رنگ دیکھ کر انھوں نے بھی زانو بدلا اور بتقاضائے "زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز" صاف و سلیس اشعار کہنے لگے۔ بس اسقدر بنیاد ہی تمام قصے کے جس پر زمانہ حال کے مقلدین "حالی" نے طومار تیار کر دیے عمارتیں کھڑی کر دیں۔ داغ کو میر مجلس اور امیر کو اس کا حاشیہ نشین بنا دیا۔

نگاہیں مانگتی تھیں میری انکی رات محفل میں — یہ دنیا ہے بس اتنی بات پھیلی داستاں ہو کر

یہ بحث زلف یار اور شب انتظار سے زیادہ طویل ہو گئی۔ اب صرف ایک مخمس کے چند بند ملاحظہ کیجیئے جو اسی دیوان مراۃ الغیب میں شامل ہے۔

فردوس مکان نواب یوسف علی خاں کی غزل ہے اور انداز بیان سے مرزا غالب کی نظر کردہ معلوم ہوتی ہے۔ دربار رامپور کے بیشتر شعرا و متوسلین نے مصرعے لگائے ہیں۔ آپ صرف نواب مرزا خاں داغ دہلوی اور جناب امیر مینائی کی تضمینیں سنئیں۔

داغ

کہتے تھے وہ بشر کو جو دل دے بشر غلط
دیوانہ ہو کسی کا کوئی سر بسر غلط
شامت جو آئے ان کا بیان جانکر غلط
میں نے کہا کہ دعویٔ الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

امیر

کیا کیجیے وہ کہتے ہیں ہر بات پر غلط
اظہار غم کیا تو کہا سر بسر غلط
یہ درد دل دروغ یہ زخم جگر غلط
میں نے کہا کہ دعویٔ الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

(داغ کی تضمین نے "مگر" کو قالب بے روح رکھا)

داغ

ہوتے ہیں ایک بات کی ہم میں ہزار جھوٹ
تصدیق کیجیے تو بس انجام کار جھوٹ
اور پھر ڈرائیں بولکے بے اعتبار جھوٹ
تاثیر آہ و زاری شبہائے تار جھوٹ
آوازۂ قبول دعائے سحر غلط

(امیر)

طوفان جوش گریۂ بے اختیار جھوٹ
آتش فشانی جگر داغدار جھوٹ
زور کمند جذبۂ دل بیقرار جھوٹ
تاثیر آہ و زاری شبہائے تار جھوٹ
آوازۂ قبول دعائے سحر غلط

(پہلی تضمین میں "بے اعتبار" محض برائے قافیہ ہے)

داغ

یا لب پہ کوئی قطرۂ مے جم کے رہ گیا
یا کچھ عیاں ہوا اثر گرمیٔ غذا
یا جھوٹ بولنے کی خدا نے یہ دی سزا
سوز جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ افترا

شور فغان سے جنبش دیوار و در غلط

امیر

ہر روز ایک تازہ دکھاتے ہین ماجرا — ہر وقت چھوڑتے ہین شگوفہ کوئی نیا
جب آزمایئے تو یہ سچ ہی نہ وہ بجا — سوز جگر سے ہونٹ پہ تبخالہ افترا
شور فغان سے جنبش و دیوار و در غلط

(داغ نے صرف تبخالہ کا ثبوت دیا منشی صاحب کے یہان دنیا شگوفہ دونون مصرعون کا جامع ہی یعنی تبخالہ کا اور نیز فغان کا)

داغ

ہان سچ نہین حکایت حال زبون دروغ — ہان شکوہ و شکایت صبر و سکون دروغ
ہان سر بسر دماغ مین جوش جنون دروغ — ہان سینہ سے نمایش داغ درون دروغ
ہان آنکھ سے تراوش خون جگر غلط

امیر

ہان داستان شکوہ بخت زبون دروغ — ہان دل کے پیچ و تاب سے سوز جنون دروغ
ہان فرط غم سے جوشش سیلاب خون دروغ — ہان سینے سے نمائش داغ درون دروغ
ہان آنکھ سے تراوش خون جگر غلط

داغ

یہ کذب یہ دروغ یہ بہتان الاماں — کیا جھوٹ بولنے کو ملی ہی انھین زبان
شاعر بلا رہے ہین زمین اور آسمان — لو صاحب آفتاب کہان اور ہم کہان
احمق بنین نہ سمجھین ہم اسکو اگر غلط

امیر

بھولا سمجھ کے ہمکو جتاتے ہین گرمیان — شر کرتے ہین مہر جب کبھی ہوتے ہین مہربان

ہم بر سرِ زمین وہ بالائے آسمان   لو صاحب آفتاب کہان اور ہم کہان
احمق بنین نہ سمجھین ہم اسکو اگر غلط

داغ

معدوم تو وہ شے ہی جسے اک نکتہ چین   ثابت کرین ہزار وہ ثابت نہو کہین
یہ بات کیا کہ دل تو نہو اور ہو حزین   سینے مین اپنے جانتے ہو تم کہ دل نہین
ہم کو سمجھتے ہو کہ ہے اسکی کمر غلط

امیر

صاحب کہو وہ بات کہ ہو کچھ تو دلنشین   جسکا نہ سر نہ پانون ہو اسکا ہو کیا یقین
اس جھوٹ کی ہی بندہ نواز انتہا کہین   سینے مین اپنے جانتے ہو تم کہ دل نہین
ہم کو سمجھتے ہو کہ ہے اسکی کمر غلط

(امیر کے تین مصرعے پڑھنے کے بعد چوتھا مصرع بھی انھین کی تصنیف معلوم ہوتا ہی اور یہی تضمین کا کمال ہی)

داغ

کیا ہو یقین جو کوئی کہے دن کو رات ہی   ہم جانتے ہین سچ ہی بے شبہ گھات ہے
ایسے مبالغے سے غرض التفات ہے   کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے
سینے کو اپنے اسکی سمجھنا سپر غلط

امیر

شیطان بھی تمھارے فریبون سے مات ہے   تم دن کو دن کہو تو ہم سمجھون کہ رات ہے
اظہار ذوقِ قتل کی ساری یہ گھات ہے   کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے
سینے کو اپنے اسکی سمجھنا سپر غلط

(تیغ کے لیے "اظہار ذوقِ قتل" کی ضرورت تھی - داغ کی نظر اس نکتہ

تک نہین پہونچی،

داغ

اک آہ سرد بھر کے کیا طور بیخودی — اسکو دیا یہ دم کہ تجھے جان نذر کی
لو دینے والے ہوتے ہین ایسے ہی تو سخی — مٹھی مین کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی
جانِ عزیز بیش کش نامہ بر غلط

امیر

تم لاکھ قسمین کھاؤ نہ مانون گا مین کبھی — کیا جان اپنے ہاتھ سے کھونا ہی دل لگی
نادان بنا رہے ہین ہمین آپ واہ جی — مٹھی مین کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی
جانِ عزیز بیش کش نامہ بر غلط

داغ

اُجرت یہ رونیوالے مقرر ہین جابجا — میّت کو ڈھونڈھیے تو عدم تک نہین پتا
یان اس خیال سے کہین ٹھہرین نہ بیوفا — ہم پوچھتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اُڑائی خبر غلط

امیر

مطلب یہ ہے کہ لوگ کہین لو وہ مر گیا — بڑے ہین عاشقون کے عجب کام کر گیا
سر پیٹین آشنا کہ وہ جی سے گذر گیا — ہم پوچھتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اڑائی خبر غلط
(داغ کی تضمین نے شعر کا مرتبہ بلند کر دیا)

داغ

کیونکر برابر آنکھ کے نرگس کو مانیے — کس طرح بڑھ کے خار سے مجلس کو مانیے
سارے بیان مین ہے غلطی کسکو مانیے — آیت نہین حدیث نہین جسکو مانیے

ہے نظم و نثر اہل سخن سر بسر غلط

امیر

اس شاعری پہ آپ کو اتنا نہ تانیے — فقروں میں ہم نہ آئینگے گو خاک چھانیے
کیا فرض ہے کہ جھوٹ کو بھی سچ ہی جانیے — آیت نہیں حدیث نہیں جسکو مانیے
ہے نظم و نثر اہل سخن سر بسر غلط

(امیر کے فرض نے آیت و حدیث کے احکام واضح کر دیئے)

داغ

جو عرض کی تھی داغ نے آخر وہی ہوا — کوئی خفا ہو آپ کو ہے چھیڑ کا مزا
دیکھا نہ آخر آج وہ بدخو برس پڑا — یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا
یہ کیوں کہا کہ دعوی الفت مگر غلط

امیر

اس بیوفا کو عشق جتانے سے کیا ملا — الزام اٹھائے بیٹھے بٹھائے ہزار ہا
کہنا نہ تھا امیر کہ اظہار ہے برا — یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا
یہ کیوں کہا کہ دعوی الفت مگر غلط

اسوقت رامپور میں شاعروں کا مجمع اور شاعروں کی گرم بازاری تھی، نواب سخن سنج، سخن فہم اور جوہر شناس تھے بات میں بات نکلتی ایک ایک لفظ پر ادبی مباحث کا دفتر کھل جاتا ارباب کمال کے جوہر علم پر صیقل ہوتی اور زبان اردو کا فتاوی مرتب ہوتا تھا۔ اگر ان لطیف بحثوں کا نمونہ پیش کیا جائے تو یہ مختصر مقدمہ مستقل کتاب بن جائے لہذا یہ دلچسپ گفتگو منشی صاحب کے خوش نصیب سوانح نگار کے لیے چھوڑ کر عنان قلم بقیہ داستان کی طرف منعطف کی جاتی ہے،

صبح فراق قریب تھی کہ ۱۸۸۴ء میں سر الفریڈ لائل لفٹنٹ گورنر ممالک شمالی

دسغربی نے فرمانروائے ریاست رامپور سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمایش
کی۔ دربار مین سینکڑون زباندان حاضر تھے لیکن "آسمان بار امانت نتوانست کشید"
یہ دشوار خدمت امیر مینائی کے سپرد کی گئی اور انھون نے فوراً "آ" کے لفظ اور
اسکے مرکبات کا نمونہ تیار کر کے ملک مین شایع کیا جسپر ہر گوشے سے صداے مرحبا
و آفرین بلند ہوئی مگر قبل اس کے کہ امیر اللغات کی ترتیب و تدوین شروع ہو
عیش و طرب کی شب ختم ہو گئی۔ غمازون اور دراندازون کی فتنہ پردازی نے
منشی صاحب کو دار السرور رامپور سے کنارہ کشی پر مجبور کیا اور ستائیس برس کے
بعد لکھنؤ کو اپنے نور العین کی زیارت نصیب ہوئی۔ قدیم تعلقات کی بنا پر پہلے
چند روز کاکوری مین قیام کیا۔ پھر لکھنؤ مین کچھ عرصے تک ابو تراب خان کے کٹڑے
مین مکان کرایہ پر لیکر رہے اور بعد ازان اپنے خسر ڈپٹی وحید الزمان خان مرحوم
کے مکان پر جو محلہ یحییٰ گنج مین تھا اقامت اختیار کی مجموعہ خطوط مرتبہ حضرت ثاقب
مین ایک خط جامع مکاتیب کے نام ہے جس سے اس زمانہ کی پریشان حالی کا اندازہ
ہوسکتا ہے:-

یاد آورم۔ کرم گستر۔ سلام نیاز کارڈ آیا۔ ممنون یاد آوری فرمایا۔ فرصت نذر
مکرد ہانت۔ طاقت وقف اسقام و آلام۔ جمعیت تو ایک مفروض محض ہے نہ کبھی تھی
نہ اب ہے نہ آئندہ محتمل۔ البتہ اسباب اُس کے فقدان کے مختلف ہوتے ہین۔
ریاست مین اطاعت سے فاقد تھی۔ اب وفور مکارہ سے معدوم ہے الغرض
نفس لئیم شکایت سے کبھی خالی نہین ہے۔ بندہ نواز مین ضعیف البنیان ہون اور
اور اکثر بیمار اور بیمارون کا پرستار رہتا ہون۔ حق تعالیٰ نے ایک قافلہ صغار و کبار
ذکور و اناث کا خدمتگزار کیا ہے اور زمانہ دو برس سے ناموافق ہے۔ گوناگون نقصان
اُٹھائے اور اُٹھاتا ہون۔ الغرض اسباب پریشانی کا ہجوم احباب کی خدمت مین

نامہ نگاری سے محروم رکھنا ہے۔ میری کوتہ قلمی معاف ہو"

جمعیت خاطر بیشک مفقود تھی لیکن دیکھا گیا ہے کہ بے سرو سامانی ہی بعض اوقات شاہد معنی کا زیور ہنجانی اور اقلیم سخن کے لیے خاتم سلیمان کا کام دیتی ہے۔

نعم البدل دیا مجھے اللہ نے امیر ۔۔۔ دل ہوگیا جو خون تو نگین سخن ہوا

اختر نگر کی ویران گلیوں کی دوبارہ زیارت نصیب ہوئی۔ واجد علی شاہی بزم کے دردناک تصور نے دل داغدار کیا۔ قیصر باغ کی شکستہ در و دیوار شاہی محلات کے کھنڈر، مینا بازار کی جگہ خس و خاشاک نے خون کے آنسو رلائے۔ کلام میں سوز و گداز پیدا ہوا۔ زبان پر اہل شہر کے جدید محاورات چڑھے۔ نظر دقیقہ شناس زلف و رخسار کے فرسودہ مضامین چھوڑ کر عالم روحانیات کی خبر لانے لگے۔ رعایت لفظی سے دل سیر ہوا زبان و بیان کے سلمندروں کو نگین سخنی کے آبنا سے ملانے کی طرف میلان خاطر ہوا شہر کے متعدد مشاعروں میں کامیابی و سرخروئی حاصل ہوئی علم و فضل کی اجڑی ہوئی تخت گاہ نے مجرے کے لیے سر تسلیم خم کیا۔ بانداز نکی مٹی ہوئی بستی نے تحسین و ستایش کے پھول برسائے اور سخنوروں کے لٹے ہوئے قافلہ نے منشی صاحب کو اپنا قافلہ سالار تسلیم کرکے "دامن گلچین" نام ایک گلدستہ جاری کیا جسمیں طبع آزمائی کی تمام مشاہیر اہل سخن کو دعوت دیگئی اب امیر کی شاعری معراج کمال کو پہونچی اور سب ہم عصروں کے چراغ ٹھنڈے ہوگئے

قابل دید تماشا حشم و جاہ کا ہے
داخلہ تخت گہ دل میں شہنشاہ کا ہے

کہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی	(۱)	ہائے کیسی اس بھری محفل میں سوائی ہوئی
ٹھوکریں کھلوائیگی یہ چال اٹھلائی ہوئی	(۲)	کیا جوانی پھرتی ہے جوبن پہ اترائی ہوئی
جان بلب حسرت میں باقی ہے جو مجھ ناشاد کو		کیا ہنسی پھرتی ہے ان ہونٹوں پہ اترائی ہوئی

آئینے مین ہر ادا کو دیکھ کے کہتے ہین وہ — آج دیکھا چاہیے کس کس کی ہر آئی ہوئی

(۳) کیون ترے لب پر تبسم مجلس ماتم مین ہے — یہ ہنسی بھی کیا مرے پھولونمین ہر آئی ہوئی

کیا پھلے پھولیگی امید دل پر آرزو — یاس کے دامن مین ہر یہ پرورش پائی ہوئی

(۴) کھل گیا جوبن تو عصمت نے حیا سے یون کہا — ایک انگڑائی مین ہم دونونکی رسوائی ہوئی

مین تو راز دل چھپاؤن پر چھپا رہنے بھی دے — جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ للچائی ہوئی

آنکھ اٹھے پردہ ہٹنے یہ بھی ہر کوئی دیکھنا — آڑ مین گھونگھٹ کی آنکھ اور وہ بھی شرمائی ہوئی

غمزہ و ناز و ادا سب مین حیا کا ہر لگاؤ — ہائے رے بچپن کی شوخی بھی ہر شرمائی ہوئی

کیف مستی مین بھی ہٹتا ہر یہ جوبن کا لحاظ — انکو انگڑائی بھی آتی ہر تو شرمائی ہوئی

(۷) وصل مین خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا — شرم بھی جائے تو مین جانون کہ تنہائی ہوئی

موت آئی روح جاتی ہر کرے کون اہتمام — اک نگاہ واپسین پھرتی ہر گھبرائی ہوئی

گرد اڑی عاشق کی تربت سے تو جھنجھلا کر کہا — واہ سر چڑھنے لگی پانون کی ٹھکرائی ہوئی

کہہ تو اے گلچین اسیران چمن کے واسطے — توڑ لون دو چار کلیان مین بھی مرجھائی ہوئی

شعر گلدستہ مین مجھ افسردہ دل کے کیا امیر
دامن گلچین مین کچھ کلیان ہین مرجھائی ہوئی

اسی زمین مین نواب مرزا خان داغ دہلوی کی بھی غزل ہر آپ کی قافیہ پیمائی ملاحظہ فرمائیے

(۱) رسوائی ہوئی

جب ترے در سے پھرا خلقت تماشائی ہوئی — پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی

ہائے دنیا وہ کہان وہ عیش و عشرت اب کہان — عرصۂ محشر مین رسوائی سی رسوائی ہوئی

(۲) اترائی ہوئی

بھولی صورت پر تری تصویر مین یہ بانکپن — لب پہ ظاہر ہر تبسم دل مین اترائی ہوئی

(۳) آئی ہوئی

ملتے ہی بیباک تھی وہ آنکھ شرمائی ہوئی
پھر گئی پچھتا کے پلکوں تک حیا آئی ہوئی

اک ادا استانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

اُن کی مٹھی میں جو دل تڑپا دبا کر یوں کہا
چھوٹتی ہے کوئی ایسی چیز ہاتھ آئی ہوئی

چوٹ کھائی عشق کی دل نے جگر تڑپا کیا
دوسرے پر آ لے کیونکر ایک کی آئی ہوئی

میری قسمت کی طرح رہتی ہے بل کھائی ہوئی
زلف پر بھی کیا ہے سختی کی گرہ آئی ہوئی

چل دیا اے داغ کیا منھ پھیر کر وہ مہ جبین
پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

(۴) پائی ہوئی ۔ ندارد
(۵) للچائی ہوئی ۔ ندارد
(۶) شرمائی ہوئی

اے ہجوم ناامیدی رکھ لے شرم آرزو
گوشۂ دل میں الگ بیٹھی ہے شرمائی ہوئی

(۷) تنہائی ہوئی ۔

آ گیا جب کوئی کر لیں چار باتیں اُس سے بھی
ورنہ پھر سر پیٹنا جس وقت تنہائی ہوئی

تھے عجب اندھیر کوئی داغ کا پرسان نہیں
صبح محشر بھی آ ہی شام تنہائی ہوئی

مجھ کو یہ دعویٰ کوئی تیرے سوا دل میں نہیں
اُس کا یہ الزام اچھی قید تنہائی ہوئی

(۸) گھبرائی ہوئی ،

ڈوک کر رستہ میں پیار آ ہی گیا اس شوخ پر
وہ نظر حیرت زدہ وہ بات گھبرائی ہوئی

کس دل بیتاب کی یارب تماشائی ہوئی
وہ نگاہ شوخ کچھ پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

موت سے ہے روح ترسان موت میرے حال سے
یہ بھی گھبرائی ہوئی ہے وہ بھی گھبرائی ہوئی

کس بلا میں مبتلا رہتی ہے دن بھر شام غم
دوڑ کر آتی ہے میرے گھر جو گھبرائی ہوئی

(۹) ٹھکرائی ہوئی ،

آسمان نے خاک کی چٹکی ہر ایک فتنہ کو دی | میری تربت ہی یہ کن قدمون کی ٹھکرائی ہوئی

(۱۰) مرجھائی ہوئی (بلا ردیف)

منشی صاحب کا مقطع لاجواب اور ساری غزل مرصع ہی۔ داغ نے سہ غزلہ کہا ہی لیکن ان قوافی مین صرف دو ہی شعر نکال سکے۔

اول۔ پیچھے پیچھے داغ آگے آگے رسوائی ہوئی (تخلص نے شعر مین جان ڈالدی)

دوم۔ آفت تازی کا فر جوانی جوش پر آئی ہوئی (ایمان فریب تصویر ہی) البتہ دونے قافیے ایسی خوبصورتی سے نظم کیے ہین کہ ان کا نظر انداز کرنا خلاف انصاف ہی

(۱) دانائی ہوئی

جھوٹے بنکر اُن کے منہ سے سُن لیا حال رقیب | عمر بھر مین ایک ہی تو ہم سے دانائی ہوئی

(۲) چھائی ہوئی

توبہ کر زاہد کرونگا مین تو بہ ایسے وقت مین | یہ بہار آئی ہوئی ایسی گھٹا چھائی ہوئی

الغرض دامن گلچین سے منشی صاحب کی شاعری کا نیا دور شروع ہوا اور اُن کے کلام کا اصلی رنگ جس کی جھلک واجد علی شاہی عہد مین کچھ کچھ نظر آتی بھی اور زمانہ قیام رامپور مین کسی قدر نمودار ہوا تھا اب نکھر کر کندن کی طرح دمکنے لگا۔ اور دنیائے ادب نے تسلیم کر لیا کہ منشی صاحب ایک طرز خاص کے مالک اور لکھنؤ کے انداز غزلسرائی کے مجدد ہین۔ منشی صاحب کے اس مشہور شعر مین

پچھلا کلام بھی ہی جو اس مین شریک امیر
دیوان مین اب کا رنگ کہین ہی کہین نہین

یہی رنگ مراد ہی جس نے دامن گلچین سے ہوا پائی نہ کہ شاعری کا وہ پرانا ڈھنگ جو حضرت فردوس مکان یا نواب کلب علی خان کے ابتدائی عہد مین تھا او

جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ اساتذۂ دہلی کی ہم نشینی کا فیض اور داغ کی خوشہ چینی کا ثمرہ تھا۔!!

دامن گلچین ایک سال تک بڑی آب و تاب سے جاری رہا اور مشک نافہ کی طرح منشی صاحب کے خوشبوے کمال سے دماغوں کو تر و تازہ کرتا رہا۔ اس عرصہ میں ریاست رامپور سے اُستاد کی واپسی کے لیے تحریک ہوئی امیر اللغات کی ترتیب و تدوین کے لیے امداد کا وعدہ ہوا منشی صاحب دامن گلچین کا اہتمام اپنے شاگرد منشی واحد علی بسمل[1] کے سپرد کرکے دارالسرور کی طرف نہضت فرما ہوئے بسمل نے عرصہ تک گلدستہ کی نگہداشت کی۔ لیکن آب حیات کے چھینٹے اُن کے پاس نہ تھے پھول مرجھاگئے اور گلدستہ بند کرنا پڑا۔ ایک مدت کے بعد منشی لطیف احمد صاحب اختر[2] صاحبزادۂ امیر مینائی نے دامن گلچین کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا۔ دو ایک پرچے بڑے اہتمام سے نکالے مگر موسم بدل گیا تھا بادسموم نے سرسبز نہ ہونے دیا۔ جب

جب خشک ہوا پھول تو پھر تر نہیں ہوتا

رام پور پہونچکر اطمینان و فراغت نے دوبارہ شکل دکھائی تھی امیر اللغات کیلیے بڑے بڑے توقعات پیدا ہوے تھے کہ ۲ رجمادی الاخری ۱۳۰۴ھ (مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء) کو نواب کلب علیخاں "خلد آشیاں" ہوے مجالس ادب ہم برہم اور علمی صحبتیں خواب و خیال ہو گئیں۔

دنیا خوابیست و زندگانی در وے   خوابیست کہ بخواب بیسنی اورا

نواب مشتاق علی خاں مسند نشین ریاست ہوے اور جنرل عظیم الدین خاں مدارالمہام۔ نئی زمین تھی نیا آسمان۔

---

[1] منشی واحد علی بسمل علوی کاکوروی۔ ولادت ۱۹ ررجب ۱۲۸۱ھ وفات ۱۲ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ (تذکرہ مشاہیر کاکوری صفحہ ۲۷۰) [2] نواب اختر یار جنگ بہادر ناظم امور مذہبی حیدرآباد دکن۔

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ وہ چلے ہو چکے خلد آشیاں تک

منشی صاحب کی تنخواہ میں تخفیف ہوئی اور مالی پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے نواب مرزا خاں صاحب دلی چلے گئے ان کو ایک خط میں لکھتے ہیں :-

میں اس حالت میں ہوں کہ خدا رحم فرمائے تو بیڑا پار ہو۔ پانسو روپیہ ماہوار کا خرچ اور دو سو کی آمدنی ہے رحلت خلد آشیاں سے اب تک تین ہزار کے مصارف آمدنی سے بڑھ چکے ہیں۔ اپنی بساط کیا تھی۔ انھیں سات مہینہ میں حیثیت بھی مٹ گئی۔ قرضداری بھی بڑھ گئی۔ خدا ہی سبکدوشی کا سامان کرے۔ افسوس ہم سب مسافروں کو کیا بے محل شام ہوئی ہے ....

میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں دعائے حسن ختام کرنا۔ ہر نفس نفس واپسیں ہے دیکھا چاہیئے کیا معاملہ پیش آتا ہے

کیا کہوں گا کوئی محشر میں جو پوچھے گا امیر کیوں نہ بگڑی ہوئی باتوں کو بناتے آئے

امیر ولگیر حسرت خمیر یاس تصویر

آلام روحانی کے ساتھ ساتھ امراض جسمانی نے آن گھیرا جابجا دل کے دورے پڑنے لگے ضعف و نقاہت کے سبب شعر گوئی سے بھی بددلی پیدا ہو گئی مگر اس داستان افکار و حوادث کے مفصل بیان کی اس مقدمہ میں گنجائش نہیں :-

مختصر یہ کہ ۱۸۹۱ء میں اولاً امیر اللغات کا پہلا حصہ (جس میں الف ممدودہ تھا) اور ۱۸۹۳ء میں) دوسرا حصہ (جس میں الف مقصورہ تھا) شایع ہوا، ڈاکٹر سر سید احمد خاں مرحوم ریویو فرماتے ہیں کہ "جو ڈھنگ انھوں نے اس نمونہ میں اختیار کیا ہے اگر اسی طرح یہ کتاب انجام کو پہنچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہ رہے گا اگر شرط لگائی جائے جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملنے کا جو اس کتاب میں نہو۔ بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب

اور مستند اور علمی زبانوں میں داخل ہو گئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اُن کی
امیر اللغات کی بدولت اُردو بھی اسی درجہ کی زبانوں میں داخل ہو جائے گی۔ بعض
نکتہ چینیوں نے اعتراضات بھی کیے لیکن منشی صاحب نے کسی کا جواب دینے
کی ضرورت نہ سمجھی۔ خود خاموشی اختیار کی اور اپنے شاگردوں کو بھی جواب دینے
سے منع فرمایا۔ اُن کا ہمیشہ یہ مسلک رہا کہ "اخباروں میں جو کچھ میری نسبت کبھی کسی مہربان
کی مہربانی سے چھپتا ہے میں نہ خود کبھی اس کا جواب دیتا ہوں نہ کسی دوست نہ کسی شاگرد کو
اجازت دیتا ہوں۔ مشرب یہ ہے کہ اگر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سچ اور صحیح ہے تو منفعل ہونا چاہیے
اور آئندہ احتراز کرنا چاہیے اور اگر تعصب سے غلط باتیں لکھی ہیں تو صبر کرنا چاہیے۔ رد و قدح میں طول عمل ہوگا"[1]
امیر اللغات کا تیسرا حصہ (با موحدہ) تیار تھا مگر اسکی اشاعت کا سامان
فراہم نہ ہو سکا۔ البتہ سنہ ۱۸۹۶ء میں امیر مینائی کا دوسرا دیوان صنم خانۂ عشق مرتب ہو کر
سنہ ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا جسکی بابت منشی صاحب کا سا سخن فہم خود رائے زن
ہے کہ دیوان دوم[2] دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ ہے۔ بہ اعتبار زبان اور مزے کے اور
بہ اعتبار بلاغت کے بھی"۔ نواب مرزا خاں داغ دہلوی جو جناب امیر کے حریف مقابل
سمجھے جاتے تھے اس دیوان کی بابت حسب ذیل خیالات ظاہر فرماتے ہیں :-

واہ کیا دیوان کہا ہے لاجواب — ابتدا سے انتہا تک بے نظیر
شوخی الفاظ ہے یا برق شوخ — بارش مضمون ہے یا ابر مطیر
لفظ مصرعے بیت سب جادو بھرے — دلفریب و دلستان و دلپذیر
ہر نکیلا شعر دل میں چبھ گیا — اس سے بڑھ کر کوئی کیا مارے گا تیر
یہ کلام ایسا کلام اتنا کلام — ہے نشان مصطفیٰ شان امیر

۱؎ پانچواں خط سید زاہد حسین کے نام مجموعہ مکاتیب مرتبہ حضرت ثاقب
۲؎ مکتوب مورخہ ۲۲ نومبر سنہ ۹۰ء حکیم برہم صاحب کے نام۔ مجموعہ مکاتیب

محو ہو جانے جو اسکو دیکھتے | ناسخ و آتش تو کیا مرزا دبیر
مستند کیونکر نہو ایسا کلام | جو کہا گویا ہے پتھر پر لکیر
آج ہی یہ طوطیِ معجز بیان | بلبلِ ہندوستان کا ہمصفیر
ایسا استاد زمانہ پھر کہاں | زندہ رکھ تو اسکو یا رب قدیر
ہے یہی اے داغ اسکا سالِ طبع | کہدے تو زیبا خیالات امیر

اس جامع و مانع تقریظ کے بعد صنمخانہ عشق پر ریویو کرنے کی چندان ضرورت نہین۔ ناسخ کی زبان ہی۔ میر کا بیان جرأت کی معاملہ بندی۔ درد کا تصوف آتش کا جوش و خروش اور سونے پر سہاگا مصحفی کی تاثیر!!! انتخاب دیوان تھوڑی دیر کے بعد ملاحظہ سے گذریگا اگرچہ اس مین دیوان کے بہترین اشعار کا چہارم حصہ بھی مشکل لیا گیا ہی اس مقام پر صرف چند اشعار نقل کیے جاتے ہین:۔

(اول) غالب کی مشہور غزل کا شعر ہی

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا | کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

"اعتبار" کا قافیہ منشی صاحب یون باندھتے ہین:۔

مین زبان سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہدون (۱) اسے کیا کرون کہ دلکو نہین اعتبار ہوتا
دم رخصت انکا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا (۲) تمھین میری قسمون کا بھی نہین اعتبار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین نہ رہی امیر باقی (۳) انھین مرنے کا ہی ابتک نہین اعتبار ہوتا

داغ نے بھی یہ قافیہ خوب باندھا ہی

جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا | تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے | اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا

اسی غزل مین غالب کا شعر ہی:۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیمکش کو | یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

"داغ نے "پار" کا سخت قافیہ نظم کرنے کی ہمت نہیں کی منشی صاحب فرماتے ہیں:-

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی — وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
یہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے — کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا
ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت — جگر اس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا
ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا — نہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا

غالب کا ارشاد ہے:-

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا — نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

داغ کی قافیہ پیمائی ہے:-

مجھے ملتے سب ایسا کہ عدو بھی سجدہ کرتے — در یار کعبہ بنتا جو مرا مزار ہوتا

امیر مینائی فرماتے ہیں:-

پس مرگ کاش یوں ہی مجھے وصل یار ہوتا — وہ سر مزار ہوتا میں تہ مزار ہوتا
نہ ملک سوال کرتے نہ لحد فشار دیتی — سر راہ کوئے قاتل جو مرا مزار ہوتا
مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشاں تک نہ رکھا — میں لپٹ کے رو تو لیتا جو کہیں مزار ہوتا

(دوم) سودا کی مشہور غزل کا شعر ہے:-

چھیڑ مت باد بہاری کہ میں جوں نکہت گل — پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

اور یہ شعر بھی اسی غزل میں ہے:-

لطف اے اشک کہ جوں شمع گھلا جاتا ہوں — رحم اے آہ شرر بار کہ جل جاؤں گا

اس زمین پر داغ و امیر دونوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ ہر ایک کا رنگ ملاحظہ کیجیے۔

داغ

دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤں گا — میں بھی کیا وعدہ تمھارا ہوں کہ ٹل جاؤں گا

امیر

آج بوسہ تجھے دیتے ہی بنے گا ایجان   کچھ ترا وعدہ نہین ہون کہ مین ٹل جاؤن گا

داغ

آؤ ملجاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی   مین بھی ہمراہ زمانہ کے بدل جاؤن گا

امیر

مین کبھی وقت پہ مقتل سے نہ ٹل جاؤن گا   کچھ زمانہ نہین کروٹ جو بدل جاؤن گا
وعدۂ وصل پہ چاہی جو قسم ہنسکے کہا   رنگ رُخ مین نہین تیرا کہ بدل جاؤن گا

داغ

ناوکِ یار سے یہ دل نے کہا مجھکو چھوڑ   سایے کے ساتھ ترے مین بھی نکل جاؤن گا

امیر

مستی اُن آنکھو نمین آتی ہے تو کہتا ہے حجاب   دیکھ لو آئی تو مین گھر سے نکل جاؤن گا

داغ

دل لگاتا نہ کبھی دارِ فنا مین ہرگز   کیا خبر کل مجھے آج آؤن گا کل جاؤن گا

امیر

اس سرا مین مین مسافر نہین رہنے آیا   رہ گیا تھکسے اگر آج تو کل جاؤن گا

داغ

اپنے سر کوئی بھی لیتا ہے برائی آفت   طور آگاہ نہ تھا اس سے کہ جل جاؤن گا

امیر

آتشِ عشق مجھے ہو گئی گلزار خلیل   دلمین سمجھا تھا وہ کافر کہ مین جل جاؤن گا
کھینچ کے لائی ہے کیون آتشِ فرقت مجھکو   مین پتنگے کی طرح وصل مین جل جاؤن گا

داغ

جلوۂ یار ہے گو ہوش رُبا اے ناصح — مین تجھے لیکے گرون گا تو سنبھل جاؤن گا

امیر

خبر آئی ہے وہ آتا ہے عیادت کیلیے — اب کچھ امید بڑی ہے کہ سنبھل جاؤن گا

داغ

قبر مین حسرت و ارمان ہین غنیمت اے داغ — رفتہ رفتہ انھین یارون مین بہل جاؤن گا

امیر

دیکھنے دے مجھے رخسار ترا ہرج ہی کیا — دو گھڑی دیکھ کے پھولون کو بہل جاؤن گا

سبحان اللہ سبحان اللہ!!

قدر دان مصحفی و حضرت سودا تھے امیر — لیکے تربت پہ انھین کی یہ غزل جاؤن گا

(سوم) چھوٹی بحر مین دونون استادون کی زور طبیعت دیکھیے،

دن کے لیے۔

(داغ)

تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لیے — ہمنے کیا چاہا تھا اس دن کے لیے
فیصلہ ہو آج میرا آپ کا — یہ اُٹھا رکھا ہے کس دن کے لیے
آج کل مین داغ ہوگے کامیاب — کیون مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

(امیر)

وصل کا دن اور اتنا مختصر — دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے
پی بھی لے زاہد جوانی مین شراب — عمر بھر ترسے گا اس دن کے لیے
لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر — آئے تھے دنیا مین اس دن کے لیے

(داغ) سن کے لیے

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ — شوخیان زیور ہین اس سن کے لیے

(امیر)

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی
بھیجنا ہیں ایک کمسن کے لیے
جنکے لیے

(داغ)

میکشو اب آئی شاید فصل گل
بلبلوں نے چونچ میں تنکے لیے

(امیر)

جھاڑتی ہے کون سے گل کی نظر
بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے
انکے لیے

(داغ)

ہمنشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا انکے لیے

(امیر)

سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند
اب کوئی حور آئے گی ان کے لیے
تند مے اور ایسے کمسن کے لیے
ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے
کہتے ہیں بیٹھنے کی بھی ابھی کہی
پردے میں بیٹھیں گے ہم انکے لیے
جنکے لیے

(داغ)

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لیے

(امیر)

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لیے
وائے قسمت وہ بھی کہتے ہیں برا
ہم برے سب سے ہوئے جنکے لیے

گن گن کے لیے

(داغ)

ہیں رخِ نازک پہ گنتی کے نشان — کس نے بوسے تیرے گن گن کے لیے

(امیر)

بوسہ بازی میں آنکھیں دھو کے دیے — لے گئے دس بیس دس گن گن کے لیے

مے نہ دی قرض اُس نے دو دن کے لیے — جس نے توڑے ہم سے گن گن کے لیے

آخری قافیہ کے سوا تمام دوسرے قوافی میں امیر کے اشعار داغ سے بہتر ہیں زبان میں ۔ مزے میں ۔ اور بلاغت میں ۔

(چہارم) ایک سنگلاخ زمین میں امیر و داغ کے فرقِ مراتب پہ غور کیجیے :-

ہوش ہو گئے

(داغ)

وہ ہم سے وعدہ کر کے فراموش ہو گئے — امیدوار ہوش سے بیہوش ہو گئے

بگڑا مزاج اُن کا تو محفل بگڑ گئی — سامانِ عیش اُڑ کے مرے ہوش ہو گئے

(امیر)

ساقی شراب اور خدا یا تو ان کو دے — ہم تیری چشمِ مست سے مدہوش ہو گئے

ساقی سے اور جام جو مانگا ملا جواب — آنکھیں تو کہہ رہی ہیں کہ مدہوش ہو گئے

بہکا میں مستِ شوقِ شبِ وصل تو کہا — لو تم تو بے پیے ہوئے مدہوش ہو گئے

روپوش ہو گئے

(داغ)

کافی ہی میرے قتل سے آشنا انھیں لحاظ — دو چار دن کے واسطے روپوش ہو گئے

(امیر)

چھپتے کہاں وہ وقتِ تسکین لیکن حجاب سے — منہ پر نقاب ڈال کے روپوش ہو گئے

سیہ پوش ہو گئے

(داغ)

ماتم ہی طفل اشک کا یا دل کا سوگ ہی ۔۔۔ کیوں مردمان دیدہ سیہ پوش ہو گئے

(امیر)

عاشق مرے تو سوگ تمھاری بلا کرے ۔۔۔ تم کیوں برنگ زلف سیہ پوش ہو گئے

دوش ہو گئے

(داغ)

احباب کو جنازہ اُٹھانا بھی بار تھا ۔۔۔ ہم خاک مین ملے وہ سُبک دوش ہو گئے

(امیر)

مُدّت سے سر امانت شمشیر یار تھا ۔۔۔ ہم ذبح ہو کے خوب سبکدوش ہو گئے

جنکی جگہ سر آنکھوں پہ تھی دم نکلتے ہی ۔۔۔ افسوس کیا وبال سر دوش ہو گئے

جوش ہو گئے

(داغ)

ہان ہان ٹھہر ٹھہر کے اُٹھا رخ سے تو نقاب ۔۔۔ پیدا طبیعتوں مین بہت جوش ہو گئے

(امیر)

سب ذوق وشوق ساتھ جوانی کے چل بسے ۔۔۔ دو چار روز وہ ولولے وہ جوش ہو گئے

گوش ہو گئے

(داغ)

میری برائیان تو نہ کرتا ہو مدعی ۔۔۔ کیا غور ہے کہ وہ ہمہ تن گوش ہو گئے

(امیر)

ایسے سمائے میری نظر مین شب وصال ۔۔۔ آنکھوں کی پتلیاں وہ دُر گوش ہو گئے

نوش ہو گئے

(داغ)

تلچھٹ بھی آج حضرتِ زاہد نے صاف کی — مے نوش کیا ہوے کہ بلا نوش ہو گئے

(امیر)

بوسے لیے جو زلف کی مستی مین تو کہا — مے پیتے پیتے تم تو بلا نوش ہو گئے
لذت سے آشنا جو ہوا دل فراق مین — جتنے تھے نیش وہ سب نوش ہو گئے

فراموش ہو گئے

(داغ)

اے داغ سب زمانۂ ماضی کے ذوق شوق — اکبار دل سے محو فراموش ہو گئے

(امیر)

دکھلا کے اک جھلک جو وہ روپوش ہو گئے — کیا کیا خیال خواب فراموش ہو گئے

آغوش ہو گئے

داغ نے یہ قافیہ نظر انداز کیا۔ امیر فرماتے ہین :-

بیٹھے ہم اُن کے پاس تکلف اُٹھا دیا — ہمدوش ہوتے ہوتے ہم آغوش ہو گئے
یاد آ گئے مزے جو پس مرگ وصل کے — تربت کے گوشے حور کے آغوش ہو گئے
قاضی بھی محتسب بھی قدح نوش ہو گئے — چھپ چھپ کے دختِ رز سے ہم آغوش ہو گئے
کبتک بغل مین پالے ہوئے دل کو روئیے — خالی یونہین ہزار دنکے آغوش ہو گئے
آئی تھی کسکی شکل خیالی کہ خواب مین — بیساختہ ہم اُس سے ہم آغوش ہو گئے

خاموش ہو گئے

داغ نے یہ قافیہ بھی نہین باندھا۔ امیر فرماتے ہین،

کیا جانے کیا خیال شبِ وصل بندھ گیا — باتین جو کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئے

افسردہ داغ دل ہوے پیری میں کیا امیر گویا چراغ صبح کو خاموش ہوگئے

سبحان اللہ! سبحان اللہ!!

(پنجم) حضرت داغ کا مشہور شعر ہے،

زاہد! تو جب ہی عذاب و ثواب کا دوزخ میں بادہ کش نہوں جنت میں تو نہو

امیر یہ قافیہ یوں نظم کرتے ہیں :-

ہو وصل پر دوئی کی کہیں اس میں بو نہو تو ہو تو میں نہوں میں اگر ہوں تو تو نہو

زاہد شراب ناب سے جب تک وضو نہو قابل نماز پڑھنے کے مسجد میں تو نہو

پہلو سے دل جدا ہو تو کچھ غم نہیں مجھے اے درد دل جدا مرے پہلو سے تو نہو

صحن چمن ہو ابر ہو شیشہ ہو جام ہو یہ سب تو ہوں غضب ہی کہ پہلو میں تو نہو

تو ہو تو بتکدہ مجھے کعبہ سے کم نہیں کعبہ صنمکدہ ہے جو کعبہ میں تو نہو

غش آگیا ہی مجھ کو گمان اور کچھ نہ کر اچھا ہوں میں اداس مری جان تو نہو

اسی زمین میں داغ کا شعر ہے :-

قاتل اگر نہ شوخ ہو خنجر اگر نہ تیز رگ رگ میں بیقرار ہمارا لہو نہو

امیر فرماتے ہیں

مہندی لگاتے ڈرتے ہیں کہتے ہیں بار بار شامل کسی شہید کا اس میں لہو نہو

آرزو نہو

(داغ)

کیا لطف انتظار جو تو حیلہ جو نہو کس کام کا وصال اگر آرزو نہو

(امیر)

کہتے ہیں سامنے ترے آ بیٹھیں ہم مگر یہ ڈر ہے کہ آگے کوئی آرزو نہو

(ششم) چند متفرق اشعار کا لطف اٹھائیے :-

دیکھی جو مری یاس ترس کھاکے یہ بولے   اللہ کرے اب تری امّید بر آئے

پوچھتے ہین وہ مجھ سے عید کے دن   کہو کیا مل گیا گلے مل کے

ٹھیرے ہی روز حشر یہ دیدار یار کا   اللہ حشر تک دل مضطر سے کیا کہین
کیسا حسرتناک سوال ہی۔

وہ کہتے ہین نکلنا اب تو دروازے پہ مشکل ہے
قدم کوئی کہان رکھے جدھر دیکھو ادھر دل ہے

قیامت ہی واعظ اسی تاک مین   ادھر تو نے پی اور اُدھر آگئی

آئے ہین بال کھولے دم نزع اسلیے[1]   دنیا سے جائیے تو پریشان جائیے

باغبان ہاتھ لگاتا نہین پھولون کو ترے   آنکلتا ہون کبھی دل کے میں بہلانیکو
کیسا درد ہی!!

روٹھنا روز کا ٹھیرا ہی تو یہ سُن رکھیے   روز کے روٹھنے والے کو مناتے بھی نہین
کس قدر صاف اور سچا بیان ہی!

عزیز احباب ساتھی دم کے ہین پھر چھوٹ جاتے ہین
جہان یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہین

---

[1] اسی مضمون کو ترقی دیکر ریاض خیرآبادی نے قیامت کردی فرماتے ہین
دم آخر ہی الجھن بڑھ رہی ہی اور الجھن پر   یہ نازک وقت ہی تم بال بکھرائے کہان آئے

درس عبرت ہی!

تفاوت اس قدر ہی زاہدون مین اور رندون مین
کہ وہ کچھ دل مین لے رہتے ہین یہ سب کہہ گزرتے ہین

صحیفۂ اخلاق کا ایک ورق ہی!!

کسطرح فریاد کرتے ہین بتا وو قاعدہ — اے اسیران قفس مین نوگرفتارون مین ہون
اے وہ دن کہ گذر جاتی تھی شب باتون مین — اب نہ باتون مین قرمہ ہی نہ ملاقاتون مین
جب تلک تم تھے کشیدہ دل تھا شکوون سے بھرا — تم گلے سے مل گئے سارا گلہ جاتا رہا

تصویر واقعہ ہی!!

انگور مین تھی یہ مے پانی کی چار بوندین — جسدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی
تم کو آتا ہے پیار غصہ پر — مجھکو غصہ پہ پیار آتا ہے
مسی چھوٹی ہوئی سوکھے ہوے ادنٹ — یہ صورت اور آپ آتے ہین گھر سے

قطعہ بند

محفل برخاست ہے پتنگے — رخصت شمعون سے ہو رہے ہین
ہے کوچ کا وقت آسمان پر — تاڑے کہین نام کو رہے ہین
انکی بھی نمود ہے کوئی دم — وہ بھی نہ رہین گے جو رہے ہین
دنیا کا یہ رنگ اور ہمکو — کچھ ہوش نہین ہی سو رہے ہین

سبحان اللہ! سبحان اللہ!!

مشاعرہ طویل ہوگیا سخن شناسون کو نیند کے جھونکے آنے لگے۔ اشعار کہان تک سنائے جائین۔ سارا دیوان جذبات دلفریب کا صنم خانہ اور محاورات دل آویز کا طلسم کدہ ہی۔ باوجودیکہ اگلا کلام بھی شامل ہی اور بعض جگہ رعایت لفظی کی بیجان مورتین بھی نظر آتی ہین لیکن یہ ممکن نہین کہ کوئی ورق سامنے آئے اور

اس مین چند تڑپا دینے والے شعر نہ مل جائین،

قدردان چاہیئے دیوان ہمارا ہی امیر
منتخب مصحفی و میر کے دیوانون کا

صنم خانۂ عشق منشی صاحب کے موجودہ کلیات مین بلند ترین درجہ رکھتا ہے لیکن دراصل وہ اُن کا بہترین کلام نہین ہی افسوس ہی کہ وہ نگارخانۂ معانی جسکے سامنے صنم خانہ بھی بازیچہ تھا تلف ہوگیا یعنی نومبر ۱۸۹۹ء مین منشی صاحب کے مکان مین آگ لگی اور سارا غیر مطبوعہ کلام جو صنمخانہ کی ترتیب کے بعد یکجا ہوا تھا جلکر خاک ہوگیا،

امیر اللغات کے ناتمام رہنے کا دل پر صدمہ تھا ہی۔ اس حادثہ ہائلہ نے اپنی زندگی سے دل سرد کردیا۔ دوستون اور عزیزون کے اصرار سے امیر اللغات کی اشاعت مین استمداد کے لیے پیرانہ سالی مین دور دراز مقامات کے سفر کرچکے تھے۔ حیدرآباد جانے کا عرصہ سے ارادہ تھا۔ حضور نظام کے اشارہ سے آخرکار اس سفر مصیبت انجام کی عزیمت کی۔ دارالریاست نے مہمان عزیز کا دھوم دھام سے استقبال کیا لیکن ہنوز کسل سفر بھی دور نہوا تھا کہ ۱۳/ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء مطابق ۱۹/ جمادی الآخر سنہ ۱۳۱۸ھ) کو وہ آفتاب علم۔ بدر کمال سپہر سخن زیر خاک ہوگیا۔

کجا امیر۔ کجا سرزمین ملک دکن   کہان تھا مسکن۔ مدفن کہان ہوا ہی نصیب

نواب مرزا خان داغ نے تاریخ رحلت کہی ہے

مل گئی تاریخ دل سے داغ کے
آہ لطف شاعری جاتا رہا

حیدرآباد مین قدیم تعلقات کی بنا پر داغ کے یہان قیام تھا اور وہین انتقال فرمایا۔

منشی صاحب ہمیشہ داغ کے مداح اور قدر شناس رہے۔ ایک خط مورخہ ۲۶ ، جولائی ۱۸۹۲ء مین لکھتے ہین :۔

"میرے پرانے یار پرانے غمگسار حضرت داغ سلامت۔ خداوند تعالے یوماً فیوماً آپکے اعزاز کو چمکائے ملک کو آپ کی قدر ہو یا نہو۔ میری نظر مین تو جسقدر ہو اُسکو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا آپ حاسدان کو تہ اندیش کا کچھ خیال نہ کرین۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہو ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہین۔ محسود ہونا سرمایۂ ناز و فخر ہے۔ حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے فقط۔

یاد آوری کا منت پذیر امیر فقیر

محبت کا عالم اس خط سے ظاہر ہوتا ہے :۔

بندہ نواز۔ سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب مین بھیج چکا ہون امید ہو کہ اس کا جواب آتا ہو گا۔ آج حمید آپ کا ملازم قدیم میرے پاس آیا۔ اُسکو دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہان تھے اور اسی یاد کی لذت مین مین نے اُسے گلے لگایا اور اُس کی آنکھون کو جن سے وہ دس بارہ دن بیشتر آپ کے جمال جہان آرا کو دیکھا کرتا تھا بہت دیر تک حسرت کی نگاہون سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات اور ضبط اوقات کی کیفیات پوچھا اور سنا کیا . . .

. . . .

سراپا تقصیر امیر"

ریاست رام پور ۲۰ ، اکتوبر ۱۸۹۵ء

ایکبار داغ کی بیماری کا حال سنا تو فرماتے ہین :۔

جب سے سنا امیر کہ ہین داغ دردمند ۔۔۔ لاکھون پڑے ہین سینۂ اہل سخن مین داغ

حضرت داغ کی نظر مین جو وقعت و عزت امیر کی تھی وہ اس قطعہ تاریخ سے

* ظاہر ہے جو صنخانہ عشق کے ساتھ شامل ہی اور ان اوراق مین پیشتر نقل کیا جاچکا ہی۔ ایک مقطع مین فرماتے ہین۔

اے داغ ہو دکھن سے بہت دور لکھنؤ
ملتے امیر احمد و سید جلال سے

غرض یہ دونون باکمال ایک دوسرے کی قدر و منزلت کے جوہر شناس تھے اور اُن کے درمیان آخر وقت تک اخلاص و محبت کا رشتہ قائم رہا۔

اُردو شاعری کی بہار مومن اور ذوق کے ساتھ ختم ہوچکی تھی۔ گل و بلبل کی داستان حسن و عشق کی کہانی وصل و فراق کا افسانہ شیراز و اصفہان والون نے تمام کردیا تھا۔ جو کچھ باقی تھا وہ اُردو کے اساتذۂ متقدمین نے پورا کردیا۔ غالب کے بعد شعرائے اُردو کا صرف یہی کام رہ گیا تھا کہ زبان و محاورات کے کیمیائی اجزا سے مدد لیکر پرانے بستہ مین دوبارہ رنگ پیدا کرنے کی کوشش کرین۔ وہ بیان کی شوخی۔ زبان کی صفائی اور محاورہ کی بے تکلفی سے خراج تحسین و آفرین وصول کرتے ہین لیکن اُن کے ضخیم دواوین کی ورق گردانی کرد مشکل ہی سے کوئی ایسا مضمون ملیگا جو بہ تبدیل الفاظ اساتذۂ سلف نظم نہ کرچکے ہون وہ پرانی کہانیان نمک مرچ لگا کر ایسے دلکش انداز سے بیان کرینگے کہ انوکھی معلوم ہونے لگین مگر تشبیہات جدیدہ اور خیالات نادرہ ان کے کلیات مین تلاش کرنا محال نہین تو نہایت دشوار ضرور ہی،

خدا بخشے شیخ مصحفی نے سودا کی ہجو مین کہا تھا،

سچ پوچھیو تو اردو کی فقط صاف زبان ہے
مضمون نہین کرجانتا زنہار وہ تحریر

اگر امیر و داغ اور اُن کے ہمعصرون کے کلیات شیخ صاحب کے سامنے

پیش کیے جاتے تو وہ کیا فرماتے؟ یہان تو تازگی مضامین بے مبالغہ عنقا ہے وہی لیلیٰ مجنون شیرین فرہاد کی پرانی حکایتین ہین اور وہی تیغ ادا اور مہ کمر والی فرسودہ تشبیہین۔ دگر ہیچ۔ شاعری کا کمال زبان کی شیرینی اور بندش کی صفائی ہے لیکن اس معجون مرکب نے تاثیر نہ دکھائی بازیگری کا پردہ فاش ہوا اور باسی مہندی کا پھیکا رنگ جھلکنے لگا تو توارد کے ستار عیوب اور خطا پوش دامن سے ڈھانکنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

مثالین سیکڑون ہین ہر چند کہ یہ مختصر گیر بادٗ پر عمل کرکے چند ہی لکھی جاتی ہین

(۱) امیر فرماتے ہین۔

عدم کو یان سے تو گھبرا کے اے اجل جاتے ۔۔۔ وہان بھی جی جو نہ لگتا کہان نکل جاتے

ذوق کا مشہور شعر ہے

(۲)

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مرجائینگے ۔۔۔ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے

(امیر)

اے حضرت دل بتون کو سجدہ ۔۔۔ اتنا نہ بھولیے خدا کو

مومن

بہم سجود پائے صنم پر دم وداع ۔۔۔ مومن خدا کو بھول گئے اضطراب مین

(۳) امیر

نہین ہے کوئی جہا نمین باقی چلیگی اب تیغ ناز کسپر ۔۔۔ مگر مجھے قتلگہ مین لائین مسیح مرنے جلا جلا کر

فارسی کا مشہور شعر ہے

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی ۔۔۔ مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

(۴) امیر

شیخ کعبہ سے گیا اُس تک برہمن دیر سے　　ایک تھی دونون کی منزل پھیر تھا کچھ راہ کا

(۰)

میر درد علیہ الرحمہ

شیخ کعبہ ہو کے پہونچا تم کنشت دل مین ہو　　درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا

(۰)

(۵) اسیر

دل وہی آنکھین وہی لیکن جوانی وہ کہان　　ہاے اب وہ تاکنا اور جھانکنا جاتا رہا

(۰)

رند

رہا شباب تلک تاک جھانک کا لپکا　　وہی ہین آنکھین تو لیکن وہ دیکھ بھال نہین

(۰)

(۶) اسیر

چلے تیغ نگہ اغیار پر مین اٹریان رگڑون　　مرے ہوتے غضب ہے ہاتھ اٹھائین آپ دشمن پر

(۰)

فارسی کا مشہور شعر ہے

نہ بود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(۰)

(۷) اسیر

جب اترتی ہے فلک سے تو یہین آتی ہے　　تاک رکھا ہے بلاؤن نے ہمارے گھر کو

(۰)

قطعہ انوری کے یہ دو مصرعے بہت مشہور ہین

ہر بلائے کز آسمان آید　　خانۂ انوری کجا باشد

(۰)

(۸) اسیر

جنازہ پر آؤ نہ تم گور پر　　کس امید پر جی سے جاے کوئی

(۰)

فارسی کا مشہور شعر ہے

بچہ امید می توان مردن　　بمزار کسے نمی آئی

(۹) حضرت داغ ارشاد فرماتے ہین۔

اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک جھانک　　رہ گئین آنکھین مگر وہ دیکھنا جاتا رہا

رند

رہا شباب تلک تاک جھانک کا لپکا — وہی ہین آنکھین تو لیکن وہ دیکھ بھال نہین

---

(۱۰) داغ

باقی جہان مین قیس نہ فرہاد رہ گیا — افسانہ عاشقون کا فقط یاد رہ گیا

نواب مرزا شوق

بوے الفت تمام پھیلی ہے — باقی اب قیس ہے نہ لیلی ہے

---

(۱۱) داغ

وادی عشق کی سیرین کوئی ہم سے پوچھے — خضر کیا جانے کبھی گھر سے نہ باہر نکلا

صبا لکھنوی

کوچۂ عشق کی راہین کوئی ہم سے پوچھے — خضر کیا جانین غریب اگلے زمانے والے

---

(۱۲) داغ

سخت جانون کا تو مشکل سے گلا کٹتا ہے — پہلے پتھر پہ لگا لیجیے خنجر اپنا

خواجہ وزیر

مین سخت جان ہون کہین کر کرے نہ قاتل — چڑھا لے سنگ ذرا باڑھ دردری ہو جائے

---

(۱۳) داغ

کیا حشر مین ہو دولت دیدار سے وہ شاد — دنیا مین جو وصال سے محروم رہ گیا

شیخ فریدالدین عطار رح

ہر کہ این جا ندید محروم است — در قیامت ز لذت دیدار

(۱۴) داغ

یہ آرزو ہے آنکھ مین سرمہ لگائین ہم — اے داغ خاک پاے رسول خدا سے ہم

شاید لطف کا شعر ہو۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم — خاکِ درِ رسول کا سُرمہ لگائیں ہم

(۰)

(۱۵) داغ

ہمسری کون کرے فتنہ خرامی سے تری — سیکڑوں کبک سی ٹھوکریں میں چلے آتے ہیں

(۰)

شاید صبا کا شعر ہے

وہ یکایک باغ میں آئے جو اٹھلاتے ہوئے — کبک بھاگے سامنے سے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

(۰)

(۱۶) داغ

رات کی رات کا مہمان ہے مریضِ ہجران — صبح تم آئے تو کیا آئے سحر کچھ بھی نہیں

(۰)

(ذوق)

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد — سینہ میں ہو گی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

(۰)

(۱۷) داغ

رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہوں گے — صاف کہہ دیجیے ملنا ہمیں منظور نہیں

(۰)

رند

یہ عبث کہتے ہو موقع نہ تھا اور گھات نہ تھی — مہندی پاؤں میں نہ تھی آپکے برسات نہ تھی

بس یہی کہیے کہ منظور ملاقات نہ تھی

(۰)

(۱۸) داغ

غبار آلودہ آنکھیں بل جبیں پر درد ہے سر میں

رہے تم رات بھر بے چین کس کمبخت کے گھر میں

(۰)

خسرو

تو شبانہ می نمائی بہ برکہ بودی امشب — کہ ہنوز چشم مستت اثرِ خمار دارد

(۰)

(۱۹) آتش

وہی وحشت ہے وہی خار وہی ویرانہ — دشت کس ناتے میں چھپا مرے کاشانہ کا

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

(۲۰) داغ

ہوسکے کیا اپنی وحشت کا علاج تیرے کوچے مین بھی صحرا چاہیئے

مومن

کر علاج جوشِ وحشت چارہ گر لا دے اک جنگل مجھے بازار سے

(۲۱) داغ

ہائے بیتابی شب وعدہ ترے مہجور کی اکثر اُٹھتے ہمنے دیکھا اسکو اکثر بیٹھتے

رند

کیا کہوں رات غضب لائی تھی کیا بیتابی کبھی اٹھا کبھی بیٹھا کبھی ٹہلا جانی

(۲۲) داغ

آرام کے لیے ہے تمھین آرزوے مرگ اے داغ اور جو چین نہ آیا فنا کے بعد

ذوق

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مرجائین گے مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائین گے

(۲۳) داغ

یاد رہ جائے گی جفا تیری دن گذر جائین گے مصیبت کے

رند

وعدے پہ تم نہ آئے تو کچھ ہم نہ مرگئے کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے

(۲۴) داغ

وہ بت دل مین مہمان ہوا چاہتا ہے نیا دین وایمان ہوا چاہتا ہے

استاد کا شعر تھا سہ

دل اُس بت پہ شیدا ہوا چاہتا ہے — یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

(۲۵) داغ

پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں — عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے

نواب مرزا شوق

حشر تک ہوگی پھر یہ بات کہاں — عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے

نکتہ رس کہتے ہیں کہ خیالات نادرہ کا جب ان شعرا کے یہاں قحط ہو اور اساتذہ قدیم کے مضامین اُلٹ پلٹ کر بیان کرتے ہوں تو ان کو "سابقین اولین" کی ہم نشینی کا کوئی حق نہیں اور اساطین نظم کی صف اول میں ان کو جگہ نہ ملنا چاہئیے اگر انھوں نے میر اور درد کے رنگ میں بعض اشعار کہے تو کیا وہ صاف د
بے دُرد ہی مگر جھوٹی!

ظاہری چمک دمک سے نگاہوں کو خیرہ کرنے والی اشرفی ہے مگر کھوٹی!! اگر اپنے وقت کے سودا و مصحفی مشہور ہوئے تو کیا وہ محض نقلی! جیسے آئینے میں مہر جہانتاب کی تنویر! اور اگر میر سوز ثانی۔ یا رشک جرأت سمجھے گئے تو کیا وہ صرف نقلی! جیسے کاغذ پر گل تر کی تصویر!!! لیکن دوستوں کو یہ صاف بیانی پسند نہیں وہ فرماتے ہیں۔ چاند سورج نظر دن سے غائب ہوجائیں تو روشنی اور رہنمائی کی خدمت ستارے ہی انجام دیتے ہیں اس اعتبار سے آخری دور میں امیر و داغ سپہر سخن کے شمس و قمر تھے اور یہ طے ہونا چاہیئے کہ ان دونوں میں صدر نشین تفضیلات کون تھا؟

چونکہ گل بگذشت و گلشن شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

داغ واردات عشق مجازی کے اظہار میں ایک حد تک صادق البیان ہیں وہ رند مشرب ظریف و بے باک تھے۔ عہد شباب بھر دلی کے پرستان اور دلی کے لال قلعہ میں بسر ہوا

وہ پھول والون کا میلہ وہ سیر یاد ہے داغ ۔۔۔۔ وہ روز جھرنے پہ جمگھٹ پری جمالون کا

جوانی مین رام پور تھا اور بے نظیر کے میلے ! ! شیخوخیت کے عہد تک حسینان بازاری سے راز و نیاز رہے۔ وہ آپ بیتی کہانیون کو اگلے استادون کے ساز سے ملا کر معاملہ بندی شوخی و غمزہ۔ ناز و انداز لطف و صال کی عام پسند تانین ایسی دلکشی سے الاپتے ہین کہ موسیقی الفاظ کا جادو سننے والون کو مست و مدہوش کر دیتا ہے، وہ مضامین شگفتہ کے نقاش اور جذبات سرور و انبساط کے ترجمان ہین۔ درد و غم کی روداد بھی اس شوخی اور ملاحت سے بیان کرتے ہین کہ زبان سے بے ساختہ واہ وا نکلتی ہے۔ مثلاً معشوق کی رخصت عاشق کی نازک حالت۔ غم جدائی۔ خبر مرگ وغیرہ رنج و حسرت کے خاص مضامین ہین لیکن داغ ان خیالات کے اظہار مین بھی شوخی نہین چھوڑ سکتے فرماتے ہین

دم رخصت یہ چھیڑ تو دیکھو ۔۔۔۔ مجھ سے کہتے ہین کب ملین گے آپ

جو چارہ گر آیا مری بالین پہ یہ بولا ۔۔۔۔ اللہ کو سونپا تجھے بیمار محبت

پھر عیادت آج وہ آ کر یہ کہہ گئے ۔۔۔۔ ہو زندگی عزیز جسے کیون لگائے دل

حسرتین لے گئے اس بزم سے چلنے والے ۔۔۔۔ ہاتھ ملتے ہی اٹھے عطر کے ملنے والے

یار غمخوار مرے حال کو سب پوچھتے ہین ۔۔۔۔ اور کچھ پوچھ کے سب کہتے ہین قسمت تیری

اس کوچہ مین جاتے ہی اجل آئی ہماری ۔۔۔۔ جنت مین بھی یا رب نہ ہوئی راہ قضا بند

عاشق ترے عالم کو گرے کس قدر تباہ ۔ پوچھا ہر ایک نے یہ مسافر کہاں کے ہیں
جب تک حسن و عشق کی بارگاہ میں حاضر باش رہے یہ دل فریبی ترقی ہی کرتی گئی مگر (بقول مولانا حالی) "سر سودا سے تہی اور دل عشق سے خالی"۔ ہوا داغ پیری و صد عیب کے دام کا شکار ہوئے تو کلام میں وہ لطف باقی نہ رہا ماہتاب آفتاب داغ کے سامنے بے نور ہو گیا۔

برخلاف اسکے منشی امیر احمد ثقہ و پرہیزگار تھے۔ زندگی کا معتد بہ حصہ ریاضات و عبادات میں گذرا نوعمری سے عشق حقیقی کی طلب کا ذوق و شوق دل میں پیدا ہوا اور اس سرکار کا حال یہ کہ

عنقا شکار کس نشود دام باز چین
این جا ہمیشہ باد بدست است دام را

وہاں تصور یا رہیں خود فراموشی عشق کا کمال و مآل اور وصل دلدار کے معنی وصال یا انتقال!!

تو در گم شو کمال اینست و بس
گم شدن گم کن وصال اینست و بس

وہ معشوقان مجازی کے راز و نیاز کی تفسیر کیونکر کریں اور اُن کے ناز و انداز کی صحیح تصویر کیونکر کھینچیں جو تمنا حضرت داغ اس شوخی سے ظاہر کر سکتے ہیں کہ

لطف شب وصال اگر جان جائیے
خود تجھ سے کہیے مہربان مان جائیے

اسکی بابت امیر زیادہ سے زیادہ یہ عرض کرنے کی مجال رکھتے ہیں کہ

مانی ہیں میں نے سیکڑوں باتیں تمام عمر
آج ایک بات آپ مری مان جائیے

حد سے بڑھے تو یون کہا:-

آخر ہی رات وصل کی کبتلک نہین نہین

بس بس خدا کو مان کے اب مان جائیے

وہ فطرۃً دل درد آشنا رکھتے تھے۔ تصوف کی چاشنی نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور اُن کو درد و غم کا داستان گو جذبات حسرت و یاس کا مصوّر بنا دیا۔ شباب کی سرمستیان بھی ایسے درد ناک لہجہ مین بیان کرتے ہین کہ واہ واہ کی جگہ دل سے آہ نکلتی ہی۔ مثلاً ؎

اور تھوڑی سی شب وصل بڑھا دے یارب ۔۔۔ صبح نزدیک ہین اُن سے ہے کیا کیا کہنا

بات کرنے مین تو جاتی ہی ملاقات کی رات ۔۔۔ کیا بڑی بات ہی رہجاؤ یہین رات کی رات

آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہم کو ۔۔۔ ہائے وہ دن کہ جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہمکو

سوتے تھے وہ لپٹ کے کبھی ہم سے رات بھر ۔۔۔ اب کیا کرین وہ ذکر کہ باتین ہین خواب کی

کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین ۔۔۔ فرصت کم آرزو بہت ہے

سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل ۔۔۔ کہ آسرا تھا سے امیدوار کھو بیٹھے

وصل کی شب بھی خفا وہ بت مغرور رہا ۔۔۔ حوصلہ دل کا جو تھا دلمین بدستور رہا

ہر گلوری پہ چھیڑ ہے شب وصل ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہین

جسقدر سن بڑھتا گیا۔ شباب کی چاندنی دور ہوتی گئی۔ انقلابات عالم کے تلخ تجربون مین اضافہ ہوتا گیا۔ آلام و اسقام کا ہجوم بڑھتا گیا۔ افکار و حوادث دل کو مضمحل بناتے گئے۔

شاعری مین دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی۔ درد و تاثیر کے جوہر چمکنے لگے۔ (حتیٰ کہ بعض نکتہ چینیون کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ امیر نے میر و درد کے رنگ مین کہنے کی کوشش شروع کی) اور آخری زمانہ کے کلام سے ابتدائی شاعری کو وہ نسبت رہ گئی جو چراغ سے جگنو کو!!

سر ستیون کی کہانی غزل کا جسم ہے تو دل عاشق کا درد اس کی جان۔ شادی و غم جہان مین توام ہین اور "ننگناے"، غزل مین دونون کی گنجایش ہے۔ امیر و داغ کی غزلین بھی دونون قسمون کے مضامین کا مجموعہ ہین لیکن کلمتہ الحق یہ ہے کہ داغ کے بیان عشرت کو امیر کے نغمہ طرب سے وہ نسبت ہے جو سورج کو چاند سے یا چاند کو ستارے سے!! امیر کے افسانہ حسرت کو داغ کے ترانہ غم سے وہ رشتہ ہے جو براق کو آہو سے یا معجزہ کو جادو سے!!

جسوقت دل دردمند ہو۔ رنج و حسرت کا غلبہ۔ یاس و حرمان کا ہجوم ہو امیر کا دیوان کھولو۔ اُن کی غزلین دل پژمردہ کو تسلی دین گی لیکن شباب کا ولولہ۔ بے فکری کا نشہ۔ عشرت کی ترنگ۔ جوانی کی اُمنگ ہو تو مرآۃ الغیب طاق پر رکھو اور داغ کے گلزار کی ہوا کھاؤ۔

پچھلے اوراق مین بعض جگہ امیر کی غزلون کا مرتبہ داغ کے کلام سے برتر دکھایا گیا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ غزل گوئی مین امیر کو داغ پر من کل الوجوہ تفضیلت ہے داغ کے بعض اشعار بقول جان صاحب "چاہت کا نسخہ" ہین اور

بڑے بڑے ضخیم دیوانوں کا جواب ہین -

اللہ اللہ !!

کہہ کر اس کی نگہ ناز سے جینا ہوگا ۔ زہر دے اُس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
چین دیتے نہین وہ داغ کسی طرح مجھے ۔ مین جو مرتا ہون تو کہتے ہین کہ جینا ہوگا

---(۰)---

وہ عیادت کو مری آتے ہین لو اور سنو ۔ آج ہی خوبی تقدیر سے حال اچھا ہے
آپ پچھتائین نہین جور سے توبہ نہ کرین ۔ آپ گھبرائین نہین داغ کا حال اچھا ہے

---(۰)---

بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہے تن کے بیٹھے ہین ۔ کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یون بن کے بیٹھے ہین
بہت رویا ہون مین جب سے یہ مین نے خواب دیکھا ہے ۔ کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہین

---(۰)---

ہزارون حسرتین وہ ہین جو رکے سے نہین رکتین ۔ بہت ارمان ایسے ہین کہ دل کے دل مین رہتے ہین

---(۰)---

آؤ اک وعدۂ فردا پہ نوشتہ ہو جائے ۔ کہ مری سہو کی عادت ہے نہ مجھے یاد رہے

---(۰)---

یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوح تربت پر ۔ جو ہو فرقت کی بیتابی تو یون خواب گران کیون ہو

---(۰)---

وعدے پہ مرے اُنکے قیامت کی ہے تکرار ۔ اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے ادھر آج

---(۰)---

شب وصل ایسی کھلی چاندنی ۔ وہ گھبرا کے بولے سحر ہو گئی

---(۰)---

مجھ سے کہتے ہین نکالین گے ہمین کچھ تدبیر صاف کہدو کہ دل آیا ہو تمھارا کس پر
دیدیا اُسکے مریضون کو خدا نے بھی جواب آپ بھولے ہوے بیٹھے ہین مسیحا کس پر

(۰)

خوشنوائی نے رکھا ہم کو اسیر صیّاد ہمسے اچھے رہے صدقے ہین اُترنے والے

(۰)

دم گفتار نالے حلق مین چھُریان سی چھوٹتے ہین
زبان تک ٹکڑے ہو ہو کر مرا افسانہ آتا ہے

(۰)

مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سمجھو کوسا ہو اگر مین نے تو آئے مرے آگے

(۰)

ماحصل یہ کہ میدان غزل مین داغ و امیر کا مرتبہ قریب قریب برابر ہی رہتا
ہین دونو ایک ہی سے کچھ ذرا چڑھتے اُترتے ہین

بعض خیالات کے نظم کرنے مین امیر کو کمال حاصل ہوا اور بعض جذبات
کا اظہار صرف داغ ہی کر سکتے ہین۔ البتہ معلومات و قواعد و قوت شاعری صحت الفاظ
اور اصناف سخن پر قدرت کے لحاظ سے امیر کو داغ پر یقیناً فضیلت حاصل ہے۔
امیر کا صوفیانہ اور عارفانہ کلام پڑھو تو بمقابلہ داغ وہ عطار و سنائی ہین کلیات نعت
کی زیارت کرو تو داغ کے سامنے وہ نظامی و جامی ہین قصاید کا موازنہ کرو
تو وہ انوری و خاقانی ہین مسودہ سوختہ دیکھو تو وحشی یزدی ہین امیر اللغات
سے مستفید ہو تو زباندان بےنظیر صاحب قاموس ثانی ہین دوسرے الفاظ مین
یون کہو کہ جس طرح استادی کے اعتبار سے مصحفی کا مرتبہ انشا و جرأت سے اور
ذوق کا درجہ غالب و مومن سے برتر ہے اسی طرح قادر الکلام ہونے کی حیثیت سے

امیر کا مرتبہ داغ سے بلند تر ہے داغ خود تسلیم کرتے ہین

ایسا استادِ زمانہ پھر کہان

رکھ سلامت اُسکو تو ربِّ قدیر
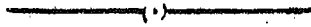
بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان اول۔ مرآۃ الغیب

کچھ غم نہیں جو پیش ہے دفتر قصور کا
عنوان نامہ نام ہے رب غفور کا

ہمت ہے شرط راہ خدا ہے کھلی ہوئی
پونہچا وہ جس نے قصد کیا راہ دور کا

محروم اُسکے خوان تجلّی سے کون ہے
حصّہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا

زاہد لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغ زہد
جھونکا نہ آنے پائے ہوائے غرور کا

دیدار کا تو وعدہ وفا ہوگا حشر میں
ارشاد ہو علاج دل نا صبور کا

الفت امیر آل محمدؐ کی فرض ہے
مشکل ہے بے سفینہ ارادہ عبور کا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھ حسن شعلہ رویاں کا
تماشا دیکھ پروانوں کی آنکھوں سے چراغاں کا

مرے ہی سامنے دامن اُٹھا کر ناز سے چلنا
مجھی سے پھر گلہ اُلٹا مرے چاک گریباں کا

مقابل شیخ دھوکے میں اڑائیں دھجیاں میں نے
ترے خرقے پہ شک مجھکو ہوا اپنے گریباں کا

اُچھلتا ہی کلیجا ڈوبتا ہی دل خدا حافظ
سمٹ پڑنا ہی پھیلنا شبہائے ہجراں کا

کہاں ساماں تھا وحشت میں کہ نامہ یار کو لکھتا
دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر میں نے گریباں کا

جسے سارا زمانہ آفتاب حشر کہتا ہے
وہ اک اُترا ہوا پھاہا ہے اپنے داغ ہجراں کا

کہیں ضبطِ فغاں سے عشق کے آثار چھپتے ہیں — لبِ خاموش سے پیدا ہے صدرِ پنہاں کا
بڑے نادان ہیں جو لوگ ڈرتے ہیں امیر اُس سے — اجل تو نام ہے اک زندگانی کے نگہباں کا

(٥)

بالیں پہ میری کس لیے آیا ہے اے طبیب — تجھ سے علاجِ دردِ دل زار ہو چکا
آیا نہ ایک بار عیادت کو وہ مسیح — سو بار میں فریب سے بیمار ہو چکا

(٥)

وعدہ نہیں ہے حشر کے دن کس سے دید کا — حصّہ ابھی سے بانٹ رہے ہیں وہ عید کا
ہم منتظر ہیں لائیے وہاں سے جوابِ خط — بھیجا ہے نامہ بر نے خط اپنی رسید کا
اس غمکدے میں کٹ گئی یوں اپنی زندگی — قیدی پہ جیسے روز گزر جائے عید کا
بت بن کے وقتِ نزع نہ بالیں پہ میری بیٹھ — ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

(٥)

صفحۂ دہر پہ صورت گر قدرت نے امیر — اُس کی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑ دیا

(٥)

پچھتا رہے ہیں خون مرا کر کے کیوں حضور — اب اُس پہ خاک ڈالیے جو کچھ ہوا ہوا
چالاکیاں تو دیکھو مجھے قتل کر کے خود — اوروں سے پوچھتے ہیں یہ کیا ماجرا ہوا

(٥)

فراقِ یار نے بے چین مجھ کو رات بھر رکھا — کبھی تکیہ اِدھر رکھا کبھی تکیہ اُدھر رکھا
برابر آئینے کے بھی نہ سمجھے قدر وہ دل کی — اِسے زیرِ قدم رکھا اُسے پیشِ نظر رکھا
نہ کی کس نے سفارش میری وقتِ ذبح قاتل سے — کماں نے ہاتھ جوڑے تیغ نے قدموں پہ سر رکھا
ترے ہر نقشِ پا کو رہگذر میں سجدہ کر بیٹھے — جہاں تو نے قدم رکھا وہاں ہم نے بھی سر رکھا

(٥)

بہار آئی ہے اے دستِ جنون یا عید آئی ہے
گریبان سے گلے ملنے چلا ہی چاکِ دامن کا

نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رو دیتے
سمجھتین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا

(٥)

ہاتھ رکھے مین اُٹھا نہ تم گلو پر دمِ حشر
مجھ سے ہوتا کہ مین جلاد کو رسوا کرتا

(٥)

تری گردن پہ ہوگا خون حسرت ہائے بسمل کا
نگاہِ یاس بس کر دل بھر آتا ہی قاتل کا

جوانی مین نہ کر غفلت سفر کرنا ہی پیری مین
مسافر رات سے کرتا ہی سامان اگلی منزل کا

(٥)

کیا حقیقت دو جہان کی وسعتِ دل کے حضور
لامکان اک مختصر گوشہ ہوا اس تعمیر کا

(٥)

رو کے قاصد مرا اس شوخ سے رو دنا کہنا
ہنس پڑے اُس پہ تو پھر حرفِ تمنا کہنا

اور تھوڑی سی شبِ وصل بڑھا دے یا رب
صبح نزدیک ہمین اُن سے ہے کیا کیا کہنا

لا سکو گے نہ ذرا جلوۂ دیدار کی تاب
اَرِنی مُنھ سے نہ اے حضرتِ موسیٰ کہنا

کیسے نادان ہین جو اچھے کو بُرا کہتے ہین
ہو بُرا بھی تو اُسے چاہیے اچھا کہنا

دمِ آخر تو بتو یادِ خدا کرنے دو
زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا

شوق کعبہ لیے جاتا ہی ہوس جانبِ دیر
میرے اللہ بجا لاؤن مین کس کا کہنا

(٥)

جائے قیامِ منزلِ ہستی نہ تھی امیر
اُترے تھے ہم سرا مین کہ کوس سفر بجا

(٥)

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا
سایے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا

دنیا کی سیر تھی کہ تماشا طلسم کا
جھپکی پلک کہ آنکھ سے غائب بدن ہوا

کیسی گھڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا مین غریب — پھر دیکھنا نصیب نہ مجھکو وطن ہوا

شکل وطن نہ صورت اہل وطن ہے یاد — مدت ہوئی کہ وادی غربت وطن ہوا

مجھ مست کی ہے ہاتھ ترے یارب آبرو — مجھکو کریم جان کے توبہ شکن ہوا

(٠)

پہلے تو ایک صفحہ سادہ تھا آئینہ — دیکھا جو اُس نگار نے تصویر ہوگیا

برباد قصر تن جو ہوا بن گئی لحد — وہ گھر جو گر پڑا تو یہ تعمیر ہوگیا

عالم تمام اپنی جوانی سے تھا جوان — ہم پیر کیا ہوئے کہ جہان پیر ہوگیا

(٠)

اے بلبلین چمن مین کہان آ گئی خزان — تھی دھوم چار دن کی وہ ہنگامہ ہوگیا

پیری مین آئی موت جوانی گذر گئی — جاگا تمام شب مین دم صبح سو گیا

ماتم کیا کسی نے نہ میرا تو کیا ہوا — ابر آکے خاک گور پہ ہر سال رو گیا

(٠)

وصل کی شب بھی خفا وہ بت مغرور رہا — حوصلہ دل کا جو تھا دل مین بدستور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفل جانان مین امیر — رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

(٠)

بہار آئی ہے پھر خیر ہو خداوندا — جنون کے ہاتھ مین دامن ہے پارسائی کا

نقاب یار نے اُلٹی ہے حضرت ناصح — یقین ہے فاش ہو اب پردہ پارسائی کا

(٠)

بار بار اُسکی گلی مین کیون نہ جاتا اے امیر — کیا کرون بے اختیاری تھی کہ دل بے صبر تھا

(٠)

ہوتی اگر نہ روح تو تھا خاک جسم مین — آئی دُلھن جو گھر مین تو آباد گھر ہوا

تھا مسلمان جب تلک مشتاق کافر تھا وہ بت
یہ ہوا کافر تو وہ ضد سے مسلمان ہو گیا
کیا رہین گلزار مین ہم وحشی نازک مزاج
نکہت گل سے دماغ اپنا پریشان ہو گیا

فتنہ تھا قہر تھا جلوہ ترا اے یار نہ تھا
جیتا کس کو سنبھالوں مین دل زار نہ تھا
جب کہا اُس سے شب غم کوئی غمخوار نہ تھا
در سے اُٹھ کے کہا کیا یہ گنہگار نہ تھا
کیا بلا تھی نگہ ہوش رُبا ساقی کی
اُٹھ گئی آنکھ تو سو مین کوئی ہشیار نہ تھا
بات رکھ لی مرے قاتل نے گنہگارون مین
اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا
جوش وحشت اسے کہتے ہین کہ آتے ہی بہار
ہاتھ ڈالا جو گریبان مین کوئی تار نہ تھا

تیرے مریض غم کی نہین آج کچھ خبر
سنتے ہین حال کل تو نہایت سقیم تھا
دنیا کا حال اہل عدم سے یہ مختصر
اک دو قدم کا کوچۂ امید و بیم تھا
سامان عفو کیا مین کہون مختصر یہ ہے
بندہ گنہگار تھا خالق کریم تھا
کرتا مین دردمند طبیبون سے کیا رجوع
جسنے دیا تھا درد بڑا وہ حکیم تھا

ہر جگہ جوش محبت کا نیا عالم ہوا
آنکھ مین آنسو جگر مین داغ دل مین غم ہوا
موت آئی درد فرقت سے نہین صحت ہوئی
بڑھتے بڑھتے زخم آخر زخم کا مرہم ہوا
رات بھر رویا کیا کے یار بن گلزار مین
صبح کو پھولون سے رخصت صورت شبنم ہوا
دل جگر دونون تھے دشمن جان کے میری مگر
جو گیا پہلو سے میرے تھا اس کا غم ہوا
ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہین امیر
کچھ تو وحشت نے کمی کی کچھ تو سودا کم ہوا
رہ گیا فرقت مین اشکون کا نہین اچھا امیر
چار دن کے ضبط مین دیکھو تو کیا عالم ہوا

وہ کون تھا جو خرابات میں خراب تھا — ہم آج پیر ہوئے کیا کبھی شباب نہ تھا
نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری میں — ملی تھی خواب میں وہ سلطنت شباب نہ تھا
دماغ بحث تھا کس کو وگرنہ اے ناصح — دہن نہ تھا کہ دہن میں مرے جواب نہ تھا
کلیم سُنکر و حشر تک نہ ہوش آتا — ہوئی یہ خیر کہ وہ شوخ بے نقاب نہ تھا
یہ بار بار جو کرتا تھا ذکر مے واعظ — پیے ہوئے تو کہیں خانمان خراب نہ تھا
امیر اب ہیں یہ باتیں جب اُٹھ گیا وہ شوخ — حضور یار کے منہ میں ترے جواب نہ تھا

یاس و حرمان کے اگر جھونکے ہیں فرقت میں یہی — کوئی دم میں گل چراغ آرزو ہو جائے گا

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکاریگا آستین کا
عجب مرقع ہے باغ دنیا کہ جس کا صانع نہیں ہویدا
ہزارہا صورتیں ہیں پیدا نہیں پتا صورت آفرین کا
ملا ہے جن کو دل مصفا بُرے کو بھی دیکھتے ہیں اچھا
پڑے گا عکس آئینہ میں سیدھا ہزار اُلٹا ہو خط نگین کا
کہاں کا کعبہ ہے دَیر کیسا بتاؤ کوچے کا اُس کے رستا
میں پوچھتا ہوں پتا کہیں کا نشان دیتے ہو تم کہیں کا
اگرچہ پیری میں ناتوان ہیں شباب کے کچھ اثر عیاں ہیں
نہیں یہ بازو میں جھریاں ہیں نشان ہیں چین آستین کا

کیا ہنسی ہر گریۂ عشاق کا مضطر جواب — سوچ رکھو کچھ سوال روز محشر کا جواب

شوق سے لکھیں فرشتے میرے عصیان اے امیر ایک رحمت اُس کی ہر ان سارے دفتر کا جواب

(۰)

نہ لایا ہی شیشہ نہ جام و سبو پلاتا ہے ساقی زبانی شراب
رہے طاق پر پارسائی امیر پلائے جو وہ یار جانی شراب

(۰)

ہم کیا سمجھکے یار سے رکھین امید قتل کرتا ہی عاشقون مین وہ ہم کو شمار کب

(۰)

رات دن کعبۂ دل مین ہی بتون کا مجمع کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت
اس نزاکت پہ ہین سو جان سے صدقے قاتل ہاتھ مین تیغ لچکتی ہے کمر کی صورت
عمر گذری ہی مری وادیٔ غربت مین مگر اب تلک یاد ہی کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت

(۰)

بات کرنے مین تو جاتی ہی ملاقات کی رات کیا بڑی بات ہی رہجاو یہین رات کی رات
شام سے صبح تلک چلتے ہین جام مے عیش خوب ہوتی ہی بسر اہل خرابات کی رات
ہم مسافر ہین یہ دنیا ہی حقیقت مین سرا ہے توقف ہمین اس جا تو فقط رات کی رات
چل کے اب سو رہین باتین نہ بناؤ صاحب وصل کی شب ہی نہین حرف و حکایات کی رات

(۰)

نامہ بر مین جانتا ہون پر بتا سکتا نہین دل مین ہی لب تک نہین آتا نشان کوئے دوست

(۰)

بندہ ہون تیری محبت کا مین جاؤن گا کہان بند کرتا ہی قفس مین مجھے صیاد عبث
لاکھون گھر اور رہین دل مین مرے کیا رکھا ہی کرتی ہی خانہ خرابی اسے برباد عبث
سن کے دردِ دل عشاق یہ کہتا ہی وہ بت بندے اللہ کے ہو مجھسے ہے فریاد عبث

(۰)

پوچھو نہ کچھ جوانی و پیری کی سرگزشت | یہ ماجراے شام ہے وہ ماجراے صبح

(٠)

کون اُٹھائیگا تمھاری یہ جفا میرے بعد | یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد
جلنا جی چاہے بلاؤن مین پھنسا لو مجھکو | کوئی پاؤگے نہ مشتاق بلا میرے بعد

(٠)

ہجر کی شب ایک تو یونہی نہین آتی ہے نیند | اور تک تک سے تری تا صبح اُڑ جاتی ہے نیند
درد دل کہتا ہون مین جب بارہا کہتے ہین وہ | ختم کیجیے یہ کہانی اب ہمین آتی ہے نیند
لیٹتا ہون روز یہ کہکر مین مشتاق جمال | آج دیکھون سیر کیا کیا مجھکو دکھلاتی ہے نیند
غفلت میری ہے اب. تھی نوجوانی تک ترنگ | رات کے جاگے ہوے کو جیسے آجاتی ہے نیند
ڈرتی ہے میرے سیہ خانے مین جو آتے ہوے | موت کو ہمراہ لے لیتی ہے تب آتی ہے نیند

(٠)

حسرت ہے دید گنبد مولا کی اے امیر | آنکھون کی پتلیان ہون تصدق کلس کے گرد

(٠)

حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر | ہین وہ نادان جن کو ہے قصہ کہانی پر گھمنڈ

(٠)

پرستش سے بت پندار کی ان کو ہے کب فرصت | مسلمان کیا سمجھکر طعنہ زن ہوتے ہین ہندو پہ
درجانان پہ مطلب تھا یہ میرے لغزش پا سے | کہ اس حیلے سے رکھدون ہاتھ ڈر ڈر کے بازو پہ

(٠)

کیا قصد جب کچھ کہون اُن کو جل کر | دبی بات ہونٹون مین منھ سے نکل کر
چھپایا کب بہت خاک ظالم نے ڈالی | شفق بن گیا خون میرا اُچھل کر
امیر اہل مسجد سے اظہار تقوی | ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

(٠)

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہون ہین زندان قدیم — غل یہ زنجیر مچاتی ہے کہ باہر باہر

(X)

نیت بد ہی تو کارنیک سے حاصل ہی کیا — جاگتے ہین دُزد بھی مثل نگہبان رات بھر
اور بیماری مین ہوتا ہی شریک درد کون — شمع رہتی ہی مری بالین پہ گریان رات بھر

(X)

ابھی اتنا ہی حجاب ان کو جو کچھ کہتا ہون — نیچی کر لیتے ہین آنکھین وہ پشیمان ہو کر

(X)

وہ زار ہون کہ جو لیٹون تو شک یہ ہوتا ہی — پڑا ہوا ہی فقط رخت خواب بستر پر

(X)

اُٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہین کسی کی طرف — ہوا کہان سے یہ بیٹھے بٹھائے درد جگر

(X)

آئی خزان بہار گئی رنگ و بو کہان — چھائی ہے کیا چمن مین اُداسی بجائے ابر

(X)

اے بت تو لازم ہی چشم لطف دولت خواہ پر — بوسہ یا دشنام کچھ تو دو خدا کی راہ پر

(X)

جمع عشاق ہین نکلو کہ گرے لاش پہ لاش — تیغ کی چال دکھاؤ سر میدان چل کر
ابر آیا ہے بہت بیٹھ چکے مسجد مین — کیجیے بادہ کشی آج گلستان چل کر

(X)

سارے عالم مین پھرے پر نہ ملی امن کی جا — پہنچے جس شہر مین دیکھا کہ قضا ہے سر پر
میکشو پاؤن اُٹھائے ہوئے گلشن مین چلو — ساتھ چلتی ہی ہوا سرد گھٹا ہے سر پر

(X)

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار   ساتھ پیکان سے نکل جاتے ہین ارمان دو چار
مجلس گور غریبان نہین رہتی خالی   روز آ رہتے ہین اسمین نئے مہمان دو چار

———(٥)———

نہان تھا آنا کہ ہو نہ ظاہر عیان تھا جانا کہ سب ہون ماہر
وہ دل مین آئے اُمنگ ہو کر گئے تو چہرے کا رنگ ہو کر
غضب ہے انسان دم مصیبت کرے جو انسان سے بیوفائی
کہ دیکھو چکی کے پاٹ کیسے بہم ہین گردش مین سنگ ہو کر

———(×)———

نہ کور باطن ہو اے برہمن ذرا تو چشم تمیز وا کر
خدا کا بندہ بتون کو سجدہ خدا خدا کر خدا خدا کر
قدم کو لغزش زبان کو لکنت ہے رعشہ ہاتھون کو سر کو جنبش
کدھر گئی ہائے نوجوانی اِن آفتون مین ہمین پھنسا کر
جو آنکھ کھولی تو کچھ نہ دیکھا سحر کو سنسان سب سرا تھی
ہوا نہ ہمراہیون سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر
نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہین ہے کچھ اعتبار اسکا
کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ ہمین بتا کر
بپا ہے طوفان بے ثباتی رواروی مین ہین گرم موجین
ہوا مین ناحق بھرا ہوا ہے حباب دریا مین گھر بنا کر
چمن ہے کشتون کا تیرے مدفن یہ لالہ و گل نہین شگفتہ
صبا نے گویا کہ تربتون پر چراغ روشن کیے ہین لا کر
نہین ہے کوئی جہان مین باقی چلیگی اب تیغ ناز کس پر

مگر پھر ترے قتل گہ مین لائین مسیح مردے جلا جلا کر
عیان جو سرخی شفق کی دیکھی ہمارے دل کو ہوا یہ کھٹکا
ترے شہیدون مین ترک گردون ہوا ہے شامل لہو لگا کر
طبیب سے کوئی جا کے کہدے دوا کی ہے فکر تجھ کو بیجا
یہ درد دل ہے علاج کیسا خبر ہے کچھ ہوش کی دوا کر
امیر قسمت مین جو لکھا ہے اسی کا ہر روز سامنا ہے
خدا ہے مالک خدا ہے رازق کسی سے ہرگز نہ التجا کر

(X)

شاعر کو فکر شعر مین راحت کہان امیر
آرام چاہتا ہے تو مشق سخن کو چھوڑ

(X)

اک جلوے مین غش کر گئے اے حضرت موسیٰ
ہوتے ہین یہی طالب دیدار کے انداز
بوسہ کوئی مانگے تو نہین کہتے ہین ہنسکر
انکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز
ہر موج سے اک لغزش مستانہ ہے پیدا
ہین آب رواں مین تری رفتار کے انداز

(X)

کرتے ہو کیا لباس سے آرایش بدن
اک روز فرش خاک ہے بستر کفن لباس
عریان تنون پہ ہے ترے اللہ کا کرم
گذری ہین مدتین نہین ہوتا کہن لباس
ہے ٹکڑے ٹکڑے یاد وطن مین دل امیر
کیونکر کرے نہ چاک غریب الوطن لباس

(X)

پیری مین چاہیئے نہ جوانی کی آرزو
بے عقل ہے جو دن مین کرے رات کی تلاش

(X)

حرم سے کام نہ مطلب ہے دیر سے ہم کو
سر نیاز کو ہے تیرے آستان سے غرض

جان بزم مے و معشوق غنیمت واعظ ۔ خلد مین ہاتھ نہ آلے گی یہ صحبت واعظ
توبہ سو بار مین کر لون گا کچھ انکار نہین ۔ میکشی سے تو ذرا ہو نے مجھے فرصت واعظ
جام مے دیکھ کے جامے سے ہوا تو باہر ۔ پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو تری صورت واعظ
فصل گل مین بھی ہے محروم مئے گلگون سے ۔ دن تو اچھے ہین بری ہے تری قسمت واعظ
بے سبب آٹھ پہر ذکر مے و جام نہین ۔ کچھ تو ملتی ہے زبان کو تری لذت واعظ

—(×)—

ہجو مے کر رہا تھا منبر پر ۔ ہم جو پونہچے تو پی گیا واعظ

—(×)—

گھر سے اُٹھے تھے کہ جائین گے گلستان کی طرف ۔ وحشت دل لیچلی ہم کو بیابان کی طرف
آپ سے رہا تا نہین ہر بار مین مجبور ہون ۔ دل کھنچا جاتا ہے میرا کوے جانان کی طرف

—(×)—

تجھ کعبہ ہو مبارک دل ویران ہم کو ۔ ہم ہین زاہد اُسی اُجڑے ہوے گھر کے عاشق

—(×)—

بندہ عشق ہون مین ایک سی دونون ہین مجھے ۔ کچھ نہ کافر سے محبت ہے نہ دیندار سے لاگ

—(×)—

یار جب ہوا جفا کے قابل ۔ تب ہم نہ رہے وفا کے قابل
ہے خون سے سارے بدن مین رعشہ ۔ اب ہاتھ کہان دعا کے قابل
آئے نہ مجھے دیکھنے اطبا ۔ جب مین نہ رہا دوا کے قابل

—(×)—

اُس کو لائین گے خاک قابو مین ۔ کہ نہین اپنے اختیار مین ہم

—(×)—

تری گلی ہی کہ میدان حشر ہے قاتل
یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم

ہوا شہید تبسم جگر کہ دل یارب
گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہین معلوم

شب وصال کو سر شام سے وہ کہتے ہین
کہ آج کیون نہین ہوتی سحر نہین معلوم

(×)

کیا دیر ہے امیر کے عفو گناہ مین
اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین

مدت ہوئی بچھے ہوئے آنکھون کی تیلیان
صورت تمھاری پھرتی ہی اب تک نگاہ مین

دعوی بہت تھا سنگدلی کا حضور کو
کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین

ہم رہروان عشق کو محشر کا خوف کیا
پڑتے ہین ایسے کتنے ہی میدان راہ مین

فریاد کس سے تیرے سوا اے اجل کرین
ساتھی ہمارے چھوڑ گئے ہم کو راہ مین

(×)

گلے مین ہاتھ تھے شب اُس پری کی باہین تھین
سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین

(×)

وحشت مین گو کہ قیس سے بڑھکر نہین مگر
اتنا کہون گا ایک وہ تھا دوسرا ہون مین

رسوا ہوے جو آپ تو میرا قصور کیا
جو کچھ کیا وہ دل نے کیا بیٹھا ہون مین

(×)

بے قصد لکھ دیا ہے گلہ اضطراب مین
دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین

ملنے کا وعدہ منہ سے تو اُن کے نکل گیا
پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنسکے خواب مین

(×)

تصور ایک بحر حسن کا یون ہی مرے دل مین
روان رہتا ہی دریا جس طرح آغوش ساحل مین

قدم رنجہ تو فرماؤ کوئی رہنے نہ پائیگا
نکل جائینگی جتنی آرزوئین ہین مرے دل مین

یہی حیرت کا عالم ہی تو نظارہ کہان مجنون
نکل بھی آئے محمل سے تو پھر لیلی ہی محمل مین

تڑپتا ہی دل جتنا دیکھی اسکے تڑپنے پر　　قیامت کا اثر ہی اضطراب مرغ بسمل مین
یہ بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہی ایدل　　جہان آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل مین

(x)

بے حجابانہ اگر وہ لب آب آتے ہین　　شوق دیدار مین آنکھون سے حباب آتے ہین
نہین جاتے کبھی پیری مین جوانی کے خیال　　صبح کو یاد مجھے رات کے خواب آتے ہین
جوش وحشت مجھے ہر سال بناتا ہی جوان　　جب بہار آتی ہی ایام شباب آتے ہین

(＊)

خدا کے ہاتھ ہم چشمون مین ہی اب آبرو میری　　بھرے بیٹھے ہین دیکھین آج وہ کسپر برستے ہین

(٥)

ہزار شکر گئین بدگمانیان اُن کی　　وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین
خدا نے آن حسینون کو دی ہی اور ہی کیا　　بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین

(٥)

چاہتا ہی ایک دم مین طے کرے ہستی کی راہ　　آج ایسی آ گئی طاقت ترے رنجور مین
فرش استبرق کی کچھ حاجت نہین ای باغبان　　بادہ کش ہین پڑ رہین گے سایۂ انگور مین

(٥x٥)

ہٹاؤ آئینہ امیدوار ہم بھی ہین　　تمھارے دیکھنے والون مین یار ہم بھی ہین
تڑپ کے روح یہ کہتی ہی ہجر جانان مین　　کہ تیرے ساتھ دل بیقرار ہم بھی ہین
شراب منھ سے لگاتے نہین ہین ای زاہد　　فراق یار مین پرہیزگار ہم بھی ہین

(٥x٥)

طول شب فراق کا قصہ نہ پوچھیے　　محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون
قاصد یہ کوے یار سے کہتا ہوا پھرا　　اپنی خبر نہین مجھے کس کی خبر کہون

سنتے ہین آپ سارے زمانہ کا درد دل
کہئے تو مین بھی قصۂ سوز جگر کہون
ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیر
اکبار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہون

(×)

وطن کی یاد ہی لیل و نہار غربت مین
یہی ہے ایک بڑی غمگسار غربت مین
شگفتگی کے ہون سامان ہزار غربت مین
پر ایک سی ہے خزان و بہار غربت مین
امید و بیم و غم و بیکسی و درد فراق
یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین

(×)

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین
ملنے نہ ملنے سے ہمین کیا کام سے ہے کام
جبتک کہ دم مین دم ہے تری جستجو کرین
جبتک کہ دل ہے چاہیے ہم کو تری تلاش
جبتک چلے زبان تری آرزو کرین

(×)

جیتے جی جان سے گذرتے ہین
مرنے والون پہ ہم تو مرتے ہین
دل بچھڑ جائے یہ امید نہین
ایسے بگڑے کہین سنورتے ہین

(×)

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہان
خدا جانے کل تم کہان ہم کہان

(×)

ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین
یاران رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم
آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین
گھبرا کے جب فراق مین مانگی دعاے وصل
آئی صدا ابھی تو مقام امتحان کے ہین
شکوہ شب وصال مین تا چند چاہیے ہو
اے دل نکالے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین
بیٹھین چراغ برق سے رہنا ہے رات بھر
چمکے ہوے نصیب مرے آشیان کے ہین

خنجر کو چوس چوس کے کتنے ہین میرے زخم　　ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ مین کہان کہے ہین
وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہین نہین　　سچ سچ بتا یہ لفظ اُنھین کی زبان کے ہین

(۱X)

کریگا یاد اے غم ہم کو بعدِ مرگ تو برسون　　کھلایا ہی جگر برسون پلایا ہی لہو برسون
خدا کے گھر سے اونا شاد کوئی جا کے پھرتا ہی　　عجب کیا گر نہ نکلے تیرے دل سے آرزو برسون
فراقِ یار مین سب دوستون نے مجھ سے منھ موڑا　　شریکِ رنج تنہائی رہا ہی درد تو برسون
مری حالت یہ ہجرِ یار مین مر مر گئی حسرت　　دلِ مایوس سے رہ رہ کی لپٹ کر آرزو برسون
جنون مین یہ نئی بخیہ گری کی دستِ وحشت نے　　کیا ہی پھاڑ کر دامن گریبان کو رفو برسون
گدازِ عشق مثلِ شمع ہر مو سے ہوا ظاہر　　پسینا بن کے ٹپکا جسم سے میرے لہو برسون
مزا یہ ذبح مین پایا کہ کرتا ہی دعا بسمل　　رہے یونہین الٰہی ربطِ شمشیر و گلو برسون
فنا کے بعد ایسے بیکسون کو کون پوچھے گا　　مگر اے بیکسی رویا کریگی مجھ کو تو برسون
وہ بلبل ہون کہ یون صیاد نے دل میرا بہلایا　　لگا یا ڈھیر پھولون کا قفس کے روبرو برسون
نہ کر اے یاس یون برباد میرے خانۂ دل کو　　اسی گھر مین جلایا ہی چراغِ آرزو برسون
کہان ہونگی امیر ایسی ادائین حور و غلمان مین　　رہیگا خلد مین بھی یاد ہم کو لکھنؤ برسون

(۱X)

پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دم نزع　　وقت پڑتا ہی تو سب آنکھ چرا جاتے ہین
یاد آتا ہے جو ہنس ہنس کے رُلانا میرا　　چار آنسو مری تربت پہ بہا جاتے ہین
جو ترے دل مین ہی وہ دیکھنے والے تیرے　　نگہ ناز کے انداز سے پا جاتے ہین

(۱X)

لٹک کر وہ زلف آئی ہے تا کمر　　کہ لیلےٰ ہی مجنون کے آغوش مین
قدم پر جو گرنے لگا غش مین مین　　کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش مین

کھینچ کر تیغ ہی آئین وہ کہین آئین تو — نہ جلائین نہ سہی قتل کے قابل سمجھین
جلد لے لین کہین اسکو بھی فراغت ہو جائے — وہ مری جان کو بھی کاش مرا دل سمجھین

———— (۰) ————

ہی باغ باغ بلبل جس طرح تو چمن مین — پھرتے تھے ہم بھی یون ہی خوش خوش کبھی وطن مین
یارون سے انس کیسا غربت مین عمر گذری — ٹھہرے مسافرانہ دو چار دن وطن مین
راتون کو مثل شبنم چھپ چھپ کے باغبان سے — ہر پھول سے لپٹ کر روتا ہون مین چمن مین
غربت مین ہی جو صورت خط مین لکھون کہان تک — تصویر اپنی بھیجون احباب کو وطن مین
یاران رفتہ کا ہی غم اے امیر ناحق — چھوٹے ہوے سفر کے ملجائین گے وطن مین

———— (۰×۰) ————

وہی رہجاتے ہین زبانون پر — شعر جو انتخاب ہوتے ہین

———— (×) ————

وصل بت ہوتا نہین ہی یا خدا ملتا نہین — ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہین
اے امیر ادل تو وہ نا آشنا ملتا نہین — ملگیا جسکو کہین اسکا پتہ ملتا نہین
ذبح کرتا ہی تو میرے دست و بازو کھولدے — رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین
اک مجھی سے رہ گیا سارے زمانے کا حجاب — کون ہی جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین
تازہ وارد ہون عدم مین حال دل کس سے کہون — ملک بیگانہ ہی کوئی آشنا ملتا نہین

———— (۰×۰) ————

کیا زمانہ ہی نہین جان کسی سے کوئی — دوستی کے دلمین وہی ہی جو دل دشمن مین نہین
اے جنون خوب ہوا دور ہوئی قید لباس — شکر ہی طوق و گریبان میری گردن مین نہین
چاہیے کیا مجھے محشر مین کوئی اور گواہ — کیا مرے خون کا دھبہ ترے دامن مین نہین
آتش مے سے جو اٹھتا ہی دھوان کافی ہی — کسکو پروا ہے ہوا ابر جو گلشن مین نہین

———— (۰×۰) ————

خضر کیا جانین مرگ کی لذت — اس مزے سے وہ آشنا ہی نہین
کیا سنین گے وہ خلق کی فریاد — کہتے ہین جو کوئی خدا ہی نہین
کل تلک تھا وہ ربط وہ اخلاص — آج وہ شوخ آشنا ہی نہین

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بن کے آتے ہین — پڑا ہون مین یہان آ کر تو یون مجھکو ستاتے ہین
محبت کا برا ہو دل کو تھامون یا جگر تھامون — مرے قابو سے یہ دونون کے دونون نکلے جاتے ہین
حسینان جہان رکھتے ہین شاید درد کا شیوہ — جگہ دیتا ہی جو دل مین اسیکا دل دکھاتے ہین
ہماری لغزشون کی تجھ کو اے زاہد خبر کیا ہی — فرشتے تھامتے ہین ہاتھ جب ہم لڑکھڑاتے ہین
وہ اٹھی ہی گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی — اٹھو رندو چلو واعظ تو یون ہی سر پھراتے ہین
امیر افسردہ ہو کر غنچہ دل سوکھ جاتا ہے — وہ میلے ہم کو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

کیا بے چین ہین ہم کروٹین ہر سو بدلتے ہین — جو جل اٹھتا ہی یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہین

صورت غنچہ کہان تاب تکلم مجھکو — منھ کے سو ٹکڑے ہون ہون آئے جو تبسم مجھکو
اور تھا کون شب ہجر مصیبت کا شریک — دیکھ لیتا تھا مین انجم کو تو انجم مجھکو
مرکے راحت تو ملی پر ہے یہ کھٹکا باقی — آکے عیسی سر بالین نہ کہین قم مجھکو
داد اے بیخودی شوق کیا خوب سلوک — اسکو جب ڈھونڈھ نکالا تو کیا گم مجھکو
نہین معلوم وہ مہمان ہوے ہین کس کے — آج گھر گھر لیے پھرتا ہے توہم مجھکو
دیکھ لو ان کو ذرا نزع مین آ لینے دے — رحم اے بیخبری کر نہ ابھی گم مجھکو
صاف کہدو نہین دیدار دکھانا ہی اگر — کعبہ و دیر مین دوڑاتے ہو کیون تم مجھکو
دیکھتا ہون کبھی آئینہ تو روتا ہون امیر — اپنی صورت پہ خود آتا ہی ترحم مجھکو

حالت مریض غم کی تم خود بھی جانتے ہو　　ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

سر ہزار غربیاں ہیں جابجا بکھر　　لگے نہ پاؤں کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو

راحت کی جستجو میں ہیں اہل جہاں عبث　　ہاتھ آئے وہ کسی کو کہاں جو کہیں نہو
ہیں تنگ اس جہاں سے وہاں لیچلیں اٹھو　　جس جا پہ آسمان نہو یہ زمین نہو

آج محفل سے تم آئے ہو اٹھانے ہم کو　　ہائے وہ دن کہ جو اٹھتے تھے بٹھانے ہم کو
لے چلے داغ ہزاروں چمن ہستی سے　　زندگی لائی تھی کیا سیر دکھانے ہم کو
آس کس کو تھی شب غم کی سحر ہونیکی　　اے بتو دن یہ دکھایا ہے خدا نے ہم کو
رخصت اے ہوش و خرد اب نہیں ٹھہرا جاتا　　بیخودی دور سے آئی ہے بلانے ہم کو
وہ کہیں گے نہ اٹھا صدمۂ فرقت دو دن　　موت کیوں آئی ہے یہ داغ لگانے ہم کو

ظالم تجھے دل دیا خطا کی　　بس بس میں پہونچ گیا سزا کو
اے حضرت دل بتوں کو سجدہ　　اتنا تو نہ بھولیے خدا کو

تیرے بیمار محبت کی ہے صحت مشکل　　فکر ہو لاکھ دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو
تو بھی آخر ہے کسی در کا گدا اے سلطان　　عفو لازم ہے جو تقصیر گدا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھیں نہ وہ الفت کی نگاہ　　حال دل کس سے کہوں تم تو خفا سے کچھ ہو

انسان عزیز خاطر اہل جہاں نہو　　وہ مہرباں نہو تو کوئی مہرباں نہو

مجھ سا صید خفتہ طالع کون ہوگا عندلیب　　نغمہ سنجی سے مرے نیند آگئی صیاد کو

(۰)

اوروں پہ امیر تکیہ کب تک　　تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

(۰)

اے ضبط دیکھ عشق کی اُن کو خبر نہو　　دل میں ہزار درد اُٹھے آنکھ تر نہو
مدت میں شام وصل ہوئی ہے مجھے نصیب　　دو چار سو برس تو الٰہی سحر نہو
طول شب وصال ہو مثل شب فراق　　نکلے نہ آفتاب الٰہی ۔ سحر نہو

(۰)

ساقیا ہجر میں یہ ابر نہیں　　آسمان پر غبار سا ہے کچھ
پہلے اس سے تھا ہوشیار امیر　　اب تو بے اختیار سا ہے کچھ

(۰)

زیور سے بڑھ کے تجھ کو تری چال ہو گئی　　موج خرام پاؤں میں خلخال ہو گئی

(۰)

چاہنا تو اس کا ہم کو چاہیئے　　وہ ہمیں چاہے تو پھر کیا چاہیئے
بوالہوس اور ادّعائے سوز عشق　　داغ کھانے کو کلیجہ چاہیئے
وعدہ آنے کا ہے اُن سے خواب میں　　خواب کب آتا ہے دیکھا چاہیئے
حرص دنیا کا بہت قصہ ہے طول　　آدمی کو صبر تھوڑا چاہیئے
امتحان ہے دوست دشمن کا عبث　　یہ تو اپنے دل سے پوچھا چاہیئے
ہے مزاج اسکا بہت نازک امیر　　ضبط اظہار تمنّا چاہیئے

(۰)

مشکل آسان نہوئی تیرے گنہگاروں کی　　حیف منھ موڑ گئی باڑھ بھی تلواروں کی

دل شکستہ ہی جو تو یہ تو عجب کیا زاہد — ہے نکالی ہوئی صحبت سے یہ میخواروں کی
چٹکیاں لیں وہ کلیجہ میں کہ دل چیخ اٹھا — دو گھڑی پیتے تھے کل بزم میں وہ یاروں کی
ہمہ تن فکر ہوں میں فکر غزل کیا ہو امیر — شعر گوئی نہیں خاطر ہے فقط یاروں کی

رہے وہ جان جہان یہ جہان رہے نہ رہے — مکیں کی خیر ہو یارب مکان رہے نہ رہے
ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لیں — پھر اسقدر بھی ہمارا نشان رہے نہ رہے
خدا کے واسطے کلمہ بتوں کا پڑھ واعظ — پھر اختیار میں غافل زبان رہے نہ رہے
ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغ شوق سجود — جبیں رہے نہ رہے آستان رہے نہ رہے
چلا تو ہوں پئے اظہار درد دل دیکھوں — حضور یار مجال بیان رہے نہ رہے
خزاں تو خیر سے گذری چمن میں بلبل کو — بہار آئی ہے اب آشیان رہے نہ رہے
دو روزہ زیست غنیمت ہے فکر حق کر لے — بدن میں جان دہن میں زبان رہے نہ رہے
امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے — پھر التفات دل دوستان رہے نہ رہے

زمانہ ہو گیا مدہوش چشم مست دلبر سے — تماشا ہے چھلکی محفل کی محفل ایک ساغر سے
چڑھا جاتے تجھے ہم سے کہ خم ہی چھلکے ہیں مستوں کے — وہی ہم ہیں کہ پھر جاتا ہے سر الٹے ساغر سے
پلا ایسے بادہ ہم کو بخل اتنا بھی نہیں اچھا — کہ خم خالی نہ ہو جائیگا ساقی ایک ساغر سے

اس دل پہ ہزار جان صدقے — جس دل میں ہے آرزو تمھاری

نوبت نہ آئی اپنے حساب و کتاب کی — اللہ شام بھی ہوئی روز حساب کی
میں وہ سیاہ کار ہوں جب سے ہوا ہوں دفن — جلائی ہے زمیں مری مٹی خراب کی

ڈرتے نہین ہو ساقیِ کوثر سے واعظو | منبر پہ بیٹھکر یہ مذمت شراب کی
سوتے تھے وہ لپٹ کے کبھی ہم سے رات بھر | اب کیا کرین وہ ذکر کہ باتین ہین خواب کی

(٠)

پیجو مے بیٹھ کے مسجد مین نہ کراسے واعظ | ایسی شے ہی کہ قیامت پہ اُٹھا رکھی ہی
اک ذرا جنبشِ دل بڑھ کے خبر تو لینا | خاک کیا نجد مین مجنون نے اڑا رکھی ہی
بزمِ مے مین جو گیا مین تو کہا ساقی نے | اِک صراحی تری خاطر بھی لگا رکھی ہی
نگہِ ناز سے بھی دیکھ جو کرتا ہی حلال | یہ ادا کس کے لیے تونے اُٹھا رکھی ہی
جا کے لے آئے اُسے پھر نہ مین جھگڑون لڑون | مختصر بات ہی ناصح نے بڑھا رکھی ہی

(٠)

غم سے بقائے دل ہی تو دل سے بقائے غم | دونون طرف ہی شرط برابر لگی ہوئی
ٹوٹا خمِ سپہر گرا جامِ آفتاب | بان ہی امیا شیشہ و ساغر لگی ہوئی
تو جسکا نام بھی نہین لیتا کبھی اُسے | رٹ تیرے نام کی ہی برابر لگی ہوئی
شاید ہی صبح کو اسے منظور قتلِ عام | اک بھیڑ ہی جو شام سے در پر لگی ہوئی

(٠)

شیخ صاحب اُٹھا کے دیکھو آنکھ | دخترِ رز سلام کرتی ہے

(٠)

بہار آئی عجب حالت ہی ان روزون مرے دل کی | جگر مین چٹکیان لیتی ہین منقارین عنادل کی
بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے | اگر ہی عشق کامل کھینچ لائیگی کشش دل کی
مقابل حسن سے آیا تھا نادان ادعا کرنے | سپیدی چھا گئی صورت پہ دیکھو ماہِ کامل کی
بجا ہی گر تغیر آگیا اعضا مین پیری سے | سحر ہوتے ہی کیفیت بدل جاتی ہی محفل کی
نہ سمجھو کھیل امیر الفت کی بازی جان لیتی ہی | کہے دیتے ہین ہم اچھی نہین ہی دل لگی دل کی

شکوہ جو کیا درد کا تکرار نکالی — خوب اس نے دوا سے دل بیمار نکالی

—— (٠) ——

کیون وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے — خود بخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے
کیا کرین طالب دیدار حیا کا شکوہ — پردے آنکھون پہ حجاب اسکا رخ روشن ڈالے
سارا پردہ ہی دوئی کا جو یہ پردہ اٹھ جائے — گردن شیخ مین زنار برہمن ڈالے
آبرو خاک ہوے پر بھی نہ کی عاشق کی — چار آنسو بھی نہ تم نے سر مدفن ڈالے
خون ناحق کہین چھپتا ہی چھپائے سے امیر — کیون مری لاش پہ بیٹھے ہین وہ دامن ڈالے

—— (٠) ——

ادھر ہون عیش کی باتین کہانی ہو ادھر غم کی — کہو تم اپنے عالم کی کہین ہم اپنے عالم کی
یہان تک مجکو ہنگام خوشی ہی آرزو غم کی — اٹھا رکھتا ہون روز عید پر مجلس محرم کی
ہوا ہے عشق سر مین دلمین رنج و یاس کا طوفان — بھلا بنیاد کیا ہی ایک مشت خاک آدم کی
زمانہ بھر کی ایذاؤن سے چھٹی مر کے ملتی ہے — لحد کہتے ہین جسکو ہی وہ سرحد کشور غم کی
ہوئی کس کس کو خجلت ایک میرے قتل ہوتے ہی — پسینا آگیا قاتل کو گردن تیغ نے خم کی
تمھاری چال بھی کیا گردش گردون گردان ہے — کہ چل کر دو قدم صور بسمل دیتے ہو عالم کی
امیر اس سرور عالم کی کیا توصیف ہو مجھ سے — خدا کی شان ہی سیرت ملک کی شکل آدم کی

—— (٠) ——

مجھ مستانے کو مے کی لو بہت ہے — دیوانے کو ایک ہو بہت ہے
بے کیف ہوے تو خم کے خم کیا — اچھی ہو تو ایک سبو بہت ہے
کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین — فرصت کم آرزو بہت ہے
اے نشتر غم ہوا لاکھ تن خشک — تیرے دم کو لہو بہت ہے
کیا غم ہی امیر اگر نہین مال — اس وقت مین آبرو بہت ہے

زعفران زار مین بھی گر دل ناشاد رہے
یہی گریہ یہی نالہ یہی فریاد رہے

ہون وہ مقتول مرے قتل کی ایسی ہو خوشی
رقص مین تیغ رہے وجد مین جلاد رہے

رشک ہی بعد فنا مجھ کو فلک سے تو یہ ہو
مین ستم کش نہ رہون یہ ستم ایجاد رہے

آنکھین مرجانے کو کہتی ہین تو لب جینے کو
کہیے وہ حکم رہے کہیے یہ ارشاد رہے

آشیانے سے نہ مطلب ہی نہ گلشن سی غرض
گھر الٰہی مرے صیاد کا آباد رہے

بسملون کی نگہ پاس بُری ہوتی ہے
اِک ذرا دل کو سنبھالے ہوئے جلاد رہے

یہ کہون گا یہ کہون گا یہ ابھی کہتے ہو
سامنے اُن کے بھی جب حضرت دل یاد رہے

حشر مین عذر گنہ کیا ہے بتا تو رکھو
کہ مبادا انھین بھولے تو مجھے یاد رہے

طول فرقت سے مزے وصل مین سب بھول گئے
نہ وہ باتین نہ وہ راتین نہ وہ دن یاد رہے

ہجر مین یار نے پوچھا نہ اجل نے مجھ کو
نہ اُسے یاد رہے ہم نہ اسے یاد رہے

واہ رے شوق اسیری کہ دعا کرتا ہون
مُنھ دم ذبح سوے خانۂ صیاد رہے

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا امیر
یاد رہنے کے جو قابل نہ ہو تو کیا یاد رہے

———— (٠) ————

فاتحہ دینگے نہ پانی پہ بھی وہ روز کے بعد
تا درِ گور رہین جو خاک اُڑاتے آئے

———— (٠) ————

ہم اگر قتل ہوے خیر یہ تقدیر اپنی
آپ بدنام نہون دھویئے شمشیر اپنی

تمکو پچھلون کے چھپر کھٹ ہمین کانٹے ہین نصیب
خیر قسمت یہ تمھاری ہی یہ تقدیر اپنی

———— (٠) ————

ہم اور معرکۂ امتحان سے ٹل جاتے
جواب پاؤن جو دیتے تو سر کے بل جاتے

عدم کو یان سے تو گھبرا کے اے اجل جاتے
وہان بھی جی جو نہ لگتا کہان نکل جاتے

تلاش رزق مین گردش ہی اے ہوس بیسود
نصیب ساتھ ہی رہتے جہان نکل جاتے

مقام وجد ہوا یہ دل کہ بزم یار میں آئے
بڑے دربار میں پہونچے بڑی سرکار میں آئے

ترے گھر کی طرف بھی عالمِ مستی میں آ نکلے
ترنگ ایسی کبھی یارب مزاجِ یار میں آئے

گرفتارِ قفس تھے جب تلک فصلِ بہاری تھی
خزاں بھی ساتھ آئی ہم اگر گلزار میں آئے

امیر اب شاد غم کیسا کہ پہونچے ہم مدینہ میں
چھٹے آفت سے فضلِ احمدِ مختار میں آئے

(٠)

نظر میں تیری آنکھیں سر میں سودا تیری زلفوں کا
کئی پریوں کے سایہ میں ترا دیوانہ آتا ہے

وفورِ رحمتِ باری ہے میخواروں پہ ان روزوں
جدھر سے ابر آتا ہے سوئے میخانہ آتا ہے

لگی دل کی بجھائے بیکسی میں کون ہے ایسا
مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے

انھیں سے غمزے کرتی ہے جو تجھ پر جان دیتے ہیں
اجل تجھ کو بھی کتنا نازِ معشوقانہ آتا ہے

چھلک جاتا ہے جامِ عمر اپنا وائے ناکامی
ہمارے منھ تلک ساقی اگر پیمانہ آتا ہے

نمک جلاد چھڑکا چاہتا ہے میرے زخموں پہ
مزے کا وقت ایسا ہی ہمتِ مردانہ آتا ہے

امیر اور آنیوالا کون ہے گورِ غریباں پہ
جو روشن شمع ہوتی ہے تو واں پروانہ آتا ہے

(٠)

نہ مست ہے نہ کوئی ہوشیار باقی ہے
حجاب کس سے اب ای چشمِ یار باقی ہے

وہ منتظر ہیں کہ مر لوں تو لاش پر آ دیں
اجل کو آنے میں کیا انتظار باقی ہے

نہ دل میں تاب نہ آنکھوں میں نور ہے لیکن
وہی تڑپ ہے وہی انتظار باقی ہے

رہا قفس سے کرے بلبلوں کو کیا صیاد
ابھی تو باغ میں کچھ کچھ بہار باقی ہے

امیر فاتحہ پڑھنے کوئی کہاں آئے
مزار ہے نہ نشانِ مزار باقی ہے

(٠)

تیغِ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی چمکی
بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی

پس گیا چشم سیہ پہ سرمہ — پائے رنگین پہ حنا لوٹ گئی
خنجر ناز نے کشتوں سے امیر — چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

(۰)

عشق بتان سے ہاتھ نہ مر کر اٹھائیے — جب تک اٹھے یہ داغ جگر پر اٹھائیے
پیے چشم مست یار نہیں لذت میکشی — اب انجمن سے شیشہ و ساغر اٹھائیے

(۰)

بیجا نہیں خزان میں یہ نالے ہزار کے — مظلوم داد خواہ ہیں خون بہار کے
روشن تھے جنکے قصر میں سو بلبلوں کے جھاڑ — محتاج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے
دامن کشان جو آئے سر قبر شکر ہے — آنسو تو کچھ ٹپکے مری شمع مزار کے

(۰)

شوخئ حسن نے لاکھ اُن کو کیا طاق مگر — پھر لڑکپن ہے ابھی آنکھ چھپا جاتی ہے
کچھ نہ اغیار کی تقصیر نہ تم پر الزام — ہمزبانی مری باتیں مجھے سنواتی ہے
لاش پر بھی وہ چھپکر گیا ہی تماشا ہنس ہنس کر — چھیڑ ابتک مرے زخموں سے چلی جاتی ہے
جب کہا میں نے کہ اب قتل میں تاخیر ہے کیوں — بوسے ہر بات میں جلدی انکھیں پڑ جاتی ہے
آخری وقت تو آواز سنا جاؤ مجھے — خلق کے کہنے کو اک بات رہی جاتی ہے

(۰)

قطع ہو راہ سفر کوچۂ قاتل آئے — تھک گیا ہوں میں الٰہی کہیں منزل آئے
چین جبین پر نہ تہ خنجر قاتل آئے — وضع میں فرق جنبر دار نہ اے دل آئے
حاجیو تم کو مبارک ہو سفر کعبہ کا — جاکے تنہا نہ میں اللہ سے ہم مل آئے
مرتے دم بھی نہوئی لذت دیدار نصیب — غش پہ غش مجھکو تہ خنجر قاتل آئے
صدمہ درد جگر سے نہیں آگاہ ہنوز — کہیں اللہ کرے آپکا بھی دل آئے

مجھ سے صدمے نہ جدائی کے اُٹھین گے یا رب — جان بھی ساتھ ہی جائے جو کہین دل آئے
ہم تہیدست لب گور تو ہو بیٹھے پر یون — جسطرح لٹ کے مسافر سر منزل آئے
ہاتھ رک جائے نہ قاتل کا ابھی کمسن ہے — ذبح کے وقت نہ ہچکی سنے تڑپے بسمل آئے

—(٠)—

وعدۂ وصل اور وہ کچھ بات سے ہے — ہو نہو اس مین بھی کوئی گھات سے ہے
حرف مطلب صاف کہہ سکتا نہین — ہے ادب مانع کہ پہلی رات سے ہے
چھیڑتا ہے دل کو کیا اے درد ہجر — خود گرفتار ہزار آفات سے ہے

—(٠)—

پژمردہ گل ہوے ترے گالون کے سامنے — سنبل پہ پیچ پڑ گئے بالون کے سامنے
دعوی سخن کا لکھنؤ والون کے سامنے — اظہار بوے مشک غزالون کے سامنے
پردہ اُٹھین سے ہے جنھین تاب نظر نہین — آتے ہین خود وہ دیکھنے والون کے سامنے

قطعہ

کیا گلرخون نے رنگ جمایا ہے باغ مین — کیا گل کھلے ہین حور جمالون کے سامنے
کیا سرخ سرخ جام ہین پھولون کے روبرو — کیا سبز سبز شیشے ہین تھالون کے سامنے

—(٠)—

ہم ہین وہ اے کلیم کہ غش کا تو ذکر کیا — جھپکے نہ آنکھ برق جمالون کے سامنے
طاؤس دیکھ کے ٹھوکرین کھاتے ہین ہر قدم — چلتی نہین ہے کچھ تری چالون کے سامنے

—(٠)—

نہین امید جو اس بیوفا کے آنے کی — مین راہ دیکھ رہا ہون قضا کے آنے کی
غلاف ڈال قفس پر ابھی نہ اے صیاد — کہ ہے چمن سے توقع صبا کے آنے کی

—(٠)—

ان دنون دختر رز کا نہین چلتا ہی پتہ　　کہین قاضی کے تو گھر جا کے نہین بیٹھ گئی

ہاتھ تک قاضی کو مفتی کو لگانے نہ دیا　　دختر رز تو بڑی صاحب عصمت نکلی
بڑھ گئی حسن پرستی کی نہ گھٹے حرص امیر　　ہاے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شب وصل کیا مختصر ہو گئی　　کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی
کسی کروٹ آیا شب غم نہ چین　　تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی
الٰہی شب غم مین اتنا تو ہو　　کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی
ہمین سر پٹکتے ہی گذری امیر　　یونہین عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی مرے لہو کی　　خنجر نے بلائین لین گلو کی
روئے مری قبر پر وہ آکر　　ہم خاک ہوے تو آبرو کی
جز دیر و حرم کہان مین جاؤن　　راہین تو یہی ہین جستجو کی
دل ہی نہ رہا امید کیسی　　جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی
اب کیون ہین کلیم غش مین خاموش　　پہلے نہ سنبھل کے گفتگو کی

ہر اک عضو بدن پر داغ عشق یار جانی ہی　　مری دفتر کی ہر ہر فرد پر اسکی نشانی ہی
امیر اس عاشقی کا لطف ہی فصل جوانی مین　　اندھیری رات مین کہنے کے قابل یہ کہانی ہی

ہم اُس کے عشق مین صبر و قرار کھو بیٹھے　　قدیم دوست ہمیشہ کے یار کھو بیٹھے
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل　　کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے

خطا ہوئی جو کیا تم سے غیر کا شکوہ — لحاظ سے آ گئے ہم اپنا وقار کھو بیٹھے
ہزار حیف نہ آئی اجل شب وعدہ — ہم آنکھیں مفت شب انتظار کھو بیٹھے
لیا جو خواب میں بوسہ تو یار جاگ اٹھا — تمام عمر کا ہم اعتبار کھو بیٹھے
ادا وہ کون تھی جس پر ہوئے فقیر امیر — ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

(٥)

مرا احوال کر سکتا نہیں ان سے بیاں کوئی — دہن میں میرے قاصد مری رکھ دے زباں کوئی
سیا دیکھو وہ نرگس زمیں گھبرا کے کہتے ہیں — ادہر آنکھیں ادہر آنکھیں نقاب الٹی کہاں کوئی
مزا تب ہے کہ وہ بھی ہو کسی معشوق پر عاشق — کرے میری طرح اس کا بھی ہر دم امتحاں کوئی
کمال جذب سے تا لامکاں پہونچے امیر احمدؐ — رہا معشوق و عاشق میں نہ پردہ درمیاں کوئی

(٥)

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے — اے جان تیرے منہ سے نکلنے کی دیر ہے
آئے جو نزع میں تو یہ کہکر وہ اٹھ گئے — ہم جاتے ہیں یہاں ابھی خلوت میں دیر ہے

(٥)

دیدار کہاں کہ دور ہے حشر — قسمت ابھی اپنی سو رہی ہے
کیا باغ میں دیکھتی ہے شبنم — جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہیں ہجر کی شب — تقدیر ہماری سو رہی ہے

(٥)

آنکھ مجھسے دل ملے اغیار سے — یار در گذرا ہیں ایسے پیار سے
لیچلی غربت جو صحرا کی طرف — ملکے ہم روئے در و دیوار سے
کیوں برستی ہے اداسی اے صبا — کون گل رخصت ہوا گلزار سے
کر چکے قتل اب کہیں رسوا نہ ہو — جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے

ہمین تو جان بھی دینے مین اے بت نہین عذر / خدا کرے کہ کہین تم کو اعتبار آئے

کون بیماری مین آتا ہے عیادت کرنے / غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے
جان دو بھر غم فرقت مین ہے ہم کو لیکن / کون جائے ملک الموت کی منت کرنے
اسکو سمجھانے نہین جاکے کسی دن ناصح / روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے
آگے میخانے مین تھے پیر خرابات امیر / اب چلے مسجد جامع کی امامت کرنے

عجب انداز سے مقتل مین اسکی تیغ کین نکلی / کہ دل سے مرحبا نکلا جگر سے آفرین نکلی
زمانہ ہو گیا موجود جسدم ہان کہا تو نے / ہوا نابود عالم جب ترے منھ سے نہین نکلی
وہ کیا پردہ سے نکلے پیرہن کو جسکی غیرت ہو / ہوا جیبین بر جبین دامن جو دیکھی آستین نکلی

فنا کیسی بقا کیسی جب اسکے آشنا ٹھہرے / کبھی اس گھر مین آ نکلے کبھی اس گھر مین جا ٹھہرے
جفا دیکھو جنازہ پر مرے آئے تو فرمایا / کہو تم بیوفا ٹھہرے کہ اب ہم بیوفا ٹھہرے
نہ خنجر بھی منھ موڑا نہ قاتل کی اطاعت سے / تڑپنے کو کہا تڑپے ٹھہرنے کو کہا ٹھہرے
یہ عالم بیقراری کا ہے جب آغاز الفت مین / دھڑکتا ہے دل اپنا دیکھئے انجام کیا ٹھہرے
اٹھو جاؤ سدھارو کیون مرے مرتے پہ روتے ہو / ٹھہرنے کا گیا وقت اب اگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے
نہ تڑپا چارہ گر کے سامنے اے درد یون مجھکو / کہین ایسا نہو یہ بھی تقاضائے دوا ٹھہرے
امیر آیا جو وقت بد تو سب نے راہ لی اپنی / ہزارون سیکڑون مین دو ہی غم دو آشنا ٹھہرے

کس منھ سے جاؤن داور محشر کے سامنے / شرم آتی ہے کہ دفتر عصیان بغل مین ہے
شاعر ہین اس زمانے کے دریوزہ گر امیر / نکلے ہین بھیک مانگنے دیوان بغل مین ہے

تیر پہ تیر چلاؤ تمھین ڈر کس کا ہے — سینہ کس کا ہے مری جان جگر کس کا ہے

دیر مین کون ہے کعبہ مین گذر کس کا ہے — یار کا گھر ہے اگر یہ تو وہ گھر کس کا ہے

دل کبھی منزل حق ہے کبھی بت کا مسکن — کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے یہ گھر کس کا ہے

خوف میزان قیامت نہین مجھکو اے دوست — تو اگر ہے مرے پلے پہ تو ڈر کس کا ہے

کوئی آتا ہے عدم سے تو کوئی جاتا ہے — سخت دونون مین خدا جانے یہ گھر کسکا ہے

میری حیرت کا شب وصل یہ باعث ہے امیر — سر بزانو ہون کہ زانو یہ یہ سر کس کا ہے

(۰)

نصیب ہو کہ نہ ہو صبح دیکھنا غافل — خیال موت کا لازم ہے وقت خواب رہے

(۰)

نکلتا ہے مرا دم ڈر نہ جاؤ — خدا حافظ سدھارو تم یہان سے

(۰)

خلعت روز ازل بے سروسامانی ہے — خاص ملبوس مرا جامہ عریانی ہے

(۰)

مجھ مین رہے وہ پر مین نہ سمجھا کہان رہے — قالب مین رہکے روح کی صورت نہان رہے

دور دز تبکدہ کی بھی کر آئین چلکے سیر — زاہد خدا کے گھر مین بہت میہمان رہے

غربت مین موت آئی ہے تربت بھی خام ہو — کچھ بیکسی کا بعد فنا بھی نشان رہے

کہتا ہے وہ صنم کہ رہین ہم تمھارے گھر — لیکن یہ شرط ہے کہ خدا درمیان رہے

اے آہ کر بلند یہ کہان تک مخالفت — یا ہم رہین زمین پہ یا آسمان رہے

لازم ہے اُسکے رخ پہ نمود خط سیاہ — ممکن نہین کہ آگ کے نیچے دھوان رہے

نیرنگ ان کی شان تجلی کی دیکھیے — اتنے ہوئے عیان کہ نظر سے نہان رہے

اب دیکھین کیا دکھائے نشیب و فراز دھر — ابتک تو جس زمین پہ رہے آسمان رہے

(۰)

لطف تب ہو کہ ادہر ہاتھ مین قاتل آئے — اُسطرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

طالب مرگ بھی ہین منتظر یار بھی ہین — دیکھیے کون شب ہجر مین اوّل آئے

سخت جانون پہ لگا چوٹ سمجھکر قاتل — تیغ مین بال نہ کمر مین تری بل آئے

ہین وہ نادان جنھین دردور کے جینے پہ ہے ناز — دیر کتنی ہے اجل آج نہین کل آئے

پھلینکدو کاٹکے جڑ نخل تمنا کی امیر — پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

(۰)

رباعی

گھر کھدنے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے — روتی ہے لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے

یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہوکر — یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

(۰)

رباعی

ہر گھر مین شرابی ہے الٰہی توبہ — ہر در پہ کبابی ہے الٰہی توبہ

مسجد سا مقام اور دور ساغر — کیا خانہ خرابی ہے الٰہی توبہ

(۰)

رباعی

کمرے مین تو شب وہ ماہ سیما آیا — اس پر بھی سبب مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا

چلمن جو اُٹھی ہوئی تھی آتی تھی ہوا — چھیڑا دیے پردے تو پسینا آیا

رباعی

شہرے کرم پیر خرابات کے ہین — جلسے وہین رندان خوش اوقات کے ہین

منکر تھے مگر یہ ذکر سنتے سنتے — زہاد بھی مشتاق ملاقات کے ہین

رباعی

پہونچے جو در پہ وہ ممتاز ہوئے — رکھا جو قدم سر پہ سرافراز ہوئے
یہ کعبہ کہان اور کہان ہم مجرم — سامان یہ قسمت سے خدا ساز ہوئے

رباعی

خواہان طرب ہین جبسے ادراک نہین — آرام نہ گنبد افلاک نہین
پیمانۂ گردون مین کہان بادۂ عیش — جز درد تہ جام یہان خاک نہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گوہر انتخاب

وہ مست ہوں کہ ساغر سے جب میں بہک گیا — اک بار یا غفور کہا اور چڑھا گیا

آنکھیں ملائیں آپ تو کچھ درد دل کہوں — پھروں مزاج ہی نہیں ملتا حضور کا

تڑپتے ہیں اگر بسمل تجھے کیا — تو اپنا کام کر قاتل تجھے کیا

لگ کے چھاتی سے وہ سوتا تھا کلیجا شاد تھا — کیا وہ دن تھے وہ لیے پہلو جب مرا آباد تھا

ہے تشنگی وہی غم الفت کی آج تک — سارا لہو نچوڑ کے میں نے پلا دیا

آتے ہی دم نزع مرے پاس وہ بولے — ہم جانتے ہیں یہ حال تو دیکھا نہیں جاتا

وصل کی رات بھی پہلو ہی بدلتے گذری — ایک کروٹ دل بیتاب نے سونے نہ دیا

وائے قسمت پاؤں اپنے رہ گئے تھک کر امیر — وادی مقصود جب دو چار منزل رہ گیا

ہم جو رخصت ہوئے اس بت سے تو ہنگام وداع — ہنس کے بولا وہ صنم جاؤ خدا کو سونپا

کھیل تھا عمر بھر جو دیکھا تھا — زندگی کیا تھی اک تماشا تھا

بیقراری ایک سی دونو طرف مقتل میں تھی — ہم ادھر تڑپا کیے قاتل ادھر تڑپا کیا

ناتواں سے لے کے جاتے ہو کعبہ کو تم امیر — فریاد ان بتوں کی کرو گے خدا سے کیا

پہنچے گا تو بھی تو زاہد وہی جنت میں شراب — جو میکشوں نے یہاں پی تو کیا گناہ کیا

امیر صانع قدرت کا کھیل ہے دنیا — بنا بنا کے مٹائی ہیں صورتیں کیا کیا

شب وعدہ نہ جھپکی آنکھ تک آرام کب آیا — یہی کھٹکا رہا شب بھر وہ اب آیا وہ اب آیا

کہتے تھے دل کسی سے لگاؤ نہ اے امیر — دیکھو تو چار روز میں کیا حال ہو گیا

تو مجھسے نہ مل خیر مجھے بھی نہین پروا — ڈھب تیرے جلانیکا یہ اے یار کرون گا

تصویر تری لاکے مین اب سامنے تیرے — چھاتی سے لگاؤنگا اُسے پیار کرون گا

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا — اسیر آج بہت ہم نے تم کو یاد کیا

مجھسے ہو سکتا کہ دیتا بازوے قاتل کو رنج — وان ہوئی ابرو کو جنبش یان بدن پر سر نہ تھا

کچھ آج نہین رنگ یہ افسردہ دلی کا — مدت سے یہی حال ہے یارو مرے جی کا

چکر لگا رہی ہے جو بجلی چمن کے گرد — مد نظر ہوا ہے مرا آشیانہ کیا

ہم مر گئے تو واہ ری بدنامیون کا پاس — مٹوا دیا نشان ہمارے مزار کا

تو ہی بتا ٹھکانا اے باغبان ہمارا — کس شاخ پر چمن مین تھا آشیان ہمارا

پہلے تو کوئی یار مین تنہا اسیر تھا — نکلا جو گھر سے یار تو جم غفیر تھا

شوق سے مین نے جو خنجر کے تلے سر رکھدیا — چھیڑنیکو ہاتھ سے قاتل نے خنجر رکھدیا

گل خود تھے بے ثبات گلستان دہر مین — گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا

ضبط کرتے ہی اثر نالون کا ظاہر ہو گیا — بول اُٹھے گھبرا کے ہی ہی لو وہ آخر ہو گیا

تم جو پہلو سے اُٹھے دل سے نہ صدمہ اُٹھا — درد پہلو مین یہ اُٹھا کہ مین چلا اُٹھا

گلگشت کی نہ دے مجھے تکلیف ہمصفیر — کیا دل گرفتگی مین مزا سیر باغ کا

نہین تو نے دیکھا ہے اُس بت کو زاہد — یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

باغبان بیداد گر گل بیوفا گلچین رقیب — یارب اپنا درد دل کسکو سنائے عندلیب

دم بھر ٹھہر مین ہاتھون سے دلکو سنبھال لون — بیدرد مرے سینہ سے پیکان ابھی نہ کھینچ

اب یہ عالم ضعف کا ہے مین جو روتا ہون اسیر — ساتھ ہر آنسو کے گر پڑتا ہون آنسو کی طرح

کرتے ہین ڈرتے ڈرتے اِدھر اک نگاہ شوق — جب خوب دیکھ لیتے ہین پہلے اِدھر اُدھر

نرغہ ہے حسرتون کا دل داغدار پر — گرتے ہین جس طرح سے پتنگے چراغ پر

گرتی نہین ہے اوس یہ آنسو ہین اے فلک — روتی ہے رات بھی مرے بخت سیاہ پر

جانے دے اس بت کو ضبط نالہ و فریاد کر
اتنی بے صبری نہ کر اے دل خدا کو یاد کر

دیکھکر گستاخی پروانہ شرماتی ہے شمع
تھوڑی تھوڑی کیسی محفل مین ہوئی جاتی ہے شمع

قفس مین آج بہت بے حواس ہے بلبل
گلو کی خیر ہو یارب اوداس ہے بلبل

چھپ گئے پہلے تو مجھ کو دیکھ کر
پھر کہا لو کس سے شرماتے ہین ہم

خدا دراز کرے عمر برق اے گلچین
چراغ آکے جلاتی ہے آشیانون مین

وصل کی ان سے جو کہیے تو کرین عذر حشر
کیجیے قتل کی خواہش تو ابھی حاضر ہین

یار کے اٹھتے ہی برہم ہو گیا سامان عیش
مے کہین مینا کہین ساقی کہین ساغر کہین

مرا خط اس نے پڑھا پڑھکے نامہ بر سے کہا
یہی جواب ہے اس کا کہ کچھ جواب نہین

گھر مین اللہ کے واعظ ہین تو یہ کچھ ہے کلام
میکدہ مین ابھی آئین تو ہماری سی کہین

اے صنم اب ترا خدا حافظ
ہم تو کعبے کی راہ لیتے ہین

امیر مرنے کو آسان نہ ہجر یار مین جان
اٹک اٹک کے نکلتی ہے انتظار مین جان

ہم کو فردائے حشر کا کیا غم
کہ شب ہجر کی سحر ہی نہین

دم لے نہ ابھی پوچھ مرے درد کو ہمدم
رونے سے جو دل ٹھہرے تو کچھ بات کرون مین

ان حسینون کی ہے عجب سرکار
پاؤن چھونے پہ ہاتھ کٹتے ہین

اے چرخ یہ اپنے حوصلے ہین
اک دل ہے ہزار آبلے ہین

تڑپا مین بہت تو ضعف بولا
اللہ اب تک یہ حوصلے ہین

دیکھا ہے کسی راہ مین ہم نے کہ نہین ہوش
گھبرائے ہوئے پھرتے ہین گھر بھول گئے ہین

طرز نالہ وہ بتا دو جو ہو صیاد پسند
اے اسیران قفس تازہ گرفتار ہو مین

کھاتے ہو قسم نہین مین عاشق
صورت تو امیر اپنی دیکھو

جگاتا ہون یہ کب سے تم ذرا کروٹ نہین لیتے
اٹھو اے خفتگان خاک کیسی نیند سوتے ہو

فصل گل آنے سے پہلے پھنس گئے ہم دام مین
ہائے کیا دل مین تھی سیر چمن کی آرزو

عارضی حسن ہے اس سے بہت الفت نہ کرو ۔ یہ مسافر ہے مسافر سے محبت نہ کرو

کچھ تسلی دل زار تو کرتے جاؤ ۔ تم نہ آؤ مگر اقرار تو کرتے جاؤ

کچھ رنج ہے دنیا مین تو کچھ مجھکو خوشی ہے ۔ آنکھو مین جو آنسو ہین تو ہونٹو پہ ہنسی ہے

تھا جو کل تک کسی کی زانو پر ۔ آج وہ سر ہے اور زانو ہے

نزع مین یار سے رخصت مجھے ہو لینے دے ۔ ضبط سے کہدو کہ دل کھول کے رو لینے دے

آسان نہین ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا ۔ یہ اک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے

خانہ بردوش ہر شرابی ہے ۔ کیا خرابات کی خرابی ہے

نہ واعظ ہجو مے کر ایک دن دنیا سے جانا ہے ۔ ارے منہ ساقی کوثر کو بھی آخر دکھانا ہے

برستی ہے اداسی چھا رہی ہے بیکسی غافل ۔ بصیرت ہو تو عبرت کا محل قصر فریدون ہے

جب کہے شب وصل چلو سو رہین اب جان ۔ جھنجھلا کے وہ کہتے ہین ابھی رات پڑی ہے

آج امید صبح ہونے کی ۔ حضرت دل یہ شام فرقت ہے

عجب ادا سے تمھاری نگاہ پھرتی ہے ۔ چھری گلے پہ مرے بیگناہ پھرتی ہے

کرتے ہو جو تم امیر کو قتل ۔ اتنا تو کہو گناہ کیا ہے

تو پھرا ہے بہت اے پیر چرخ سچ کہنا ۔ مجھ سا بیکس بھی زمانے مین کہین دیکھا ہے

قطعہ

ہمنشین ان سے جو کہتے ہین کہ مرتا ہے امیر ۔ کہیے کب تک وہ غریب اب یہ مصیبت دیکھے

کہتے ہین واہ جی عاشق کہین ہوتے ہین غریب ۔ پاس جا بیٹھے پھر ان کی کوئی غربت دیکھے

بت بن گئے ہم امیر آخر ۔ یہ یاد صنم کی انتہا ہے

پڑا ہے تفرقہ ایسا فراق یار مین باہم ۔ نہ دل ملتا ہے پہلو کو نہ پہلو دل کو ملتا ہے

کیا کہین عشق مین کیا ملتا ہے ۔ بت کے ملنے سے خدا ملتا ہے

کہتا ہے بیٹھے دیکھ کے وہ اپنی گلی میں
دیوانے ترا گھر بھی کہیں ہے کہ نہیں ہے

اُلفت میں یوں تو اکثر ہم زار زار روئے
کل دل پہ ہاتھ رکھکر بے اختیار روئے

مجھکو زاہد نہیں شراب حرام
تیسرے دن میسر آئی ہے

بڑھ جاتی ہے چمن میں اور آرزو تمھاری
جس گل کو سونگھتا ہوں آتی ہے بو تمھاری

منہ پہ غصہ ہاتھ میں تلوار ابرو پر شکن
جان دو بھر ہو جسے وہ تم سے حال دل کہے

اثر تو دیکھیے قسمت کی نارسائی کا
کہ یار تک مرے مرنے کی بھی خبر نہ گئی

ساتھ اپنے کچھ نہ لائے تھے نہ کچھ ہم لیچلے
خالی ہاتھ آئے تھے خالی ہاتھ دنیا سے چلے

تو کھینچے گا اُس کی شکل مانی
تو نے کہی اور میں نے مانی

باقی نہ کوئی دل میں الٰہی ہوس رہے
چودہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس رہے

دیکھنے وہ جو نہ آئے تو نہیں مجھکو گلہ
میری حالت ہی اب ایسی ہے کہ نہ دیکھی جائے

اب تو آسان ہے کر دے مری مٹی برباد
پھر کہاں تو مجھے اے باد صبا پائیگی

ہے آج جو سرگزشت اپنی
کل اس کی کہانیاں بنیں گی

حرم سے دیر کو آئے امیر مر مر کے
خدا کے گھر سے پھرے ہم خدا خدا کر کے

دو دن کی محبت میں یہ حالت ہوئی میری
برسوں کے مریضوں کی یہ صورت نہیں ہوتی

نہیں گلہ وہ اگر میرے دل کا غم نہ سُنے
خدا تو ہے نہیں سنتا اگر صنم نہ سُنے

میری نہیں تقصیر تری حسرت دیدار
دروازے سے تیرے مجھے جانے نہیں دیتی

جانے پر آؤ نہ تم گور پر
کس امید پہ جی سے جائے کوئی

چھپتا ہے دل کا رنگ کہیں ضبط آہ سے
حسرت ٹپک رہی ہے ہماری نگاہ سے

جو بیقراری دل اب ہے اگر یہی ہوتی
تو آج تک مری کاہے کو زندگی ہوتی

مجھی پہ چھری تیز ہے ناصح
کبھی اسکو جا کر نصیحت نہ کی

غش آ گیا کبھی کبھی آنکھیں بدل گئیں
کیا کیا شب فراق میں نوبت گزر گئی

کوئی امیر ترا درد دل سُنے کیونکر ‏ تو ایک بات کہے اور دو گھڑی روئے

درد دل کہیے تو کہتا ہے وہ شوخ ‏ ایک ہی تم کو کہانی یاد ہے

چاک چاک ایسا ہوا دست جنون سے پیرہن ‏ کچھ نہین کھلتا گریبان کون دامن کون ہے

کس نظر سے تم نے دیکھا تھا امیر ‏ روتے روتے اُن کو ہچکی لگ گئی

تو وہ بت ہی کہ تجھے ساری خدائی چاہیے ‏ بندہ اللہ سے کس کس کی برائی چاہیے

ضعف کی کچھ کمی نہین جاتی ‏ سانس اب بھی تو لی نہین جاتی

تنہا مرے پاس شب کو آئین ‏ اتنا مرا اعتبار کب سے

آپ ہی جل رہے ہین پروانے ‏ شمع کی سرگزشت کون سُنے

جب دن کو کہا ان سے کہ وہ بات نہوگی ‏ بولے کہ ٹھہر جا ابھی کیا رات نہوگی

سمجھانے ہین تو حضرت ناصح کی ایک بات ‏ کچھ خود ہی وہ کہا کیے خود ہی سُنا کیے

کہتا ہے کون گرد سواری کے گرد ہے ‏ مجنون کی خاک محمل لیلےٰ کی گرد ہے

صبر آتا ہے مرے دلکو نہ تو آتا ہے ‏ رات دن اب مری آنکھون سے لہو آتا ہی

عشق اب ہم کو خاک باقی ہے ‏ اک ذرا جھانک تاک باقی ہے

خنجر کا ذوق شوق شہادت کا جوش ہی ‏ سر کی مجھے خبر ہے نہ گردن کا ہوش ہی

حیرت کی جا نہین ہی جو وہ خود فروش ہی ‏ جوبن کا ہے اُبھار جوانی کا جوش ہی

میری بالین پہ روتی ہی حسرت ‏ عشق بھی مرگ نوجوانی ہے

آزردہ غیر سے ہوئے دین مجھکو گالیان ‏ کس سے بھرے ہوئے تھے وہ کس پر برس گئے

تا جوانی ہوش تھا پیری مین غافل ہو گئے ‏ رات بھر جاگا کیے ہم صبح ہوتے سو گئے

جان باقی ہے غم الفت مین کھونے کے لیے ‏ دل تڑپنے کے لیے ہے آنکھ رونے کے لیے

خاموش ہین لحد مین جو لوگ خوش بیان تھے ‏ غنچون کے وہ دہن ہین بلبل کی جو زبان تھے

دیکھا خزان مین ہم نے بلبل کو آشیان کو ‏ دو چار پر شکستہ دو چار استخوان تھے

کمزور پاکے ہم کو کیا بل کی لے رہی ہو — ہم بھی تو نوجوان آخر کبھی جو ان تھے
پونچھے جو ہم عدم کو اہل عدم یہ بولے — مدت کے بعد آئے اتنے دنون کہان تھے
کوئی دم بے تکلف ہوکے ستو نہین اگر بیٹھے — تو جو کچھ عرش پر ہے دیکھ لے زاہد وہ گھر بیٹھے

جوہر انتخاب

ہاتھ رکھ کر مرے سینہ پہ جگر تھام لیا — تم نے اسوقت تو گرتا ہوا گھر تھام لیا
شہر بیگانہ مین ہوتا ہے مسافر کا جو حال — ہے حسینون کے محلے مین وہ عالم اپنا
فریب اور کسی کو یہ جاکے دے قاصد — وہ اور صلح کا پیغام ہو نہین سکتا،
خط وطن کو لیے جاتا ہے تو لیجا قاصد — پر مرا حال نہ یاران وطن سے کہنا
دن گیا رات ہوئی رات گئی دن آیا — نہ ہوئی پر نہ ہوئی گردش ایام تمام
دیکھنے کو تمھین اے اہل عدم آتے ہین — خیر اگر تم نہین آتے ہو تو ہم آتے ہین
تیرے وعدہ پہ شاد ہون کیونکر — اپنی قسمت کو جانتا ہون مین
آہ کرنے پہ کیون بگڑتے ہو — تم تو صاحب ہوا سے لڑتے ہو
نہین گھیرا ہے پلکون نے یہ چشم مست دلبر کو — لیا ہے دونون ہاتھون سے کسی میکش نے ساغر کو
یون بھی آتا ہے کہین کوئی کہ میرے گھر مین — پاؤن رکھا نہین کہتے ہو کہ گھر جانے دو
دیکھے کہان سے تجھ سے ایسے حسینون کے جمگھٹے — محشر کا روز اور الٰہی دراز ہو
خدا کرے کہین تو اے صنم گھر سے پھرے — کہ جان بلب ترا عاشق خدا کے گھر سے پھرے
عشق سے پیری مین بھی کچھ لاگ باقی رہ گئی — کاروان عمر گذرا آگ باقی رہ گئی
ہے دختِ رز حلال تجھے کیا تمیز ہے — واعظ یہ زر خرید ہماری کنیز ہے
یہ بھی اک بات ہے عداوت کی — روزہ رکھا جو ہم نے دعوت کی
فرقت مین زندگی یہ عنایت خدا کی ہے — آگے جو کچھ کہون تو شکایت خدا کی ہے

جب سے پیدا ہوئے صیّاد کے بس مین آئے
پر نکلنے بھی نہ پائے کہ قفس مین آئے

نہ یہ ساعد نہ یہ بازو نہ یہ آنکھین نہ یہ ابرو
فقط تیرا سا قد ہے اور کیا شمشاد رکھتا ہے

کیا جانے کہان لے گئی اُس بت کی تمنا
اب آپ مین آنا مجھے دشوار ہوا ہے

سنتا ہون دعائے سحری کرتی ہے تاثیر
امید کہان پر شب فرقت مین سحر کی

پرزے خط کے ہین دست قاصد مین
ایک کیا سو جواب لایا ہے

—(۰)—

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان دوم صنمخانۂ عشق

یہ آفتاب ہے گرم اُسکی کبریائی کا ۔۔۔ کہ ذرّہ ذرّہ ہے آئینہ خودنمائی کا
طریق عشق مین گم ہوکے پہنچے منزل پر ۔۔۔ نیا یہ راستہ سوجھا ہمین رسائی کا
رہ طلب مین ادب ہی سے سرفرازی ہے ۔۔۔ مزہ کلیم سے پوچھو برہنہ پائی کا
بشر سے حمد الٰہی امیر کیا ممکن ۔۔۔ پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ رائی کا

حسن مطلق کا ازل کے دن سے مین دیوانہ تھا ۔۔۔ لامکان کہتے ہین جسکو وہ مرا کاشانہ تھا
مین پرانا مست ہون جنت مرا کاشانہ تھا ۔۔۔ حور ساقی چشمۂ کوثر مرا پیمانہ تھا
پھول بھی تھے پھل بھی تھے اس سرزمین پر کیا نہ تھا ۔۔۔ آج ہی ویران کبھی آباد دہر ویرانہ تھا
ہائے کیا دن تھے کہ دور بادہ و پیمانہ تھا ۔۔۔ بادشاہون کا جلو خانہ در میخانہ تھا
باغ عالم کا تماشا باعث غفلت ہوا ۔۔۔ دیکھنا آنکھون کا کانونکے لیے افسانہ تھا
ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنیکو عتاب ۔۔۔ اور وہان اک چھیڑ تھی اک ناز معشوقانہ تھا
وعظ کی محفل مین آکے بھی تو یون مستان عشق ۔۔۔ مے کی بوتل تھی بغل مین ہاتھ مین پیمانہ تھا
وصل ہوتا کس طرح خلوت کہان تھی اتنا کو ۔۔۔ پھول تھے نرگس کے رکھے شمع تھی پروانہ تھا
دیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم ۔۔۔ آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بتخانہ تھا
دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر ۔۔۔ تھا انا الحق حق مگر اک حرف گستاخانہ تھا
نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کیون ہنگام ذبح ۔۔۔ تیغ قاتل کی زبان پر کون سا افسانہ تھا

جنت مین بھی ہے چرچا اے رشک حور تیرا　　شہرہ ہے اللہ اللہ اب دور دور تیرا
مین آئینہ ہون تیرا تو آئینہ ہے میرا　　تجھ مین ظہور میرا مجھ مین ظہور تیرا
ہی بیخودی ہی جس سے ہوتا ہی قرب حاصل　　غائب جو آپ سے ہو پائے حضور تیرا

ترے بندون سے یہ بت کرتے ہین دعوی خدائی کا　　تماشا دیکھتا ہون تیری شان کبریائی کا
نیا افسانہ کہہ واعظ تو شاید گرم ہو مجلس　　قیامت تو پرانا حال ہی روز جدائی کا
کیا رسوائے عالم چھپ کے پردہ مین مجھے تو نے　　تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی　　خدا جانے بکا کرتا ہی کیا جھوٹا خدائی کا

ان شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا　　کچھ اور بلا ہوتی ہی وہ دل نہین ہوتا
دل مجھ سے لیا ہی تو ذرا بولیے ہنسیے　　چٹکی مین مسلنے کے لیے دل نہین ہوتا
اٹھنے کو کہے کوئی تو بن جاتی ہی جی پر　　اس بزم مین جانا مجھے مشکل، نہین ہوتا
جس بزم مین وہ رخ سے اٹھا دیتے ہین پردہ　　پروانہ وہان شمع پہ مائل، نہین ہوتا
کیا سحر ہے اس بت کی نظر مین بھی الٰہی　　جب تک وہ ادھر آ گئے یہان دل نہین ہوتا
تیر اس نے لگایا وہ پڑا آ کے جگر پر　　بے چین ہی وہ کیا جانے ادھر دل نہین ہوتا
یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اسکو جو برتو　　حاصل یہی ہوتا ہی کہ حاصل نہین ہوتا

غم نہین جی تن سے نکلا دل گیا　　ملگئے تم مجھکو سب کچھ مل گیا
بولے وہ سینہ پہ میرے رکھ کے ہاتھ　　کہیے اب تو اضطراب دل گیا
اے نگاہ یاس تیرا ہو برا　　گھر تلک روتا ہوا قاتل گیا

وائے قسمت غافل آیا ہین میر — عمر بھر غافل رہا۔ غافل گیا

دامنون کا نہ پتہ ہے نہ گریبانون کا — حشر کہتے ہین جسے شہر ہے عریانون کا

کی جو کچھ عشق نے تاثیر تماشا ہوگا — تیری صورت پہ مری شکل کا دہوکا ہوگا
بیوفائی سے تمھاری یہی ہر دم ہی خیال — تم جو اپنے نہ ہوے کون کسی کا ہوگا
شہر کو چھوڑکے کیون دشت مین وحشی جائین — خاک اُڑاتے جدہر آجائینگے صحرا ہوگا
جانے دے قتل مجھے کرکے نہ غم کر قاتل — تھا جو ہونا وہ ہوا رونے سے اب کیا ہوگا

سرد آہین جب کسی نے کین وطن یاد آگیا — چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آگیا
تن سے باہر آکے دھیان آیا عدم کا روح کو — قید سے چھٹکر مسافر کو وطن یاد آگیا
گور مین بھی ہم نہ بھولے صحبت احباب کو — گوشۂ خلوت مین لطف انجمن یاد آگیا
رہگیا اپنے گلے مین ڈالکر بانہین غریب — عید کے دن جسکو غربت مین وطن یاد آگیا

اے جوانی یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے — تو نہ ہوگی نہ یہ دل نہ یہ ارمان ہوگا
خواہش وصل تو کیونکر کہون لیکن ناصح — دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی ارمان ہوگا
آگ دلمین جو لگی تھی وہ بجھائی نہ گئی — اور کیا تجھ سے بھلا اے دیدۂ گریان ہوگا
میرے اور غیر کے مقتل مین کھلینگے جوہر — امتحان عشق و ہوس کا سر میدان ہوگا

مرے بس مین یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا — یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی — مرا نشہ کیون اترتا مجھے کیون خمار ہوتا

وہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب — مرے دونون پہلوؤن مین دل بیقرار ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیون چرائی — وہی تیر کیون نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
مین زبان سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہدون — اسے کیا کرون کہ دلکو نہین اعتبار ہوتا
اثر اسقدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پر — کہ وہ کروٹین ہی لیتے جو مین بے قرار ہوتا
مری خاک بھی لحد مین نہ رہی امیر باقی — انھین مرنے ہی کا ابتک نہین اعتبار ہوتا

جھونکا ادھر نہ آئے نسیم بہار کا — نازک بہت ہی پھول چراغ مزار کا
شاخون سے برگ گل نہین جھڑتے ہین باغ مین — زیور اتر رہا ہے عروس بہار کا

جمال یار کو کہتے ہو تم کہ ہان دیکھا — کلیم ہوش مین آؤ ابھی کہان دیکھا
کہین تو دیکھ چکے ہین یقین ہر دل کو — مگر یہ یاد نہین ہے تمھین کہان دیکھا
پھنسی جو دام مین بلبل تو کن نگاہون سے — کبھی چمن کو کبھی سوے آشیان دیکھا
شب وصال وہ سامان وہ رونقین وہ نشاط — ہوئی جو صبح تو اجڑا ہوا مکان دیکھا
دکھائی ترک تعلق نے شان بے رنگی — بڑھے مکان سے آگے تو لامکان دیکھا

دلکو ہمارے اب کسی پہلو نہین قرار — یہ درد آشنا ہمہ تن درد ہو گیا

نادان ہو دھوکا ہے تمھین زلف رسا کا — سایہ ہے بتو سر پہ تمھارے یہ خدا کا
کیا جانیے کیا ہے ترے بیمار کی حالت — عیسی بھی یہ کہتے ہین کہ ہر وقت دعا کا

ایک دل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا — سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا

سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی
وہ امنگین مٹ گئین وہ ولولہ جاتا رہا

درد باقی غم سلامت ہی مگر اب دل کہان
ہائے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا

آنیوالا جانیوالا بیکسی مین کون تھا
ہان مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا

نیند بھی فرقت مین کھا بیٹھی ہی آنیکی قسم
خواب مین بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا

جب تلک تم تھے کشیدہ دل تھا شکوے سے بھرا
تم گلے سے ملگئے سارا گلا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے
ایمان سے کہدون مجھے باور نہین ہوتا

غیرون نے برا مجھکو کہا ہو تو کہا ہو
باور انھین آیا ہو یہ باور نہین آتا

کہتے ہین یہ اچھی ہی تڑپ دلکی تمھارے
سینہ سے تڑپ کر کبھی باہر نہین آتا

غربت کدۂ دہر مین صدمے سے ہین صدمے
اس پر بھی کبھی یاد ہمین گھر نہین آتا

کچھ ٹھکانا ہے ناتوانی کا
نہ اٹھا بوجھ زندگانی کا

اور اے پیر چرخ کیا کوسون
صبر تجھ پر مری جوانی کا

مرگ جس کو جہان مین کہتے ہین
نام ہے میری زندگانی کا

کیون نہ پیری مین داغ دل ہو عزیز
پھول ہے باغ زندگانی کا

زیست کا اعتبار کیا ہے امیر
آدمی بلبلا ہے پانی کا

رونے والا کوئی ہوتا تو کچھ آنسو بچتے
ابر ہی آکے مری خاک پہ گریان ہوتا

درد ہی تھا دل بیمار کا غمخوار قدیم
اب یہ صورت ہی کہ وہ بھی نہین پرسان ہوتا

پیکے واعظ مے گلگون مرے دشمن پچھتائین
تیرے کہنے سے نہ پیتا تو پشیمان ہوتا

ایسے ہنگامے بہت دیکھے ہین اُس کوچہ مین — حشر کیا فتنہ ہی جس سے مین پریشان ہوتا
کیا مزہ دیتی ہی رہ رہ کے کھٹک اسکی امیر — دل کے بدلے بھی مرے سینہ مین پیکان ہوتا

لطف حسرت کی نگاہونکا تو جب تھا کہ امیر — ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

آ کے بیٹھے اُٹھ گئے کتنے حسین لیکن امیر — شکل آئینہ مین اس محفل مین حیران ہی رہا

تصور مین زلفون کے رویا کیا — مین بالون مین موتی پرویا کیا
عجب قدرت حق کے اسے بت ہین کھیل — کہ مٹی کے پتلے کو گویا کیا
برا خواب غفلت کا ہو وقت کوچ — گئے میرے ساتھی مین سویا کیا
رہا خواب مین اُنسے شب بھر وصال — مرے بخت جاگے مین سویا کیا
جوانی مین بھی یان نہ آئی ہنسی — مین اپنے لڑکپن کو رویا کیا

حیا بولی اُبھرا جو جوبن کسی کا — مٹا دونگی مین چلبلا پن کسی کا
کہا مین نے حاضر ہی دل تو وہ بولے — کہ احسان لین میرے دشمن کسی کا
خراماں ہوے وہ تو بولی نزاکت — کہ مجھ سے نہ سنبھلے گا دامن کسی کا
رقیبونسے وہ خوش رقیب اُنسے راضی — برا کہہ سکے مین کیون ہون دشمن کسی کا
ادہر بھی کرم اے نسیم بہاری — ترستا ہی پھولون کو مدفن کسی کا
وہ کیا جانے ہوتی ہی کیسی جوانی — ابھی کھیلتا ہے لڑکپن کسی کا
جوانی کی آمد ہے ہوتا ہی رخصت — وہ ناز ون کا پالا لڑکپن کسی کا

صبا کچھ تو پاس ہے لازم غریب کا — لٹکا دے شاخ گل سے قفس عندلیب کا
اللہ رے پاس عشق مین مجھکو حبیب کا — آنسو ٹپک پڑے جو دکھا دل رقیب کا

آخر ہون مین عالم ہے چراغ سحری کا — لو جلد خبر وقت نہین بے خبری کا
کچھ روز ابھی صبر کرے ہے جنون وحشت — بے موسم گل لطف نہین جامہ دری کا

آنے جانے پہ سانس کے ہے مدار — سخت ناپائیدار ہے دنیا

ہو چکا وعدہ کہ کل آئیے گا — دیکھیے اب نہ بدل جائیے گا
سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا — دیکھیے دل سے اتر جائیے گا
دیر کو چلیے ابھی حضرت دل — کبھی کعبہ کو بھی ہو آئیے گا
مین تو ہون حضرت ناصح مدہوش — کون سمجھے گا جو سمجھائیے گا
زندگی مین تو نہ آئے اک دن — آپ مرقد پہ ضرور آئیے گا
آئیے نزع مین بالین پہ مری — کوئی دم بیٹھ سکے اٹھ جائیے گا
آپ سنیے تو کہانی دل کی — نیند آجائے گی سو جائیے گا
اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے — بیٹھیے جائیے گا جائیے گا
ہے شب وصل حیا شام سے کیون — جان من صبح کو شرمائیے گا
رات اتنی ہے ٹھہریے تو ذرا — آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا
گرمی شوق یہی ہے تو امیر — آپ اسی آگ مین جل جائیے گا

اٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا — ذرا سی بات مین ہوتا ہے فیصلہ دل کا

تم اپنی اُٹھتی جوانی کی شوخیان دیکھو
اُبھر اُبھر کے بڑھاتی ہے ولولہ دل کا

نہ سیر عرش ہے مشکل نہ قطع راہ حرم
خدا کرے کہین طے ہو یہ مرحلہ دل کا

مین کبھی وقت پہ مقتل سے نہ ٹل جاؤن گا
کچھ زمانہ نہین کروٹ جو بدل جاؤن گا

اِس سرا مین ہون مسافر نہین رہنے آیا
رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤن گا

خبر آئی ہے کہ وہ آتا ہے عیادت کیلیے
اب کچھ امید بڑی ہے کہ سنبھل جاؤن گا

دیکھنے دے مجھے رخسار ترا ہرج ہی کیا
دو گھڑی دیکھ کے پھولون کو بہل جاؤن گا

کوے جانان مین یہ کہتا ہی مرا دل مجھ سے
تو اٹھانا مجھے مین گر کے مچل جاؤن گا

وعدۂ وصل پہ چاہی جو قسم ہنسکے کہا
رنگ رخ مین نہین تیرا کہ بدل جاؤن گا

قدردان مصحفی و حضرت سودا تھے امیر
لیکے تربت پہ انھین کے یہ غزل جاؤن گا

جگر سے اُٹھتے ہین شعلے کہ دل سے لے ہمدم
کدھر یہ آگ لگی ہے ذرا خبر لینا

پڑا ہی دیر سے مٹی خراب ہوتی ہی
لگا دو ہاتھ جنازے کو پھر سنوار لینا

مزے اڑا کہ در توبہ باز ہے زاہد
حسین شراب جو دین پیکے توبہ کر لینا

نہ توڑ شام سے اے دل شب فراق مین دم
ابھی تو رات ہی ساری پڑی ہی مر لینا

امیر جاتے ہو بتخانے کی زیارت کو
پڑیگا راہ مین کعبہ سلام کر لینا

ناوک ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا
درد اُٹھ اُٹھ کے بتاتا ہی ٹھکانا دل کا

آفرین کہنے سے رک جاتا ہی قاتل میرا
لذت قتل گھٹاتا ہے بڑھانا دل کا

اُس نے دیکھا اُسے اور اُسنے اُسے دیکھ لیا
اب تو دشوار ہی پہلو مین چھپانا دل کا

ہائے وہ پہلی ملاقات مین میرا رکنا
اور اُس کا وہ لگاوٹ سے بڑھانا دل کا

قیس کم ظرف تھا فرہاد تنک حوصلہ تھا — دل لگی ہم تو سمجھتے ہین لگانا دل کا
جی سے لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے — دل لگا کر جو سنین آپ فسانہ دل کا
مشرب عشق مین کیسی ہین یہ اُلٹی باتین — دل کے جانے کو یہ کیون کہتے ہین آنا دل کا

ہم وہ میکش ہین کہ ہو اپنی نگاہون مین اثر — سر کے بل دوڑتے شیشے جو اشارا ہوتا

میری طرح نہ اک دن ابر بہار رویا — وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رویا
مجنون سے مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا — کچھ کہہ سکا نہ منھ سے پر زار زار رویا
پوچھی امیر سے کل مین نے جو دل کی حالت — سینے پہ ہاتھ رکھ کے بے اختیار رویا

کہان ہم کہان در ترا شاہ حسن — فقیرانہ یان بھی گزر ہو گیا

ہے برق حسن یار اچھا ظہور تھا — دیدار کو کلیم تھے جلنے کو طور تھا
واعظ ادبی زبان سے کرتا تھا ذکر حور — اتنا لحاظ دختر رز کا ضرور تھا
اے شور حشر قہر کیا کیون جگا دیا — گوشہ مزار کا مجھے آغوش حور تھا
آجائے بس مین وہ تو کہون مین شب وصال — وہ شوخیان کہان گئین حسن غرور تھا
عجز و نیاز ادھر تو ادھر تھا غرور ناز — جتنے تھے ہم قریب وہ اتنا ہی دور تھا
لیتا مین بوسہ لیکے تو بولے کہ دیکھیے — یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا
صورت تری دکھا کے کہونگا یہ روز حشر — آنکھون کا کچھ گناہ نہ دل کا قصور تھا
وہ لطف انتظار وہ سامان وصل ہائے — دلکو غم فراق مین کیا کیا سرور تھا
مہمان ایک آن کی تھی آن حسن کی — اتنی سی بات پر تمھین اتنا غرور تھا

دشمن مری برائی کرین اور تم سنو — اُن سے نہ تھا بعید مگر تم سے دور تھا
اِس حور نے جو ہاتھ سے اپنے پلا دیا — پانی مین بھی سرور شراب طہور تھا
اک نیمجان کا کام نہ پورا ہوا امیر — قاتل کو تیغ ناز پہ ناحق غرور تھا

دھوم تھی ان کی لن ترانی کی — کیا کہین ہم سے سامنا نہ ہوا
پتلیان بھی بدل گئین دم نزع — وقت پر کوئی آشنا نہ ہوا
دل ہوا خون پر وفا ہے وہی — رنگ اِس پھول سے جدا نہ ہوا
بیوفائی کو تیری لگتا داغ — وعدہ اچھا ہوا وفا نہ ہوا

کاجل یہ نہین ہے انکھڑیون مین — اُٹھا ہے دھوان تری مسی کا
بجلی چمکی تو مین یہ سمجھا — آنچل لٹکا کسی پری کا

پوری مراد دل ہو کہ پھوٹے مرا نصیب — چلتا ہون اب تو کوچۂ قاتل کو یا نصیب
وہ داغ ہون نہین ہے جو مرہم سے آشنا — وہ درد ہون مین جسکو نہین ہے دوا نصیب
پونچے ہین مجنون سے دریا تک امیر — دیکھین اب آگے ہمکو دکھاتا ہے کیا نصیب

کہتا ہون مین سو رہو دیکھو ہے کڑی دھوپ — اسوقت کہان جاؤ گے پڑتی ہے کڑی دھوپ

کس لطف سے جھنجھلا کے وہ کہتے ہین شب وصل — ظالم تری آنکھون سے گئی نیند کدھر آج
دیدار طلب تو بھی ہے اور مین بھی ہون زاہد — لیکن ترے گھر کل ہے وہ دن اور مرے گھر آج
ہوتے ہین وہ رخصت مین یہان کے کرون کیا — ساتھ اپنے لیے چل مجھے اے شمع سحر آج

خنجر دکھا کے کہتے ہین بات بات پر — ہمکو تو اس زبان سے ہی گفتگو پسند
زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ — کیا جانیے اس کریم کو وہ ہی کرے تو پسند
ساقی ہے دخت رز سے زیادہ عروس کون — کیا بھینی بھینی اسکی ہی مستون کو بو پسند
دل ہی ترا جگر ہی ترا جان ہی تری — ہرگز نہین دریغ کرے جسکو تو پسند
اے دل خدا کے واسطے اب میرا پیچھا چھوڑ — تجھکو نہین پسند نہ مجھکو ہی تو پسند
بے ذوق عشق دیدہ و دل دونون ہیچ ہین — خالی قدح پسند نہ خالی سبو پسند

راہی ہین صبح و شام مسافر سوے عدم — ہوتی نہین ہی شب کو بھی شاہراہ بند
زاہد یہ میکدے کی طرف کیا چلے گئے — مدت سے ہے امیر در خانقاہ بند

چشم بد دور ترقی پہ ہے جوبن اُن کا — چاہیے روز نیا ایک نظر کا تعویذ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر — سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
کوہکن کوہکنی شیوۂ عشاق نہین — ہے جو عاشق دل معشوق مین گھر پیدا کر
کون سی جا ہے جہان جلوۂ معشوق نہین — شوق دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر
اپنی گردش پہ بہت ہی تجھے اے چرخ گھمنڈ — جب مین جانون کہ شب غم کی سحر پیدا کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہین میخانے پر — کیون قدح نوش گرے پڑتے ہین پیمانے پر
مجھ سے رخصت جو ہوا یار شب وصل امیر — چھا گئی کیسی اداسی مرے کاشانے پر

مرے پھولون مین لوٹین آ کے حسین صدقے ہو پھولون پر — ملو ہاتھون مین مہندی خون سب کا میری گردن پر
شہید ستون کو کیا خوف بلائے آسمانی ہے — کف افسوس ملکر رہ گئی برق اپنے خرمن پر
الٰہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین — کبھی جیب کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر
نہ سمجھا تھا کہ اِن طوقون مین پھر مجھکو پھنساؤ گے — کروگے چوڑیان ٹھنڈی تم آ کر میرے مدفن پر
گلا کٹوا مرے لیکے پھرا یہ دل کہان یہ دن — کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر
عبث ہی دختر رز پر تہمت تردامنی واعظ — نمازین پڑھتی ہین آ آ کے حورین اسکے دامن پر
چلے تیغ نگہ اغیار پر مین ایڑیان رگڑون — مرے ہوتے غضب ہے ہاتھ اٹھائین آپ دشمن پر
پس مردن مری دیوانگی کیا رنگ لائی ہے — کہ منت ماننے آتی ہین پریان میرے مدفن پر

سبزہ رنگون نے کیا ہی گھر جو آنکھو نمین اسیر — اب دکھائی دیتے ہین سارے در و دیوار سبز

گردش جو ہو تقدیر مین کچھ سعی کام آتی نہین — منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو مین منزل کے پاس

ہوتا ہے روز مجھ کو جو عارض نیا مرض — اللہ کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض
جھنجھلا کے بوسے اُنسے مین لپٹا جو بار بار — پیدا ہوا ہے آج یہ تم کو نیا مرض

مشق سجود حق مین بھی دشمن کو رشک ہی — ہی شیخ کی جبین کا دل برہمن مین داغ

طور آرایش کا کیا جانے ابھی کمسن ہی وہ — رخ ہی آئینہ سے غافل بے خبر شانے سے زلف
اے دل صد چاک شانہ بن کے جا پر یاد رکھ — ہی مزاج اُلٹا اُلجھ پڑتی ہی سلجھانے سے زلف

کرون ضبط نفس ہمدم کہان تک — لگی ہی آگ اک دلسے زبان تک
ہزارون حسرتون کا ہوگیا خون — کہانتک پاس رسوائی کہان تک
مری واماندگی کہتی ہی مجھ سے — پہونچا ہو چکا اب کاروان تک
ترے قربان اے بیتابی دل — مجھے پہونچادے اسکے آستان تک
نہین کچھ تیغ قاتل ہی کشیدہ — خفا ہے مجھسے مرگ ناگہان تک
تڑپنے سے مرے تنگ آکے بولے — تسلی دے کوئی تجھکو کہان تک
کہان ہم اے امیر اب اور کہان داغ — یہ جلسے ہو چکے خلد آشیان تک

خوش بیانی ہی تیری ساتے جہانمین مشہور — کچھ تو صیاد کو باتون مین لگالے بلبل
آخر اک روز خزان ہے کہ طلسمی ہی بہار — چار دن رنگ گلستان مین جمالے بلبل
دہیان صیاد کا گلچین کا خطر خوف خزان — ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل
باغبان رحم سے واقف نہین گلچین بیدرد — ایک ہم ہین ترے پہچاننے والے بلبل
ہنس رہا ہے ابھی صیاد نہین واقف ہے — چٹکیان لینگے جگر مین ترے نالے بلبل
دم اُلٹ جاسے نہ صیاد کا سنتے سنتے — درد انگیز نہ کر ایسے تو نالے بلبل

اسے دیکھا تصدق کردیا دل — کسی کو کیا مری آنکھین مرا دل
تری اٹھکھیلیون پر خون اس کا — چلا اس چال سے تو بس گیا دل
تمھارا ہونہ ہو اس کی خبر کیا — ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا دل
الٰہی ایک ہی کس کسکو دون مین — وہان تو مانگتی ہے ہر ادا دل
وہ بولے واہ بوسہ دین تو دل لین — نئے دل دینے والے تم نیا دل
امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا — نگاہین بول اُٹھین وہ لے لیا دل

بڑی بندہ نوازی کی جو دی یہ آبرو قاتل — نہ تھا میرا گلا تیری دم شمشیر کے قابل
کہین سر ہی کہین سینہ کہین بازو کہین زانو — ہماری لاش لے قاتل نہین تشہیر کے قابل
جو کچھ آنکھون نے دیکھا ہی وہ اس سے جا کے کہدینا — ہمارا حال لے قاصد نہین تحریر کے قابل

آنیوالی گر نہین ہے آفت تازہ میسر — کیون الجھتا ہے مرے سینہ مین پھر سر بار دل

جاتا تو اس کے کوچہ مین ہی بار بار دل — کھائے نہ چوٹ یاس کی امیدوار دل
گرم خرام ناز ہو تم یہ تو دیکھ لو — کس کا پڑا ہوا ہے سر رہگذار دل
گھر سے نکل کے دیکھ تو لین اک نظر حضور — لائے ہین پیش کش کے لیے جان نثار دل
موسی کو برق طور کا جلوہ دکھا دیا — پونہچا تڑپ کے دور میرا بے قرار دل
ایفائے عہد وصل نہ ایفائے عہد قتل — کس بات کا تمھارے کرے اعتبار دل
عشاق کی کمی نہین معشوق چاہیے — ہو دل کا قدردان تو ستر ہزار دل

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین — کیا راز و نیاز ہو رہے ہین
پونہچی ہی ہماری اب یہ حالت — جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین
پیری مین بھی ہم ہزار افسوس — بچپن کی نیند سو رہے ہین
مین جاگ رہا ہون اے شب غم — پر میرے نصیب سو رہے ہین
اے حشر مدینے مین نہ کر شور — چپ چپ سرکار سو رہے ہین
ہے غیر کے گھر جوان کی دعوت — ہم جان سے ہاتھ دھو رہے ہین
پوچھے کوئی دیدہائے تر سے — کیون نام وفا ڈبو رہے ہین

آئے گی نہ پھر کے عمر رفتہ　　ہم مفت مین جان کھو رہے ہین
کیا گریۂ بے اثر سے حاصل　　اس رونے پہ ہم تو رو رہے ہین
فریاد کہ ناخدائے کشتی　　کشتی کو مری ڈبو رہے ہین

قطعہ چار بیتی

محفل برخاست ہے پتنگے　　رخصت شمعون سے ہو رہے ہین
ہے کوچ کا وقت آسمان پر　　تارے کہین نام کو رہے ہین
ان کی بھی نمود ہے کوئی دم　　وہ بھی نہ رہین گے جو رہے ہین
دنیا کا یہ رنگ اور ہم کو　　کچھ ہوش نہین ہے سو رہے ہین

ٹھہرو دم نزع دو گھڑی اور　　دو چار نفس ہی تو رہے ہین
زانو پہ امیر سر کو رکھے　　پھر دن گذرے کہ رو رہے ہین

کون مانع ہے کہ در پر ترے آ بھی نہ سکون　　کیا قدم نقش قدم ہین کہ اُٹھا بھی نہ سکون
وصل مین چھیڑ نہ اتنا اُسے اے شوق وصال　　کہ وہ روٹھے تو کسی طرح منا بھی نہ سکون
ڈالکر خاک میرے خون پہ قاتل نے کہا　　کچھ یہ مہندی نہین میری کہ چھپا بھی نہ سکون
کوئی پوچھے تو محبت سے یہ کیا ہے انصاف　　وہ مجھے دل سے بھلائے مین بھلا بھی نہ سکون
ہائے کیا سحر ہے یہ حسن کہ آنکھین جو حسین　　دل بچا بھی نہ سکون جان چرا بھی نہ سکون
شکوے تو شوق سے کر وصل مین لیکن اے دل　　بات کچھ ایسی نہ بگڑے کہ بنا بھی نہ سکون
رعب کو ساتھ لگا لائے ہین اپنے شب وصل　　کہ جو اُٹھین تو خوشامد سے بٹھا بھی نہ سکون

ہاے وہ دن کہ گذر جاتی تھی شب باتون مین — اب نہ باتون مین مزا ہے نہ ملاقاتون مین
چار ہی دن مین وہ بت دیکھیے کیا چل نکلا — کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین
یہ سمجھکر کبھی ناصح کی بھی سن لیتا ہون — اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتون مین
کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا — تم رہا کرتے ہو دن رات انھین گھاتون مین
مہربان وصل مین قصے یہ نکالے کیسے — آج کی رات بھی کیا ٹالیے گا باتون مین
بوسہ مانگا تو کہا پھیر کے منھ ظالم نے — کہ زبان کٹتی ہے انسان کی انھین باتون مین
بت نہ بولین جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر — اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

یہ تو مین کیونکر کہون تیرے خریدارون مین ہون — تو سراپا ناز ہے مین ناز بردارون مین ہون
وصل کیسا تیرے نادیدہ خریدارون مین ہون — واہ ری قسمت کہ اسپر بھی گنہگارون مین ہون
جان پر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار — گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون
چھیڑ دیکھو میری میت پر جو آکے یہ کہا — تم وفادارون مین ہو یا مین وفادارون مین ہون
زاہدو کافی ہے اتنی بات بخشش کے لیے — اسکو شوق مغفرت ہے مین گنہگارون مین ہون
کس طرح فریاد کرتے ہین بتادو قاعدہ — اے اسیران قفس مین نو گرفتارون مین ہون
سوز فرقت درد دل زخم جگر ناسور چشم — کچھ نہ پوچھو مبتلا مین کتنے آزارون مین ہون
ہاے اے غفلت نہین ہے آجتک اتنی خبر — کون ہے مطلوب مین کسکے طلبگارون مین ہون

اندھیر کر رہی ہے یہ چشم سیاہ مین — شوخی کو قید کیجیے نیچی نگاہ مین
تو بہ بھی کچھ بھروسے کے قابل ہے زاہدو — پونجی ہے ہم سے ٹوٹ کے ابکے نباہ مین
وہ دشمنی سے دیکھتے ہین دیکھتے تو ہین — مین شاد ہون کہ ہون تو کسی کی نگاہ مین

اٹھتا نہین ہی اب تو قدم مجھ غریب کا　　منزل سے کہدو دوڑ کے لے مجھکو راہ مین
بھاگا خیال یار یہ کہہ کر شب فراق　　دشمن مرے شریک ہون حال تباہ مین
ہم ہین سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش　　مے پیتے ہین تو سایۂ ابر سیاہ مین

وہ بیکس ہون نہین ہی کوئی میرے غمگسارون مین　　فقط اک دل ہی تو وہ بھی تمھارے جان نثارون مین
چلے ساقی ہنسے بولے اگر آئی ہے یارون مین　　دلہن بنکر نہ بیٹھے دختر رز بادہ خوارون مین
بہار آئی لنڈھا ساقی خم کے خم ہم بادہ خوارون مین　　کہو توبہ سے چندے جا رہی پرہیزگارون مین
کہو زاہد سے مے رنگ تو برسات کا دیکھے　　تماشہ اودی اودی بدلیان ہین سبزہ زارون مین
حقیقت عاشقونکے مرگ کی ہمسے کوئی پوچھے　　بہت جب نیند آئی سو رہی جا کر مزارون مین
نگاہ یار کیا بدلی جہان بدلا ہوا بدنی　　وہ دشمن جانکے ہین تھے جو آگے جان نثارون مین
فرشتون سے کہو اتنی قیامت مین خبر رکھین　　کہین چھپ چھپ کے زاہد مل نہ جائین بادہ خوارون مین
جدا ہی دخت رز کا نام ہر صحبت مین اے ساقی　　پری ہی میکشو نہین حور ہی پرہیزگارون مین
سوے گور غریبان آئین ہین وہ پوچھتے یارب　　مرے کشتے کی تربت کونسی ہی ان مزارون مین
قبا کے بند کھولو پردہ الٹو کچھ ہنسو بولو　　جو آئے ہو تو بیٹھو بے تکلف ہو کے یارون مین
ادھر بھی اک نگاہ ناز اپنے حسن کا صدقہ　　کہ روز حشر میری آنکھ نیچی ہو نہ یارون مین
بہار آئی گھٹا چھائی کھلے بوتل چلے ساغر　　نہ تم پرہیزگارون مین نہ ہم پرہیزگارون مین
نہ نکلے آرزو سے وصل کچھ تو دلکو تسکین ہو　　یہی سن لون کہ میرا نام ہی امیدوارون مین
شگوفہ کوئی پھولیگا یہ صحبت رنگ لائیگی　　امیر اچھا نہین بیٹھنا ان گلعذارون مین

الجھ پڑون کسی دامن سے مین وہ خار نہین　　وہ پھول ہون جو کسی کے گلے کا ہار نہین

پڑ گیا تفرقہ آتے ہی خزان کے ایسا — رنگ پھولون مین نہین پھول گلستان مین نہین
قاضی و محتسب و شیخ سب آئے ہین امیر — ایک توبہ ہی کرو صحبت رندان مین نہین

کلیان یہ سُرخ سُرخ نہین لالہ زار مین — مہندی لگی ہے دست عروس بہار مین
آنے دے آپ مین مجھے اک دم تو بیخودی — بیٹھے ہین کب سے لوگ مرے انتظار مین
دنیا ہی مین جو بات نہین پوچھتا کوئی — روز حساب آئین گے ہم کس شمار مین

یہی ہے شرم تو وہ آچکے آغوش مین میرے — جھکا لیتے ہین آنکھین چاند ہوتا ہے جو ہالے مین
ہزارون خار پیاسے وادی الفت مین ہین یا رب — پلاؤن کسکو کسکو بوند بھر پانی ہے چھالے مین
ادہر بھی اک نگاہ لطف خم کی خیر اے ساقی — ہمین بھی ایک چلو مے کسی ٹوٹے پیالے مین
تڑپتے عمر گذری یار آئے یا اجل آئے — خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے مین

دل جدا مال جدا جان جدا لیتے ہین — اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہین
مجلس وعظ مین جب بیٹھتے ہین ہم میکش — دختر رز کو بھی پہلو مین بٹھا لیتے ہین
جی اکیلے شب فرقت مین جو گھبراتا ہے — فتنۂ حشر کو نالون سے جگا لیتے ہین
تیغ قاتل رہے آباد کہ کٹتے اس سے — دہن زخم سے بوسون کا مزا لیتے ہین
تم تو انسان ہو آؤ گے نہ کیون پہلو مین — ہم تو دو باتون مین پریون کو لگا لیتے ہین
جا چکا قافلۂ ملک عدم دور تو کیا — ہم بھی دم بھر مین خدا چاہے تو جا لیتے ہین
اپنی محفل سے اٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور — چپکے بیٹھے ہین الگ آپکا کیا لیتے ہین

وہ گالی دیتے ہین شکوہ کرو تو کہتے ہین — کسی کا ذکر نہین ہے کسی کا نام نہین

گرہ سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی لے زاہد
ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین

فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے درباری
کسی امیر کا مجرا نہین سلام نہین

جو میکشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو
امیر مسجد جامع مین آج امام نہین

کہتا ہے کون آہ مین اپنے اثر نہین
ہان دل دکھے کسی کا یہ مد نظر نہین

آہ شرر فشان مین ہماری اثر نہین
پھولا ہوا درخت ہے لیکن ثمر نہین

ایسے ہین مست بادۂ حسن و جمال سے
میری خبر کہان انھین اپنی خبر نہین

شیخ حرم حرم مین برہمن ہے دیر مین
ہم کس جگہ ہین کچھ ہمین اپنی خبر نہین

دنیا ہے طرفہ میکدۂ بیخودی امیر
سب مست ہین کسیکو کسی کی خبر نہین

دیکھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویرون مین
ہڈیان سوکھی سی دو چار تھین زنجیرون مین

بال و پر اپنے کہان اس گلشن ایجاد مین
رہ گئے کچھ دام مین کچھ خانۂ صیاد مین

ہو گئی کچھ اور آ کر خانۂ صیاد مین
یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد مین

پر مرے ٹوٹے ہوئے اڑ جائین سب سوئے چمن
ایسی آندھی آئے یارب خانۂ صیاد مین

وائے قسمت کٹ گئی قید قفس مین ساری عمر
نکلے بھی گر بھی گئے پر خانۂ صیاد مین

بیقراری اس قدر تڑپا نہ مجھ کو زیر تیغ
دیکھ ظالم دل نہ الجھے سینۂ جلاد مین

اپنے اپنے ہین نصیب اے ہمصفیران چمن
پھنس گئے تم دام مین ہم گیسوے صیاد مین

فی الحقیقت دلسے دلکو راہ ہوتی ہے امیر
ہم ہین انکی یاد مین وہ ہین ہماری یاد مین

جامہ زیب وہ نمایش بعد مردن کیا ہوئی
پیرہن مین تھی جو سج دھج وہ کفن مین کیون نہین

گذشتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین | مٹا ہوا سا نشان سر مزار ہون مین
کسی کی روح پہ صدمہ ہو اشکبار ہون مین | کسی کے دلمین اُٹھے درد بیقرار ہون مین
کچھ آج مین نے نہین پی ہے حضرت واعظ | ازل کا مست پرانا شراب خوار ہون مین
زمین قصر سلاطین سے آرہی ہے صدا | کہ آج منزل عشرت ہون کل مزار ہون مین
پھر اسکی شان کریمی کے حوصلے دیکھے | گناہگار یہ کہدے گناہگار ہون مین
وہ پیر ہون کہ جوانی کا رنگ رکھتا ہون | عزیز کیون نہ ہون بے فصل کی بہار ہون مین
بڑے مزے سے گذرتی ہے بیخودی مین امیر | وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

عالم مین کوئی دختر رز سا حسین نہین | شیشے مین اک پری ہے مگر آتشین نہین
دشوار ہے بہت دل معشوق تک گذر | اے آہ ہوشیار یہ عرش برین نہین
گذرا ہوا زمانہ پھر آتا نہین کبھی | وہ کون سا ہے دم جو دم واپسین نہین
غش مین پڑے ہین جلوہ گہ ناز مین کلیم | تحسین نہین سپاس نہین آفرین نہین
گھبرا کے کیون ہو دم مری آنکھون مین ہے ابھی | پھیرو نہ آنکھ یہ نگہ واپسین نہین
اللہ رے ناز دیکھ کے کہتے ہین آئینہ | ہم نازنین نہین تو کوئی نازنین نہین
شادی کی انجمن مین بھی روتا ہون مثل شمع | مجھ سا جہان مین کوئی اندوہگین نہین
یا ہم ہی ہم تھے کوئی نہ تھا اسکی بزم مین | یا اک جہان آج وہان ہے ہمین نہین
ایسا ہی جوش گریہ ہے تو ہجر یار مین | یا ہم نہین زمین پہ یا یہ زمین نہین
واعظ کو تم تو دیکھتے ہی ہنس پڑے امیر | باتین تو ان بزرگ کی تم نے سنین نہین

عالم شگفتہ ہو جو مین آفت رسیدہ ہون | صبح بہار ہون جو گریبان دریدہ ہون

اے اہل بزم مجھ کو اُٹھاؤ نہ بزم سے — شمع سحر ہون عمر بپایان رسیدہ ہون
مجروح تیغ حسن ہوا کب خبر نہین — یوسف کی جلوہ گاہ مین دست بریدہ ہون
اب تک کسی پہ میری حقیقت نہین کھلی — حرف ناگفتہ ہون سخن ناشنیدہ ہون
پیدا کیے کی شرم انکی ضرور ہے — تو آفریدہ گار ہے مین آفریدہ ہون
مطلب خزان سے کچھ نہ غرض ہی بہار سے — دونون سے مثل سرو مین دامن کشیدہ ہون
بلبل ہون مین نہ گل ہون گلستان دہر مین — ہان اک پر شکستہ و رنگ پریدہ ہون
شبنم کے اے امیر ملے ہین مجھے نصیب — گل ہنس پڑین چمن مین جو مین آبدیدہ ہون

عزیز احباب ساتھی دم کے ہین پھر چھوٹ جاتے ہین — جہان یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہین

شہید عشق جی جاتے ہین جی سے کیا گذرتے ہین — خدایہ موت دے سب کو ہم اس مرنے پہ مرتے ہین
عدم کے جانیوالے راستہ مین کب ٹھہرتے ہین — جہان یہ نکلے گھر سے جاکے منزل پر ٹھہرتے ہین
تفاوت اسقدر ہی زاہدو نمین اور رندون مین — کر وہ کچھ دل مین لیے رہتے ہین یہ سب کہہ گذرتے ہین
یہان نہلا کے ہمکو دفن بھی احباب کر آئے — وہان حمام سے فرصت نہین ابتک نکھرتے ہین
شمیم گل ہین ہم بھی تم اگر بادِ بہاری ہو — جدھر چلتے ہو چلتے ہین جہان ٹھیرو ٹھہرتے ہین
مین اس شوخی پہ صدقہ ہون کہ مجھسے بزم مین پوچھا — یہ سب تو عشق ہین مجھپر آپ کہیے کس پہ مرتے ہین
تسلی خاک ہو وعدون سے انکی جبتک نہین ظالم — اشارون سے یہ کہتی ہین کہ دیکھو اب مکرتے ہین
مین کہتا ہون تمھین نے دل لیا میرا تو کہتے ہین — کہ ہان ہان لیلیا اچھا کیا ہم کب مکرتے ہین
نہ رحم آجائے قاتل کو نہ رک جائے کہین خنجر — نگاہ حسرت آگین ہم اُٹھاتے تیرے ڈرتے ہین
بری ہین پاکبازان محبت رشک سے دیکھو — جو تمکو پیار کرتے ہین ہم ان کو پیار کرتے ہین
پڑے ہین ابروؤن پر بل یہ کیون مدنظر کیا ہے — یہ دہرے دہرے خنجر آپ کس پر تیز کرتے ہین

مرا خط پھینک کر قاصد کے منھ پر طنز سے بولے
خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہی کہ مرتے ہین

تسلی دلکو ہم دیتے ہین کیفِ چشمِ ساقی سے
شراب حسن لیکر عشق کے ساغر مین بھرتے ہین

ابھی اے جان تو نے مرنیوالون کو نہین دیکھا
جیے ہم تو دکھا دینگے کہ دیکھ اس طرح مرتے ہین

دو سرے پاؤن تک تصویر ہین بیساختہ پن کی
سنورنے سے بگڑتے ہین بگڑنے سے سنورتے ہین

قیامت دورِ تنہائی کا عالم روح پر صدمہ
ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گذرتے ہین

شب غم مین ہی جیتے برا ہو سخت جانی کا
نہ آئی موت اس غیرت کے مارے ہم تو مرتے ہین

چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل
گلا کاٹین مرا صیاد ناحق پر کترتے ہین

کیا ہی نام کیا اُستاد کا روشن خدا رکھے
امیر استادزادون پر ہم اپنے فخر کرتے ہین

شوخی تھی قیامت تری مستانہ ادا مین
فتنون نے قدم چوم لیے لغزشِ پا مین

قابل عفو مین آلودہ عصیان ہو لون
اے اجل صبر کر اتنا کہ پشیمان ہو لون

آنے دیگی مجھے پھر کاہے کو وحشت سوے شہر
رخصت احباب سے اے شوق بیابان ہو لون

باعث تڑپ کا شوخ ستمگر سے کیا کہین
دل تو ہی کچھ بتا دے کہ دلبر سے کیا کہین

اُس بت کے جور خالق اکبر سے کیا کہین
آپس کی چھیڑ داور محشر سے کیا کہین

شرم آتی ہی گناہون سے اے پردہ پوش خلق
محشر مین جا کے داور محشر سے کیا کہین

ٹھیرا ہے روز حشر پہ دیدار یار کا
اللہ حشر تک دل مضطر سے کیا کہین

پیاسے شراب وصل کے ہین ہم تو اے میر
شرم آتی ہے کہ ساقی کوثر سے کیا کہین

ذرا چلمن تک آئین گھر مین وہ کیا بنکے بیٹھے ہین
ہزارون سر کہین مشتاق اک چتون کے بیٹھے ہین

ملا کر خاک مین کلی ہائے شرم انکی نہین جاتی　　نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہین
وہ آمادہ سنورنے پر ہم آمادہ ہین مرنے پر　　ادہر وہ بنکے بیٹھے ہین ادہر ہم تنکے بیٹھے ہین

نقرے نقرے مین دلپسہ ہین چوٹین　　باتون باتون مین جان لیتے ہین
وصل مین بھی جھجک نہین جاتی　　پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہین
میری ہر بات پر ہین سو سو عذر　　غیر کی خوب مان لیتے ہین
ہائے کیا دلبری کی گھاتین ہین　　دم دلاسے سے جان لیتے ہین
ہر گلوری پہ چھیڑ ہے شب وصل　　ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہین

غش مین گر لخلخۂ زلف سنگھاتے بھی نہین　　جائیے جائیے ہم ہوش مین آتے بھی نہین
کچھ وفا کچھ ہی جان ہے کس مشکل مین　　دل سے جاتے بھی نہین آنکھ مین آتے بھی نہین
جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہو دل کی ثابت　　منہ سے انکار بھی ہے آنکھ ملاتے بھی نہین
روٹھنا روز کا ٹھہرا ہے تو یہ سن رکھیے　　روز کے روٹھنے والے کو مناتے بھی نہین
پرسش حشر مین چوکے تو وہ بولے مجھ سے　　تم کھڑے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہین
ہنس پڑین دیکھ کے رونا نہ کرین ہمدردی　　مجھکو رونا تو یہی ہے کہ رلاتے بھی نہین
آکے تربت پہ مری کہتے ہین لو اٹھ بیٹھو　　اب تو مدت ہوئی ہم تمکو ستاتے بھی نہین
لطف مرنے کا دکھائین کسے فرقت مین امیر　　نہین آتے وہ تو ہم جان سے جاتے بھی نہین

حکم ہے ضبط محبت کا کہ ہو راز نہ فاش　　آکے آنکھون مین پلٹ جاتے ہین آنسو دلمین

رنگ پیری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین　　پھولنے پھلنے کے اب دن ہی نہین سن ہی نہین

جذب دل انسے یہ کہتا ہی کہ اب کیون آئے
تم تو کہتے تھے کہ آنا میرا ممکن ہی نہین

یون تو سلجھے گا نہ الجھا ہوا بوسون کا حساب
سہل سا گر ہین بتا دون تجھے تو گن ہی نہین

سادگی مین مرے محبوب کے ہین لاکھ بناؤ
سرمے مسّی سے سنورنے کے ابھی دن ہی نہین

ان سے مطلب کی کہی بات تو ہنسکر بولے
بات وہ کہیے جو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہین

بے جگہ شام ہوئی جاتی ہے جنگل مین امیر
ہائے کیا پہونچینگے منزل پہ کہ اب دن ہی نہین

الفت مین برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر بات مین لذت ہی اگر دل مین مزا ہو

ہم تم ہون شب وصل اکیلے تو مزا ہو
ہم سے ہو ادب دور حیا تم سے جدا ہو

آئے جو مری لاش پہ وہ طنز سے بولے
اب مین ہون خفا تم سے کہ تم مجھسے خفا ہو

جھنجلا کے سزا دین وہ مجھے ہاتھ سے اپنے
ایسی کوئی ایدل جو سزا ہو تو مزا ہو

نیرنگی حسن انکی یہ کہتی ہی شب وصل
چتون مین شرارت نہو تو آنکھون مین حیا ہو

گھر سے ہم نکلے تھے مسجد کی طرف جانیکو
رند بہکا کے ہین لے گئے میخانے کو

تو نے کمبخت کبھی پی ہی نہین کیا تجھکو قدر
محتسب دیکھ مری آنکھ سے پیمانے کو

آج کچھ اور بھی پی لون کہ سنا ہی مین نے
آتے ہین حضرت واعظ مجھے سمجھانے کو

باغبان ہاتھ لگاتا نہین پھولونکو ترے
آنکلتا ہون کبھی دل کے مین بہلانے کو

وہ کہان دن کہ رہا کرتا تھا دور ساغر
آنکھ بھر آتی ہی اب دیکھ کے پیمانے کو

بے ادب جا کے جو لپٹا تو سزا بھی پائی
آگ مین پھونکدیا شمع نے پروانے کو

یار کو محفل خوبان سے اڑا لائے امیر
لیچلے لوٹ کے ہم آج پریخانے کو

عصمت یہ انسے کہتی ہی اب تم چھپا کرو
نام خدا جوان ہوئے ہو حیا کرو

شوخی یہ ہے کہ دیکے وہ عاشق کو گالیان — کہتے ہین شاہ جی مرے حق مین دعا کرو
جب پوچھتا ہون مین کوئی تدبیر وصل کی — کہتے ہین بت کہ اپنے خدا سے دعا کرو
پردہ مین تم ہو اُسپہ یہ عالم ہے حسن کا — پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو
کہتے ہین بزم مین تو تمھارا یہ رنگ ہے — تنہا جو تجھکو پاؤ تو کیا جانے کیا کرو
کیا قدر ہے فسانۂ الفت کی وان امیر — کہتے ہین ہم سنین نہ سنین تم کہا کرو

اے تیغ یار دل کے گلے سے جدا نہو — اب وقت روٹھنے کا نہین ہے خفا نہو
حسن و وفا کا ساتھ تو اے دل ہوا نہو — معشوق نام اُسی کا ہے جس مین وفا نہو
حسرت سے دیکھتا ہون جو انکی طرف امیر — کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہو

شب فرقت دراز ہے دیکھین — عمر آخر ہو یا یہ آخر ہو
اتنی وابستگی جہان سے ہے کیا — شہر بیگانہ تم مسافر ہو
اوّلِ عشق مین یہ حال امیر — تم تو آغاز ہی مین آخر ہو

کیسے الفت مین پڑے جان کے لالے دلکو — اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

اے جنون لے چل اب وہان کہ جہان — یہ زمین اور یہ آسمان نہ ہو

چشم بد دور اب تو حور مین بھی — گھورتی ہین ترے شہیدون کو

قتل کرتے ہو دکھا کر جو ادائین مجھ کو — پہلے لے لینے دو جی بھر کے بلائین مجھ کو

غیر سے آنکھین چار کرتے ہو　　جاؤ بھی کس کو پیار کرتے ہو
ہے جو نفرت امیدوارون سے　　کیون پھر اُمیدوار کرتے ہو
بنکے انجان مجھ کو کہتے ہین　　سچ کہو کس کو پیار کرتے ہو
روز آنے کو جب کہا بولے　　اک تم ہی مجھکو پیار کرتے ہو
تم ہو خنجر ہو مین ہون قتل کرو　　کس کا اب انتظار کرتے ہو

دیکھ سکتے نہین پیاسا مرے آنسو مجھ کو　　روز دیے جاتے ہین پانی کوئی چلّو مجھ کو
چین آتا نہین دم بھر کسی پہلو مجھ کو　　اتنی تکلیف تو اسے درد نہ دے تو مجھ کو
ہون وہ بلبل کبھی صیاد کو آیا جو ترس　　پھول نہین چھوڑ دیا توڑ کے بازو مجھ کو
مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہے　　ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجھ کو
اس توقع پہ پھرا کرتا ہون گلزارون مین　　کہ کسی گل سے کبھی آئے تری بو مجھ کو

تو ہو کچھ درد سے آگاہ مین بیدردی سے　　دل مرا تجھکو ملے اور ترا دل مجھکو
بوسے پر بوسے دم ذبح اشارون مین لیے　　اچھی سوجھی یہ تہ خنجر قاتل مجھکو
چٹکیان لیتا ہے پہلو مین مرے آٹھ پہر　　دلربا بن کے ستاتا ہے مرا دل مجھکو
کچھ اس انداز سے وہ ناز بھرے ہاتھ چلے　　آگئی نیند تہ خنجر قاتل مجھکو
کچھ خبر مجھکو نہین ہے کہ کدھر جاتا ہون　　کہین کھینچے لیے جاتا ہے مرا دل مجھکو
وہ مسافر ہون ہوا دفن بھی اپنے گھر مین　　گھر تلک آ کے مرے لے گئی منزل مجھکو
دست و بازو کی ہے خیر اور لگائے اک ہاتھ　　میرے بیدرد نہ جا چھوڑ کے بسمل مجھکو
سانس کے ساتھ رگ جان سے لہو آتا ہے　　نیشتر بن کے نہ چھیڑا کے خلش دل مجھکو

وہ نگہ کہتی ہے کس سے ملیں نہیں میری نگہ — نکلی ہیں آنکھ سے باہر تو ملا دل مجھکو
اسکی رحمت سے جو ہو خاتمہ بالخیر امیر — پھر ہے سب سہل کڑی ہے یہی منزل مجھکو

نزع میں جاتے تو ہو بالیں سے مجھے بیمار کے — اک نظر آنکھوں کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو

ہو وصل پر دوئی کی کہیں اس میں بو نہو — تو ہو تو میں نہ ہوں میں اگر ہوں تو تو نہو
زاہد شراب ناب جبتک وضو نہو — قابل نماز پڑھنے کے مسجد میں تو نہو
پہلو سے دل جدا ہو تو کچھ غم نہیں مجھے — اے درد دل جدا مرے پہلو سے تو نہو
مہندی لگاتے ڈرتے ہیں سنتے ہیں بار بار — شامل کسی شہید کا اس میں لہو نہو
غش آگیا ہے مجھکو گمان اور کچھ نہ کر — اچھا ہوا ہوں اداس مری جان تو نہو
تو ہو تو بتکدہ مجھے کعبہ سے کم نہیں — کعبہ صنم کدہ ہے جو کعبے میں تو نہو
صحن چمن ہو ابر ہو شیشہ ہو جام ہو — یہ سب تو ہوں غضب ہے کہ پہلو میں تو نہو

ابھی آئے ابھی جاتے ہو جلدی کیا ہے دم لیلو — نہ چھیڑونگا میں جیسی چاہو تم مجھسے قسم لیلو
گلا خنجر پہ میں نے رکھدیا آتے ہی تو بولے — کرینگے ذبح ٹھیرو کیوں مرے جاتے ہو دم لیلو
سوئے میخانہ آ نکلے جو قاضی دخت رز بولی — بڑے مرشد ہیں حضرت میکشو اٹھو قدم لیلو
خبر ہے حضرت مجنوں کو آئی دشت میں لیلی — نہ پہنچے ہاتھ محمل تک اتر آئے تو اسکے قدم لیلو

خدا نے حسن کو تیرے عجب تاثیر بخشی ہے — یہ نعمت دیکھنے سے سیر کر دیتی ہے انسان کو
جب اگلی صحبتیں یاد آتی ہیں یاران رفتہ کی — نکل کر گھر سے میں دیکھ آتا ہوں گور غریبان کو
ہوا نے گل اسے کتنے ہیں سلے بلبل [illegible] — لیے پھرتا ہے ہر دم اوس سا قطرہ شبنم گلستان کو

تصور قید مین ہی اسے امیرؔ اک بت کی آنکھو نکا | پریخانہ بنا رکھا ہی مین نے اپنے زندان کو

جام ہو شیشہ ہو لب جو ہو | یار ہو مین ہون ساقیا تو ہو
فکر کس بات کی ہی تم کو امیر | کیا سبب ہے کہ سر بزانو ہو

وصل کی رات تو راحت سے بسر ہونے دو | شام ہی سے ہے یہ دھمکی کہ سحر ہونے دو
وصل ہو قتل ہو جو تد نظر ہو ہو جائے | یا ادھر ہو نید وہ مجھکو یا اُدھر ہونے دو
جس نے یہ درد دیا ہے وہ دوا بھی دیگا | لا دوا ہے جو مرا درد جگر ہونے دو
مین غریب اور غریبون کا خدا والی ہے | ہونے دو سارے زمانے کو اُدھر ہونے دو
ذکر رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی | جان من رات گذر نے دو سحر ہونے دو
شوق سے تم ہو در و بام پہ سرگرم خرام | دونون عالم ہون اگر زیر و زبر ہونے دو

منھ پہ رکھدینگے ہم قیامت کے | ہین یہ فتنے کسی کے قامت کے
دل مین جو داغ ہین ندامت کے | پھول ہین سب یہ باغ جنت کے
اِس ادا سے چلے وہ حشر کے دن | فتنے پس پس گئے قیامت کے
عیش کر لو نئی جوانی ہے | یہی دو چار دن ہین فرصت کے
باغ لوگون کو ہم کو داغ ملے | تھے یہی پھول اپنی قسمت کے
جسکو دیکھا حسین لوٹ گئے | ہم تو عاشق ہین اس طبیعت کے
جلنے تکیے مین سو رہی ہین امیرؔ | یار ہین سب ہماری صحبت کے

نہ اٹھو نزع مین حسرت رہو گی | یار پھر کاہے کو صحبت ہو گی

کہتے ہین آئین گے ہم کبھی پے دفن — کنگھی چوٹی سے جو فرصت ہو گی
وصل مین شام سے یہ خوف رہا — صبح کو کیا مری حالت ہو گی
دوڑ ساقی کہ ترے مستون کو — ہوش آیا تو قیامت ہو گی
دم لبون پر ہے کوئی دیر نہین — آئیے جلد فراغت ہو گی
آئینہ دیکھیے ہنسیے نہ مجھے — آپ کی بھی یہی صورت ہو گی
یہی بیتابی دل ہے تو مجھے — مر کے بھی خاک نہ راحت ہو گی
یہ اُٹھا دینے کی حکمت ہو نئی — کہتے ہین پھر بھی زیارت ہو گی

ہوا وصل اس سے تو اک دم کے دم — یہ سمٹی کہ شب آنکھ کا تل ہوئی

یہ وقت مرگ لیلےٰ کی دعا تھی — الٰہی خوش رہے مجنون جہان ہے
نہین بیوجہ میری بیقراری — کوئی شاید کسی کا میہمان ہے

کیون وصل کی چرخ کو خبر کی — آمد ہے جو شام سے سحر کی
دن بھر مجھے رکھتی ہین پشیمان — شرمائی وہ چھوتین سحر کی
غفلت نہ کہو شباب اے دل — یہ رات ہے جان عمر بھر کی
چھا گل کا یہ شور ہو شب وصل — آواز سنون نہین گجر کی
شام شب ہجر عمر آخر — اُمید امیر کیا سحر کی

جتنی کمی کہ نامہ سیاہی مین رہگئی — اتنی ہی دیر عفو الٰہی مین رہگئی
دو مساز شکر عفو مرے گناہ حشر مین ہوئے — حرمت گدائی محفل شاہی مین رہگئی

ڈوبے ہوئے نصیب نہ اُچھلے کسی طرح / کشتی اُبھر اُبھر کے تباہی مین رہگئی
صد شکر منھ سے نام محمدؐ نکل گیا / بات اپنی بارگاہ الٰہی مین رہگئی

آئینہ ترے حسن کا دل بھی ہے جگر بھی / ہر ایک ہی صورت کہ ادھر بھی ہو اُدھر بھی
ساقی ہون تری بزم مین مین تشنہ جگر بھی / صدقے تری آنکھون کے کوئی جام ادھر بھی
غیرون سے ہین باتین بھی عنایت کی نظر بھی / پر دیکھتے جاتے ہین کنکھیون سے ادھر بھی
کیا پاس نہین میرے جو تم غیر سے مانگو / پہلو مین مرے دل بھی ہے سینہ مین جگر بھی
کیا نوک کے جو چلتا ہے گلے پر مرے خنجر / کچھ دل مین ہے قاتل کے ترحم کا اثر بھی
کیا تنگ ہے جلاد مری سختی جان سے / ہر وار پہ کہتا ہے کہ ظالم کہین مر بھی
پیری مین بھی جائیگی جوانی کی نہ غفلت / اللہ رے جو آنکھ کھلے وقت سحر بھی
سچ کہدو نکل بھاگے ہو قابو سے یہ کس کے / لب خشک سا ہین ایجان پسینے مین ہو تر بھی
کیا غم ہے خزان مین جو نہین طاقت پرواز / نکلین گی جو کلیان تو نکل آئین گے پر بھی
ڈرتا ہون شب وصل کہ تقدیر بُری ہے / آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی
فرقت مین امیر ایسی برستی ہے اداسی / روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

پیکان ہی ترے تیر کا پہلو مین در آئے / ٹھنڈا ہو کلیجہ یہی امید بر آئے
آمد جو شب وصل کی سن لے مرے گھر مین / اللہ رے ضد شام سے پہلے سحر آئے
آئے وہ دم باز پسین یون مرے گھر مین / جس طرح کہین چاندنی پچھلے پہر آئے
دیکھی جو مری یاس ترس کھا کے وہ بولے / اللہ کرے اب تری اُمید بر آئے
ہنس ہنس کے ابھی زخم جگر چھیڑ رہے ہین / قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اثر آئے
کس طرح امیر ان سے نباہے کوئی الفت / دل دینے کو ہر روز کہان سے جگر آئے

ہین اشارے سے یہ تیغ قاتل کے — آؤ ارمان نکال دون دل کے

دلمین آکر نہ دل سے پھر نکلے — تم تو ارمان ہن گئے دل کے

پوچھتے ہین وہ مجھ سے عید کے دن — کھو گیا مل گیا گلے مل کے

اسکی رحمت سے لو لگا کہ امیر — آڑے آئے گی وقت مشکل کے

وہ آئین نزع مین چلتی نہین زبان نہ چلے — نگاہ یاس تو ہے عرض مدعا کے لیے

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

ٹھوکرین کھلوائیگی یہ چال اٹھلائی ہوئی — کیا جوانی بھرتی ہے جوبن پہ اترائی ہوئی

آئینے مین ہر ادا کو دیکھ کر کہتے ہین وہ — آج دیکھا چاہیے کس کس کی ہے آئی ہوئی

کھل گیا جوبن تو عصمت سے حیا نے یون کہا — ایک انگڑائی سے ہم دونون کی رسوائی ہوئی

مین تو راز دل چھپاؤن پر چھپا رہنے بھی دے — جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ للچائی ہوئی

آنکھ اٹھے پردہ ہٹے یہ بھی ہے کوئی دیکھنا — آڑ مین گھونگھٹ کے آنکھ اور وہ بھی شرمائی ہوئی

غمزہ و ناز و ادا سب مین حیا کا ہے لگاؤ — ہائے رے بچپن کی شوخی بھی شرمائی ہوئی

وصل مین خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا — شرم بھی جائے تو مین جانون کہ تنہائی ہوئی

گرد اڑی عاشق کی تربت سے تو جھنجھلا کر کہا — واہ سر چڑھنے لگی پاؤن کی ٹھکرائی ہوئی

شعر گلدستہ مین مجھ افسردہ دل کے کیا امیر — دامن گلچین مین کچھ کلیان ہین مرجھائی ہوئی

کیا رنگ کھون ضبط نفس پاس ادب سے — پس پس گئی فریاد مرے ہونٹون مین دب کے

دیوانو گلستان کو چلو باد بہاری — پتے جو اڑا لائی ہے خط ہین یہ طلب کے

بتخانے مین آؤ کبھی اے حضرت زاہد
دیکھو کہ تماشے ہین عجب قدرت رب کے

سو لینے دے اسے تیر ہم اُٹھ لین تو دبانا
آئے ہین بھری نیند مین جاگے ہوے شب کے

باقی ہے امیر اب تو فقط جان کا جانا
ہوش و خرد و تاب و توان جا چکے کب کے

نازکی کہتی ہے تسمہ تو لگا رہنے دے
ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے

خلش نوک مژہ کا نہ کرے دل شکوہ
کیا مزے کی ہے یہ پھانس اسکو چبھا رہنے دے

بے پر و بال ہون طاقت نہین اڑنیکی صبا
اک ذرا شاخ نشیمن کو جھکا رہنے دے

روسیہ ہون سر محشر نہ بلا اے داور حشر
مجھکو تو خاک کے پردے مین چھپا رہنے دے

اے نمک پاش خدا کے لیے چٹکی نہ رکے
کوئی دم اور تڑپنے کا مزا رہنے دے

جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی
ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

اے فلک گور غریبان کو تو برباد نہ کر
اس لٹے قافلے کا کچھ تو پتا رہنے دے

سو چمن صدقے کیے دامن گلچین پہ امیر
ذکر پھولون کا یہان باد صبا رہنے دے

فتنے پلتے ہین یہ بیساختہ پن کس کا ہے
حشر کی کچھ نہین چلتی یہ چلن کس کا ہے

تو اسے لائے مرے گھر نہین باور آتا
یہ نیا شعبدہ اے چرخ کہن کس کا ہے

بات پھنس پھنسکے نکلتی ہے ہنسی پس پس کر
اسقدر تنگ سوا تیرے دہن کس کا ہے

چبھ رہی ہین دل پر داغ مین پلکین کسکی
تلتے ہین پھولون مین کانٹے یہ چمن کس کا ہے

گھر اُجڑتے بھی ہین بستے بھی ہین لیکن اے روح
جو اُجڑ کر نہ بسے پھر وہ وطن کس کا ہے

تیر چٹکی مین کمان ہاتھ مین نخچیر قریب
انتظار اب تجھے اے تیر فگن کس کا ہے

بولے مجھ زار کی تربت پہ نکیرین امیر
لاش تو ہے نہین خالی یہ کفن کس کا ہے

کسی نا آشنا کا کیا شکوہ — آشنا کی جب آشنا نہ سُنے

خواہش وصل پر وہ شوخی سے — بولے بس جانے دو حیا نہ سُنے

میری فریاد رائیگاں تو نہو — بُت ہی سُن لیں اگر خدا نہ سُنے

———(۴۹)———

ہنس کے فرماتے ہیں وہ دیکھ کے حالت میری — کیوں تم آسان سمجھتے تھے محبت میری

کس سے شرماتے ہو تم وصل میں یاں غیر نہیں — میں ہوں یا ایک مرے پاس ہے حسرت میری

یار پہلو میں ہے تنہائی ہے کہدو نکلیں — آج کیوں دل میں چھپی بیٹھی ہے حسرت میری

تجھ سے اے بادِ صبا مجھ کو یہ اُمید نہ تھی — چار پھولوں کو ترس جائیگی تربت میری

آئینہ صبح شبِ وصل جو دیکھا تو کہا — دیکھ ظالم یہی تھی شام کو صورت میری

اپنے مستوں پہ کڑی پڑتی ہے ساقی کی نگاہ — آج مشکل ہے کہ ثابت رہے نیت میری

کس تمنائی (?) سے وہ دل تجھے (?) کہتے ہیں امیر — وہ مرا گھر ہے رہے جس میں محبت میری

———(۵۰)———

عشق میں جی سے گذرتے ہیں گذرنیوالے — موت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے

اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہیں مرنے والے — او غریبوں کے مزاروں پہ گذرنے والے

بزم ماتم میں کبھی شب ہی کو آجا چھپکر — او مرے سوگ کے پردہ میں سنورنیوالے

آخری وقت بھی پورا نہ کیا وعدۂ وصل — آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے

اُٹھّے اور کوچۂ محبوب کو پہونچے عاشق — یہ مسافر نہیں رستے میں ٹھہرنے والے

دلِ بیتاب مگر آہ کوئی کی تو نے — وہ اُٹھے چیخ کے کیوں بات نہ کرنیوالے

جان دینے کو کہا اُن سے تو ہنسکر بولے — تم سلامت رہو ہر روز کے مرنے والے

پھر کہاں دل کا پتا دل میں حسین جب آئے — گھر بھی لیجاتے ہیں اس گھر میں ٹھہرنیوالے

ہائے قاتل نہیں ملتا کہیں شمشیر بکف — سر ہتھیلی پہ لیے پھرتے ہیں مرنے والے

چتونین کہتی ہین کرتا ہی جو وہ وعدۂ وصل ۔۔۔ کیا کہا پھر تو کہو اوکہہ کے مکرنے والے

بجلی ابھی چاک کے چھپی یا وہ ناز سے ۔۔۔ جھلکی دکھا کے پردے کے اندر چلے گئے

آکے غربت مین ہمین عیش وطن بھول گئے ۔۔۔ لطف اُٹھایا یہ قفس مین کہ چمن بھول گئے
نجد مین پھرتے ہین کیون چار طرف سرگردان ۔۔۔ کیا نشان مرقد مجنون کا ہرن بھول گئے
اب تو بھولے سے بھی کرتا نہین تو یاد ہمین ۔۔۔ جتنے وعدے تھے سب اے عہد شکن بھول گئے
قید مین طول کھنچا یہ کہ اسیران چمن ۔۔۔ شکل گل بھول گئے رنگ چمن بھول گئے

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے ۔۔۔ اور بھی مجھکو پیار آتا ہے
تم کو آتا ہے پیار پر غصہ ۔۔۔ مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

تندرست اور ایسے کمسن کے لیے ۔۔۔ ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے
ہی جوانی خود جوانی کا سنگار ۔۔۔ سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے
ساری دنیا کے ہین وہ میرے سوا ۔۔۔ مین نے دنیا چھوڑ دی ان کے لیے
باغبان کلیان ہون ہلکے رنگ کی ۔۔۔ بھیجنا ہے ایک کمسن کے لیے
سب حسین ہین زاہدون کو ناپسند ۔۔۔ اب کوئی حور آئیگی ان کے لیے
وصل کا دن اور اتنا مختصر ۔۔۔ دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے
پی بھی لے زاہد جوانی ہین شراب ۔۔۔ عمر بھر ترسے گا اس دن کے لیے
سنتے ہین چھپنے کی بھی اچھی کہی ۔۔۔ پردے مین بیٹھین گے ہم انکے لیے
جھانکتی ہے کون سے گل کی نظر ۔۔۔ بلبلین پھرتی ہین کیون تنکے لیے

کھا گئی پیری جوانی کو مری — ہائے تھی یہ رات اس دن کے لیے
لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر — آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

عجب عالم اسکا وضع ساری شکل بھولی ہے — کبھی جاتی ہے دل میں کیا رسیلی نرم بولی ہے
ادائیں کھیلتی ہیں رنگ تلوار اس نے تولی ہے — لہو کی چلتی ہیں پچکاریاں مقتل میں ہولی ہے
خفا کیوں ہو جو آوازے کسے عاشق نے غیروں پر — یہ آزادوں کی باتیں ہیں یہ انکی بولی ٹھولی ہے
جگاتی ہے یہ کہکر صبح پیری چشم غافل کو — کہ بس اٹھو او نیند کی ماتی کہ شب بھر خوب سو لی ہے
وہ کہتے ہیں کہ ہم آنکھوں میں سب کو تاڑ لیتے ہیں — محبت ساری دنیا کی اسی کانٹے میں تولی ہے
خوشامد ایدل بیتاب اس تصویر کی کب تک — یہ بولا چاہتی ہے پر نہ بولے گی نہ بولی ہے
ادا کی تیغ ہی سے ساری دنیا ہو چکی بسمل — نکیلی چتونوں نے اب یہ برچھی کس پہ تولی ہے
بہار لالہ و گل دو گھڑی تو دیکھ لے اپنے — ابھی نرگس نے او کلیوں نے چمن میں آنکھ کھولی ہے
امیر اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ — بڑی عیار ہے مکار ہے ظاہر میں بھولی ہے

مرگ دشمن کی خبر سن کے بھی ماتم میں رہے — ہم خوشی میں بھی رہے یوں کہ کوئی غم میں رہے
حسن مرنے کا یہی ہے حسن مرے غم میں رہے — سوگ میں بیٹھے ادا ناز بھی ماتم میں رہے
غم کہاں جا سکے رہیگا نہ یہیں سے گئے جب ہم — ہم تو جب تک رہے عالم میں اسی غم میں رہے
جیتے جی تم مر سکے مرنے کا ذرا غم نہ کرو — آنکھ تر شمع کی پروانے کے ماتم میں رہے
چوڑیاں ٹوٹی ہوئی نیل بدن پیرہن پر سے — بزم دشمن میں کہ تم مجلس ماتم میں رہے
مرگ عاشق کی خبر آئی تو جھنجھلا کے کہا — روز سو مرتے ہیں کب تک کوئی ماتم میں رہے

وصل ہو جائے یہیں حشر میں کیا رکھا ہے — آج کی بات کو کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے

محتسب پوچھ نہ تو شیشے میں کیا رکھا ہے — پارسائی کا لہو اس میں بھرا رکھا ہے
آپ نے غیر کا خط ہم سے چھپا رکھا ہے — دیکھیے دیکھیے تکیے میں وہ کیا رکھا ہے
ہیں تغافل میں بھی سرگرم ستم وہ آنکھیں — آپ تو سوتے ہیں فتنوں کو جگا رکھا ہے
دیکھنا صبح کو انجام جو ہوگا اے شمع — تو نے سر پر تو پتنگوں کو چڑھا رکھا ہے
ہم چلے دیر سے کعبے کو تو وہ بت بولا — جا کے لے لیجیے کعبے میں خدا رکھا ہے
دختِ رز ہوش میں آنے نہیں دیتی مجھ کو — اس پری نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

(۹)

ہر دم جو خونِ تازہ مری چشمِ تر میں ہے — ناسور دل میں ہے کہ الٰہی جگر میں ہے
اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے — نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے
ہم ہیں برنگِ لالہ ازل سے الم نصیب — جزوِ بدن ہے داغ جو اپنے جگر میں ہے
نیرنگیاں تصورِ کامل کی دیکھیے — تصویرِ یار دل میں ہے نقشہ نظر میں ہے
دنیائے بے ثبات میں کیا ہو ہمیں ثبات — جس گھر میں ہم مقیم وہ گھر ہی سفر میں ہے
آنکھوں کے نیچے پھرتی ہے تصویر یار کی — پتلی سی اک بندھی ہوئی تارِ نظر میں ہے
کرتے ہیں اس طریق سے طے ہم رہِ سلوک — سر اسکے آستاں پہ قدم رہگذر میں ہے
ساقی مئے طہور میں کیفیتیں سہی — پر وہ مزہ کہاں ہے جو تیری نظر میں ہے
خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر — سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

(۱۰)

طور پر اسے طپش دل میں وہ آنیوالے — آج ہم تجھکو ہیں بجلی سے لڑانیوالے
ختم ہوتے ہی شبِ وصل بجاتا ہے گجر — ہاتھ ٹوٹیں ترے گھڑیال بجانیوالے
ہم جو پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے — دھجیاں دامنِ محشر کی اڑانیوالے
جامِ مے کاتبِ اعمال کو بھی دے ساقی — دو بزرگ آئے ہیں ساتھ اسکے زبانیوالے

اشک خجلت عرق شرم تمھین دونون ہو
عصمت و شرم سے کہتی ہے جوانی انکی

دم آخر مری بگڑی کے بنانے والے
اب ٹھکانے انھین پڑتے ہین ٹھکانیوالے

دم اخیر تو ظالم ذرا نگاہ ملے
وہ تیغ کھینچے ہوئے کہہ رہے ہین محشر مین
دل و جگر بھی طرفدار ہوگئے ان کے

کچھ اس غریب مسافر کو زاد راہ ملے
زبان کاٹ کے رکھدون جو دادخواہ ملے
مرے حریف سے جا کر مرے گواہ ملے

سر راہ عدم گور غریبان طرفہ بستی ہے
کہین غربت برستی ہے کہین حسرت برستی ہے

بہار آئی ہے ساقی عام فیض مے پرستی ہے
در و دیوار سے اس دور مین مستی برستی ہے

تری مسجد مین زاہد خاص ہین اوقات رحمت کے
ہمارے مے کدہ مین رات دن رحمت برستی ہے

ہزارون قتلگہ مین آرزومند شہادت ہین
تمھاری تیغ دیکھا چاہیے کس پر برستی ہے

جوانی لیگئی ساتھ اپنے سارا عیش مستونکا
صراحی ہے نہ شیشہ ہے نہ ساغر ہے نہ مستی ہے

ترے قربان اے مرگ غریبی جلد اب [illegible]
دلہن کے دیکھنے کو روح مدت سے ترستی ہے

غضب کے جوش مین ہے دختر رز خیر ہو ساقی
بھری بیٹھی ہے دیکھا چاہیے کس پر برستی ہے

دل ویران کو میرے دیکھ کر کہتی ہے ویرانی
خدا آباد رکھے اسکو کیا دلچسپ بستی ہے

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل
تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

نہ گھبرا اے دل واماندہ اب منزل قریب آئی
اسی بستی کے آگے اور آباد ایک بستی ہے

نہو جو آپ ہی مین اس سے پھر پاس ادب کیسا
تکلف برطرف ساقی کہ وقت جوش مستی ہے

نہ کوئی شمع لاتا ہے نہ کوئی گل چڑھاتا ہے
مزارون پر غریبون کے عجب غربت برستی ہے

امیر اس راستے سے جو گذرتے ہین وہ لٹتے ہین
محلہ ہے حسینون کا کہ قزاقون کی بستی ہے

وصل کی شب بھی نہ آنا تھی تجھے اے موت ابھی
کیا غضب ظالم کیا ارمان سارے رہ گئے

ہم تم چمن میں چلکر جب چار دن رہے ہیں
بلبل میں اور گل میں تکرار ہو گئی ہے

انگور میں تھی یہ مے پانی کی چار بوندیں
جس دن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

پیاسی جو تھی لہو کی دل میں لہو بہت تھا
سینے سے نوک خنجر کیوں پار ہو گئی ہے

اک بات سہل سی ہے مرگ اے امیر لیکن
دشوار سمجھے ہیں سب دشوار ہو گئی ہے

آنکھ اسکی یہ کیونکر کہوں مخمور نہیں ہے
ہاں کیفیت جوانی سے ابھی چور نہیں ہے

جب کتنے ہیں مرتے ہیں کرو رحم جلا لو
فرماتے ہیں اپنا تو یہ دستور نہیں ہے

دل سے میرے کہ زبانسے تری پوچھے کوئی
غیر کیا جانے مزا کیا تری دشنام میں ہے

آنکھ خالی نہ دکھا لطف بھی کر اے ساقی
جام ہی جام ہے یا مے بھی کہیں جام میں ہے

ڈالدے مجھ سے بلانوش کو خم کے منہ میں
یہ تو اک گھونٹ ہے ساقی جو ترے جام میں ہے

جوش الفت میں مرے دل کا خدا ہی حافظ
خیر ہو بادہ بہت تند مرے جام میں ہے

ہوں وہ مے کش کہ دم طوف بھی ہے شغل شراب
جام پوشیدہ مرے جامۂ احرام میں ہے

دل کے داغوں کا وہ نقشہ کہ شگفتہ ہے چمن
تیرہ بختی کا یہ عالم کہ گھٹا چھائی ہے

کیا مزا دیتا ہے اس شوخ کا کہنا شب وصل
اب نہ چھیڑو نہ ستاؤ ہمیں نیند آئی ہے

او بندۂ بت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے
بت پردہ میں پردہ میں چھپا اور ہی کچھ ہے

اے چرخ حسینوں کی جفا اور ہی کچھ ہے
معشوق کی چھیڑوں میں مزا اور ہی کچھ ہے

رنگ آج تو پھولون کا صبا اور ہی کچھ ہے
آمد ہے جو اس گل کی ہوا اور ہی کچھ ہے

قاصد یہ زبان اسکی بیان اسکا نہین ہے
دھوکا ہے تجھے اس نے کہا اور ہی کچھ ہے

آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن
مرتا ہون مین جسپر وہ ادا اور ہی کچھ ہے

کہتے ہین کہ ہم درد کسی کا نہین سنتے
مین نے تو رقیبون سے سنا اور ہی کچھ ہے

معشوق سے کرتا ہے جفا کا کوئی شکوہ
تجھکو تو مریجان گلہ اور ہی کچھ ہے

کیا جانے کسے دیکھ رہا ہون مین بتون مین
آنکھون مین ہے کچھ دل مین بسا اور ہی کچھ ہے

انداز حسینون کے سنورنے مین ہے کچھ اور
بگڑین تو بگڑنے مین مزا اور ہی کچھ ہے

منھ سے تو کہا وصل کو تم نے مگر اے جان
آنکھون نے اشارون مین کہا اور ہی کچھ ہے

ہم مر بھی گئے مر کے ہوئے خاک بھی لیکن
ظالم یہی کہتا ہے وفا اور ہی کچھ ہے

عادت تو امیر اچھی ہے فریاد و دعا کی
پر شیوۂ تسلیم و رضا اور ہی کچھ ہے

کیا خبر تھی کہ جوانی تری آفت ہوگی
بات کرنی بھی غریبون کو مصیبت ہوگی

واعظا اک وقت مین دو کام نہین ہو سکتے
توبہ کر لینگے جو مے پینے سے فرصت ہوگی

عرصۂ حشر کہان رند خرابات کہان
جائینگے پینے پلانے سے جو فرصت ہوگی

نزع مین آپ کہان آ گئے ہین اٹھیے اٹھیے
جائیے جائیے ہونی ہے جو حالت ہوگی

کچھ بھی نکلی نہ ترے فتنۂ قد کے آگے
سمجھے تھے کوئی بڑی چیز قیامت ہوگی

ابھی بیٹھے ہو تو آفت یہ ہے آفت برپا
اٹھ کھڑے ہو گئے تو اے جان قیامت ہوگی

نزع مین کہتے ہو حورون سے ہے بچنا مشکل
کیا تمھاری ہی سی ان کی بھی طبیعت ہوگی

کہئے جو چاہیے مسجد مین جناب واعظ
آپ سے ہم سے تو میخانے مین صحبت ہوگی

صبح کو ہوگا گلہ چوس لی مستی میری
صدقے ان ہونٹون کے جن سے یہ شکایت ہوگی

دیکھ لیگا مری حالت جو محبت مین تو پھر
کوئی کمبخت ہی ہوگا جسے الفت ہوگی

چھوٹے سے قد پہ نہ اِس زلف کے جانا اے دل
ابھی آفت ہی بڑھے گی تو قیامت ہوگی

یار آیا ہے عیادت کو تڑپ اور امیر
اُٹھ کھڑے ہوگے تو اے جان قیامت ہوگی

آج تو دعوت ہے آپ کو کرنی ہوگی
رندیوں حضرت واعظ نہیں ہٹنے والے

کی نظر بھی تو نگاہ غلط انداز سے کی
تیر بھی تم نے لگائے تو اُچٹنے والے

تھا ابھی وصل کا اقرار ابھی ہے انکار
بارک اللہ زبان دے کے پلٹنے والے

رتبہ شہید عشق کا گر جان جائیے
قربان ہونے والے پہ قربان جائیے

عاشق کی لاش پر ہے کچھ اظہار غم ضرور
صورت ذرا بنا کے پریشان جائیے

مٹی نہ دیجیے مجھے اچھا نہ دیجیے
اچھا ملا کے خاک میں ارمان جائیے

آخر ہے رات وصل کی کبتک نہیں نہیں
بس بس خدا کو مان کے اب مان جائیے

مانی ہیں میں نے سیکڑوں باتیں تمام عمر
آج ایک بات آپ مری مان جائیے

یہ رشک بد بلا ہے دم رخصت حبیب
کیونکر کہوں خدا ہے نگہبان جائیے

آئے ہیں بال کھولے دم نزع اِس لیے
دنیا سے جائیے تو پریشان جائیے

جانے کو منع میں نہیں کرتا مگر حضور
دل سے مرے نکال کے ارمان جائیے

بالیں پہ آپ ہیں تو نکلتا نہیں ہے دم
مشکل کو میری کیجیے آسان جائیے

جان سی چیز دی نہیں جاتی
پر کروں کیا تمھاری خاطر ہے

ہیں قمر ہے ہلال ابرو تو چہرہ غصے سے لال بھی ہے
ہتوں سے ظاہر ہے شان خالق جمال بھی ہے جلال بھی ہے

مین تیرہ بختی سے اپنے خوش ہون کہ تیرہ زلف و خال بھی ہے
خدا کے گھر کا غلاف کالا سیاہ رنگ بلال بھی ہے
بٹھا کے در پر رقیب کو وہ مرے گھر آئین گے دیکھنے وہ
خوشی تو ہے میرے دل کو لیکن شریک کچھ کچھ ملال بھی ہے

دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے
رات گذری چونک اے غافل سفر کا وقت ہے
گھر کہان جاؤ گے خسخانے مین چل کر سو رہو
دھوپ پڑتی ہی غضب کی دوپہر کا وقت ہے
یہ جان چھوٹے ہوئے مقتل سے جاتا ہی وہ شوخ
اے نگاہ یاس یہ تیرے اثر کا وقت ہے

نہ صورت تصور مین کیا آگئی
پری آکے تصویر کھنچوا گئی
جہان سے مجھے لائی تھی میری عمر
وہین سیر دکھلا کے پونہچا گئی
مرے عشق کی وجہ ناصح نہ پوچھ
طبیعت ہی تو ہے ادھر آگئی
بڑی سبے وفا عمر رفتہ تھی ہاے
مسافر کو رستے مین لٹوا گئی
قیامت نہے واعظ ابھی تاک مین
ادھر تو نے پی اور ادھر آگئی
قیامت ہین اے یاس جھونکے ترے
مری شاخ امید مرجھا گئی
مرے دل کی اللہ رے بربادیان
کہ وحشت بھی تنگ آکے گھبرا گئی
نظر تم نے گھونگھٹ اٹھا کر جو کی
عروس بہار اور شرما گئی
نہ تھکے تیرے مریکے یہ دن نسیم
خدا جانے کس کی نظر کھا گئی

تڑپنے کا مزا جی بھر کے لیلون
ذرا تھم تھم کے درد اٹھے جگر سے
مبارک تجھ کو اے شوق شہادت
وہ لی تلوار قاتل نے کمر سے

ہجوم آرزو ہے وقت نازک
تپنگے لپٹے رہیں شمع سحر سے
مسی چھوٹی ہوئی سوکھے ہوئے ہونٹ
یہ صورت اور آپ آتے ہیں گھر سے

کھٹکا سا ہوں ہجر میں پر جیسا کہ خسارہ نہیں ہے
جان کھو نہیں بڑی ہے جسم انگار دن میں ہے
لینے آئی ہے اجل کسکو عدم کو جائے کون
اتنی طاقت اب کہاں فرقت کے بیمار میں نہیں ہے

یہ ظاہر ہے دل اندوہگین سے
کہ ظالم چوٹ کھا آیا کہیں سے
بچونگا ہجر میں تو وصل کی شب
وہ مجھکو مار ڈالیں گے نہیں سے
نہیں منہ سے جو نکلی پھر کہاں ہاں
خدا محفوظ رکھے اس نہیں سے
حذر ہے مسلم اور یہودا سخط
ملے دست بتان نازنین سے
صبا آتی ہے اٹھلاتی ہوئی آج
کوئی پیغام لائی ہے کہیں سے

مرے دل کو ٹھکرا کے مجھسے وہ بولے
بڑی دھوم جسکی تھی وہ دل یہی ہے
مری لاش پامال کرتا ہے ظالم
ارے جان دینے کا حاصل یہی ہے

بہار آپہونچی ہے اب جام سے مستو نہیں چلتا ہے
خدا چاہے تو رنگ گلشن عالم بدلتا ہے
بکھرتے ہیں جو افشان گیسون پہ خبر ہو دل کی
مسافر چھپا نہیں تار ونکی گھر سے چل نکلتا ہے
خرام ناز پیران کے گریبان چاک کرتا ہے
کسی کے پاؤں چلتے ہیں کسی کا ہاتھ چلتا ہے
جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں
بہانے سے وصل کا ارمان تو یوں ہی نکلتا ہے
رفو گر دیکھکر میرے جنون کو ہاتھ ملتا ہے
گریبان کو رفو کرتا ہے تو دامن نکلتا ہے
یہ مطلب ہے فقط اپنا صنم خانے میں جانے سے
کہ اچھی صورتوں کو دیکھکر کچھ جی بہلتا ہے

ذرا تو نشہ کم ہو تو بہتر ہو اتنا سے ہے کیا واعظا
کہ بیہوشی میں کہتا کچھ ہوں منہ سے کچھ نکلتا ہے

کہیں شادی کہیں غم طرفہ دنیا کی دو رنگی ہے
پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے

عجب تقدیر پائی ہے امیر اس دار دنیا نے
نہیں آتا پھر اس گھر میں جو اس گھر سے نکلتا ہے

یہ میرے دلکو پاس نزاکت ہے یار کا
تڑپا ٹھہر ٹھہر کے تو تھم تھم کے آہ کی

قسمت جو لیچلی مجھے کوچہ سے یار کے
حسرت سے دیکھ کے سوئے گردون اک آہ کی

گذریگی وہ خدا اور محشر کے سامنے
جس فرد پر نہ ہو گی نشانی گناہ کی

آنکھ اس پری سے ملتے ہی اپنا کام ہو گیا
فرصت ملی نہ ہائے دوبارہ نگاہ کی

رحمت تری وسیع ہے نا چیز رو سیاہ
اللہ کیا بساط ہے میرے گناہ کی

کہتے ہیں مجھ سے کہ تجھپر ہے یہ تہمت کیسی
دل میں تیر سے ہٹے تو ظالم مری حسرت کیسی

ہاتھا پائی میں تو تجھ سے بھی وہ نکلے چالاک
سب بناوٹ کی یہ باتیں تھیں نزاکت کیسی

آج بیمار ترا اُٹھ کے عدم کو پہنچا
ضعف حد سے جو بڑھا آ گئی طاقت کیسی

ادھر سے روٹھے ہوے مان سے کہنا نہ جا
دیکھ کرتا ہے مرا دل تیری منت کیسی

ہم تو چلمن کے ادھر ہیں نگہ شوق بتا
تو نے چلمن کے اُدھر دیکھی ہے صورت کیسی

چلتی ہے اب تری رفتار کے پیچھے پیچھے
دب گئی ایک ہی ٹھوکر سے قیامت کیسی

سر ٹپکتا ہوں میں کروٹ نہیں لیتی غافل
پاؤں پھیلائے ہوے سوتی ہے قسمت کیسی

بات کرنے کی تو مہلت نہیں ملتی ہے امیر
ایسی حالت میں غزل کہنے کی فرصت کیسی

جھانکنا تاکنا ہر دن رات ہے
اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے

اتنی باتیں کیوں سناتے تم مجھے
پیار کرتا ہوں میں اتنی بات ہے

دکھلا کے اک جھلک جو وہ روپوش ہو گئے — کیا کیا خیال خواب فراموش ہو گئے
قاضی بھی محتسب بھی قدح نوش ہو گئے — چھپ چھپ کے دخت رز سے ہم آغوش ہو گئے
بیٹھے ہم اسکے پاس تکلف اُٹھا دیا — ہمدوش ہوتے ہوتے ہم آغوش ہو گئے
ساقی شراب اور ہرا باتیوں کو دے — ہم تیری چشم مست سے مدہوش ہو گئے
کیا جانے کیا خیال شب وصل بندھ گیا — باتین جو کرنے کرتے وہ خاموش ہو گئے
ساقی سے اور جام جو مانگا ملا جواب — آنکھین تو کہہ رہی ہین کہ مدہوش ہو گئے
عاشق مرے تو سوگ تمھاری بلا کرے — تم کیون برنگ زلف سیہ پوش ہو گئے
سب ذوق شوق ساتھ جوانی کے چل بسے — دو چار دن وہ ولولے وہ جوش ہو گئے
جن کی جگہ سر آنکھون پہ تھی دم نکلتے ہی — افسوس کیا وبال سر ودوش ہو گئے
بہکا مین مست شوق شب وصل تو کہا — لو تم تو بے پیے ہوے مدہوش ہو گئے

ہوے نامور بے نشان کیسے کیسے — زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے
کہین قتل پہ عشق مین خاتمہ ہے — ابھی دینے ہین امتحان کیسے کیسے
شب غم بلاؤن کا تانتا لگا ہے — چلے آتے ہین مہمان کیسے کیسے

لٹکائے کیون گئے ہین یہ کیسی سزا ہوئی — گیسو تو خود بلا تھے انھین کیا بلا ہوئی
بیٹھے ہوے کلیجے مین لیتے ہو چٹکیان — لے جان دل لگانیکی اچھی سزا ہوئی
کہتا ہے اُن سے آئینہ صبح شب وصال — ہے ہے یہ رات بھر مین تری شکل کیا ہوئی
اب آئنکر کیا ملا ئے گی مستون سے دخت رز — قاضی کے گھر مین پڑکے بڑی پارسا ہوئی
اک عمر ہو گئی شب فرقت کو میرے گھر — اب بھی جو ابتدا ہے تو بس انتہا ہوئی
معشوق سبز رنگ تھی جبتک تھی سبز پوش — قاتل اب اس سے سرخ ہین کر حنا ہوئی
ہے چیز اک ادا و قضا اس قدر ہے فرق — سیدھی نظر ادا ہوئی ترچھی قضا ہوئی
آئینہ عاشقون سے سوا ہے ستم نصیب — پہلے اسی غریب پہ مشق ادا ہوئی

عبرت یہ کہہ رہی جوانی کی قبر پر
یارو کہو اُمنگ جوانی کی کیا ہوئی
مرتے تھے جو ادا پہ وہ سب مر کے رہ گئے
قربان اس ادا کے یہ اچھی ادا ہوئی
گھبرا رہے ہو حشر میں کیوں اسقدر امیر
اتنی ہی سی تو بات ہے کہہ دو خطا ہوئی

اچھے عیسیٰ ہو مریضوں کا خیال اچھا ہے
ہم مرے جاتے ہیں تم کہتے ہو حال اچھا ہے
بوسے لینے سے دم رخصت یہ سوال اچھا ہے
ہاتھ سینہ پہ ہے کیوں دل کا تو حال اچھا ہے
نزع میں ہوں وہ کہتے ہیں کہ خیریت ہے
پھر برا ہوتا ہے کیسا جو یہ حال اچھا ہے
تجھسے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے
ایک سے ایک حسینوں میں ہے اچھا لیکن
جی پہ چڑھ جائے جو اپنے وہی مال اچھا ہے
دیکھ لے بلبل و پروانہ کی بیتابی کو
ہجر اچھا نہ حسینوں کا وصال اچھا ہے
اچھی حالت پہ کسی کے نہیں رہتا کوئی
آنکھیں کیوں روتی ہیں پھر دل کا جو حال اچھا ہے
تم زباں سے تو برا کہتے ہو میرے دل کو
چتونوں سے تو سنو کہتی ہیں مال اچھا ہے
راتیں اچھی ہیں دن اچھے ہیں مہینے اچھے
اچھے معشوق سے صحبت ہو تو سال اچھا ہے
چیز مانگے کی ہو اچھی بھی تو کس مصرف کی
ہو برا بھی مگر اپنا ہو تو مال اچھا ہے
چودھویں سال میں ہے فضل خدا دختر رز
پڑھ دے قاضی کہو دو بول یہ سال اچھا ہے
جس کا انجام مصیبت وہ خوشی بھی ہے بری
جس کا انجام خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے
آنکھیں دکھلاتے ہو جوبن تو دکھاؤ صاحب
وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے
ماہ کامل مہ نو دونوں حسیں ہیں لیکن
اک ذرا سن ہے جو کم اس سے ہلال اچھا ہے
مانگیے بوسہ تو وہ کہتے ہیں دیکر دشنام
کیوں جواب اس کا ہوا اچھا کہ سوال اچھا ہے

ہر کلی کہتی ہے کھل کر ترے دیوانے سے
دیکھ نکلی ہے پری سج کے پریخانے سے
ساقیا جاتے ہیں پیاسے ترے میخانے سے
گھونٹ دو گھونٹ چھلکتے ہوئے پیمانے سے

ڈھلتا غصہ ہی مین آنچل وہ کہین شانے سے
ہائے محروم رہا کیون مین سزا پانے سے

دختِ رز اب ہی جوان نام خدا اے ساقی
کہین مستی مین نکل جائے نہ میخانے سے

میرے ہی دم سے پڑی خانہ خرابی کی بنا
گھر تباہی کا ہے آباد اسی ویرانے سے

تجھکو بھی چاہیے کوثر کے لیے لے زاہد
لیتا جا تھوڑی سی تلچھٹ مرے میخانے سے

زاہد و وعظ کی مجلس سے کیے ہی انکار
تم چلو پی کے مین آیا ابھی میخانے سے

نیمجان کر کے مجھے چھوڑ چلا او قاتل
تیری بیدردی ہی اچھی تھی ترس کھانے سے

بت حرم مین بھی نہین چین سے رہنے دیتے
روز پیغام چلے آتے ہین بتخانے سے

خوب جی بھر کے تصور کا ترے موقع ہے
مین بہت خوش ہون شب ہجر کے بڑھ جانے سے

شب غم کہتی ہی مین پڑ چکی تیرے گھر مین
مجھکو کیا کام ہے اب غیر کے گھر جانے سے

کہہ کے یہ شربت دیدار پلایا دم نزع
آخری وقت ہی کیا فائدہ ترسانے سے

اعتبار آپنے وعدہ کا خود اپنے کھویا
نہ رہی اتنی بھی توقیر قسم کھانے سے

خانقاہون مین جو یہ پھرتی ہے بہکی بہکی
توبہ بھی پی کے نکل بھاگی ہے میخانے سے

دیکھ پایا ہے انھین حضرت ناصح نے کہین
اب مین سمجھا جو غرض ہی مرے سمجھانے سے

کل نظر آئے تھے جاتے ہوے مسجد مین امیر
آج دیکھا تو چلے آتے ہین میخانے سے

لب جانان پہ مسی کی دھڑی ہی
تو سوسن کس لیے پھولی کھڑی ہی

مسی پہ چھوٹا افشان کی پڑی ہے
کنی ہیرے کی نیلم مین جڑی ہی

بہت جلدی نہ کر قاتل دم ذبح
یہی تو حاصل عمر اک گھڑی ہی

ملا کر خاک مین آئے ہو کس کو
یہ کیسی گرد دامن پر پڑی ہی

اجل آئی نذر اسکے کرین کیا
ہماری جان تو تم مین پڑی ہی

نگہ جائے کہان سینے سے اٹھ کر
یہین تو حسن کی دولت گڑی ہی

پہنچتے ہین سبھی اس منزل پہ مر کر
عدم کی راہ بھی کتنی کڑی ہی

یاں ہاتھ اُٹھایا ہے دعا کیلیے مین نے
تاثیر سے واں ہاتھ اُٹھایا ہے دعا نے

کس کس کے چلے جور شب وصل مین مجھپر
چکمے دیے شوخی نے تو کی چال حیا نے

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے ہر سمت
کیا جانے دیا برق کو کیا حکم گھٹا نے

شکوہ جو کیا سنگ دلی کا تو وہ بولے
بت ہمکو بنایا ہے تمھارے ہی خدا نے

بت کہتے ہین سن سن کے گلہ جور و جفا کا
پیدا ہی کیا ہے انھین کامو نکو خدا نے

نادم جو ہوا جرم پہ رحمت کا ہوا جوش
کی میری شفاعت مرے اقرار خطا نے

خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزاروں
کیا جانیے کیا کہدیا چپکے سے قضا نے

وہ کہتے ہین نکلنا اب تو دروازہ پہ مشکل ہے
قدم کوئی کہاں رکھے جدھر دیکھو اُدھر دل ہی

تری مشکل ہو اب آسان اے بسمل یہ مشکل ہے
کہ قاتل خود نگاہ یاس کی چھریونسے بسمل ہی

کہین ایسا نہو تجھپر بھی کوئی وار چل جائے
قضا ہٹ جا کہ جھنجھلایا ہوا اسوقت قاتل ہی

بلا واعظ صفت محشر مین ہے ساری خدائی کا
بڑی ہی دھوم کا جلسہ قیامت کی یہ محفل ہی

عدو بھی وائے قسمت بزم ماتم مین ہی ساتھ انکے
ہمارے پھولون مین کمبخت اک کانٹا بھی شامل ہی

طنابین کھینچدے یا رب مین کوے جاناں کی
کہ مین ہون ناتوان اور ان ہی آخر دور منزل ہی

ذرا رخ پاکے ان کا لیا بوسہ تو وہ بولے
کسی کے منھ لگانے مین ہی تو ہمکو مشکل ہی

جہاں ڈوبا سفینہ عاشقوں کا پار بیڑا ہے
نیا دریا ہے اِس دریا کی تہ مین اسکا ساحل ہی

مرے سینہ پہ رکھکر ہاتھ وہ کہتا ہی شوخی سے
یہی دل ہی جو زخمی ہی یہی دل ہی جو بسمل ہی

نقاب اٹھی تو کیا حاصل حیا اُٹھے تو آنکھ اٹھے
بڑا گہرا تو یہ پردا ہمارے انکے حائل ہی

الٰہی کھینچدے تربت مین کوئی حور جنت سے
کہ پہلی رات ہی پہلا سفر ہے پہلی منزل ہی

کلیجہ سے لگا آنکھونسے مل آتا نہ دو بھر کر
اسے تلوؤں سے ملتا ہی ارے یہ تو مرا دل ہی

گری ہی ٹوٹ کر توبہ بھی جام مئے پہ اے زاہد
یہ کیسی پارسا تھی اب جو میخوارون مین شامل ہی

خدا رکھے چراغ جام سے میخانہ ہے روشن
شرابی اہل مجلس دختر رز میر محفل ہے

چھری کھینچی تو پھر اپنی کمر مین تو نے کیون رکھ لی
ارے یہ تو کلیجہ مین مرے رہنے کے قابل ہے

مرے دلکو حسین جمگھٹ مین اپنے دیکھکر بولے
یہان دیوانے کا کیا کام یہ پریونکی محفل ہے

یہی کروٹ بدلوائے یہی اٹھا اٹھا کے بٹھلائے
مزہ ہمدردیون کا درد دل سے مجھکو حاصل ہے

گیا طرف حرم کو قیس تو آواز یہ آئی
ارے نادان یہ لیلی نہین لیلے کا محمل ہے

مریض عشق تجھ تک آ سکے کس طرح اے عیسی
ادھر سے اب ادھر کروٹ بدلنا اسکو مشکل ہے

امیر خستہ جان کی مشکلین آسان ہون یارب
تجھے ہر بات آسان ہے اُسے ہر بات مشکل ہے

بلا پہ صبر کیا عیش جاودان کے لیے
مزے ہین خلد مین اب خلد آشیان کے لیے

امیر روتی ہے اُمت تشنہ زبان کے لیے
زمین خاک اڑاتی ہے آسمان کے لیے

بچی جو پریون سے جان آ پھنسی ہے حورون مین
اب ان حسینون مین بھیجا ہے امتحان کے لیے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا
غریب اسکے چراغ آئی آشیان کے لیے

نہ اُٹھے وہ نہ سہی دیکھ تو لیا مجھ کو
اٹھی نگاہ تو تعظیم میہمان کے لیے

کمر لچکتی ہے خنجر سنبھل نہین سکتا
اور آپ آئی ہین عاشق کے امتحان کے لیے

حضور اسکے ہین دشمن بہت اجازت ہو
تو پاسبان ہون مین شب کو پاسبان کے لیے

جواب دیتی ہے طاقت بھی ہائے پیری مین
بہت کڑے ہین یہ دن جان ناتوان کے لیے

ہین امتحان مین پورا ہوا تو پھر کہیے
ذرا سمجھ کے تقاضہ ہو امتحان کے لیے

نکلکے سینہ سے اے آہ برق سے کہہ آ
کہ ایک ڈال تو رہنے دے آشیان کے لیے

یہ کنگھی چوٹی جو ہوتی ہے میرے قتل کے بعد
حضور اب ہین یہ تیاریان کہان کے لیے

زمین کو ہم سے غبار آسمان ہمارے خلاف
نہ ہم زمین کے لیے ہین نہ آسمان کے لیے

جفا کے شوق مین حد سے گذر نہ او ظالم
کوئی تو طرز ستم چھوڑ آسمان کے لیے

شباب آتے ہی آندھی کی طرح دل آیا   بہار آئی تو جھونکے بھی کچھ خزان کے لیے
امیر نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے   جرس بھی شرط سفر مین ہے کاروانکے لیے

لے چلے دل تو ہنسکے فرمایا   پیار اب کیجیے گا کس دل سے
رات کی صحبتین جو یاد آئین   اُٹھ گئی شمع رو کی محفل سے
اِس ادا سے وہ آئے وصل کی رات   کہ نکل آئین حسرتین دل سے
آئینہ دیکھ کر وہ شرمائے   آنکھ نیچی ہوئی مقابل سے
عمر گذری ہے ٹھوکرین کھاتے   منزلون دور ابھی ہون منزل سے
کیا خبر بعد مرگ یارون کی   ساتھ چھوٹا ہے پہلی منزل سے
وہ کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے   آہ نکلی نہین ابھی دل سے

خون ناحق کرکے اک بیجرم کا   ہاتھ ناحق خون مین بھر کر چلے
لالے کی مانند ہم اِس باغ مین   داغ لینے آئے تھے لے کر چلے
بے مروت آنکھ ہو کیا سامنے   مے سے ہو خالی تو کیا ساغر چلے
کھیل ہم سے چھیڑ کی قاتل نمک   زخم ہم پھر ہم زخمیون کے بھر چلے
مر چلے ہم مر کے اُس پر مر چلے   کام اپنا نام اُس کا کر چلے
چشم و ابرو دونون کے جوہر دکھا   دم جو لے خنجر تو پھر ساغر چلے
گردش چشم اپنے مستون کو دکھا   ساقی اب کیا دیر ہے ساغر چلے
عاشق اب ایجان جی کر کیا کرین   مرنے کو آئے تھے تم پر مر چلے
دور قاتل مین نہین کچھ روک ٹوک   شوق سے چھریان چلین خنجر چلے
رہنے کیا دنیا مین آئے تھے امیر   سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

ابھی ہیں کرتے کیون ہین ابھی کیون تیغ کیون نکلی　کوئی ارمان نہین نکلا کوئی حسرت نہین نکلی
ہٹا کر وہ نگہ پلکون کا پردہ خشمگین نکلی　چھری کھینچے ہوئے ظالم اُٹھا کر آستین نکلی
الٰہی قتل پر میرے وہ اترلتے ہین کیون اتنا　بدن سے جان نکلی یا دہن سے آفرین نکلی
شریک حال عاشق بیکسی مین کون ہوتا ہی　جو نکلی بھی تو کچھ دل سوز آہ آتشین نکلی
کیا اقرار بھی اُس نے تو وہ انکار ہی ٹھہرا　مری قسمت سے اسکی ہان بھی در پردہ نہین نکلی
اسی دن کے لیے آنکھون مین ہم نے تجھکو پالا تھا　بڑی تو بیمروت اے نگاہ واپسین نکلی
اڑا کر لیگئی دل اک نگہ مین ساری محفل کے　بڑی ہی شوخ دیدہ تیری چشم شرمگین نکلی
دعا کی داد دینے مین بھی شرمیلی ادائین ہین　دُلھن پر سے نکلی یا زبان سے آفرین نکلی
ترے انکار نے ایجان دل کو کر دیا چھلنی　انی برچھی کی نکلی جب ترے منھ سے نہین نکلی
سوال وصل پر انکار مین بھی وہ لجاتے ہین　جو نکلی بھی تو چھپ کر ہان کے پردے مین نہین نکلی
نہ چھوڑا ساتھ ان کا میری تربت پر بھی آئے ہین　بڑی پابند اپنی وضع کی چین جبین نکلی
جنون ابتک سنا تھا ساتھ چولی اور دامن کا　گریبان کو نکلتے دیکھ کر کیون آستین نکلی

شب وصال مین اُس شوخ کو پلا کے شراب　مین رہا مین رُک رہا ہون حیا کے آنے کی
یہ وضع مجھ کو نہین ہے پسند جاؤ بھی　ادا نکالی ہے تیوری چڑھا کے آنے کی
نہ چوک وقت کو پا کر یہ ہے وہی معشوق　کبھی اُمید نہین جس سے جا کے آنے کی
گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی امیر　ادا کسی کی وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے　مین روتا ہون اسکو ہنسی سوجھتی ہے
جو کہتا ہون اُس سے کہ آنکھین ملاؤ　وہ کہتے ہین تم کو یہی سوجھتی ہے
شب وصل آخر ہے ایدل لپٹ جا　تجھے اب خوشی نا خوشی سوجھتی ہے

عمدہ اور سستی کتابیں ملنے کا پتہ
محمد حسن مالک انوار المطابع لکھنؤ
فہرست کتب
مفت طلب فرمائیے
M. H